جوہر آباد
دینی، سماجی، اخلاقی اور ملی اقدار کا محافظ
تنظیمی و تحریکی مجلہ
چیف ایڈیٹر ملک محبوب الرسول قادری
ماہنامہ
انوارِ رضا
786/92/66
ربیع الاول 1426ھ
سیرت و میلاد ایڈیشن
حضورؐ کے غلامو!
میلاد مناؤ اور سیرت اپناؤ
قانون تحفظ ناموس رسالت
کی اہمیت و ضرورت
شیخ الاسلام قائد اہل سنت مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ
کا تاریخی خطبہ
عریانیت و فحاشی کے خاتمے، علم کے فروغ، وحدت امت
کے عروج کے لئے ہر مسلمان کردار ادا کرے
سری لنکا اور انڈونیشیاء میں
مسلم ہینڈز
کی گراں قدر سماجی خدمات

چیف ایڈیٹر: ملک محبوب الرسول قادری

ایڈیٹر: محمد تاج قادری 0300-4746469

اسسٹنٹ ایڈیٹرز: سید غفران شرف گیلانی، صاحبزادہ طاہر سلطان قادری

چیف ایڈیٹر یکلو: مفتی آصف محمود قادری

زیر سرپرستی

- امیر اہلسنت حضرت پیر میاں عبدالخالق قادری (بھرچونڈی شریف)
- پیر طریقت صاحبزادہ محمد عتیق الرحمان (ڈھانگری شریف)
- استاذ العلماء مولانا مفتی محمد عبدالحق بندیالوی (بندیال شریف)
- پروفیسر صاحبزادہ محبوب حسین چشتی (ایمن شریف)

سرکولیشن مینجر —— صوفی حافظ محمد یوسف قادری

مجلس تحریر

محقق العصر مفتی محمد خان قادری

ادیب شہیر سید محمد فاروق القادری

پروفیسر محمد ظفر الحق بندیالوی

علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری

سید وجاہت رسول قادری، مفتی جمیل احمد نعیمی

مفتی محمد ابراہیم قادری، قاری محمد عامر خان

سید صابر حسین بخاری، سید عبداللہ شاہ قادری

طارق سلطانپوری، محمد جاوید اقبال کھارا

مجلس انتظامیہ

- مرزا محمد کامران طاہر
- ملک محمد قمر الاسلام
- مظہر حیات قادری
- پیرزادہ محمد رضا قادری

قیمت فی شمارہ 100 روپے

مجلس مشاورت

سید ضیاء النور شاہ، ملک مطلوب الرسول اعوان، ملک محمد فاروق اعوان، پیر طریقت میاں غلام صفدر گولڑوی
ڈاکٹر خالد سعید شیخ، حافظ خان محمد مائل ایڈووکیٹ، الطاف چغتائی، پروفیسر قاری محمد مشتاق انور
ملک الطاف عابد اعوان، ملک قاری محمد اکرم اعوان، مفتی محمد امین قادری، مرزا عبدالرزاق طاہر
پیر سید فیض الحسن شاہ، مفتی گل احمد عتیقی، مفتی عبدالعلیم ہزاروی، مولانا محمد طاہر تبسم، ڈاکٹر محمد تسلیم قریشی
پیر میاں عبدالباقی ہمایوں شریف، سید مرید حسین کاظم شاہ بخاری، ریاض صدیق ملک، طارق محمود نقشبندی

انٹرنیشنل غوثیہ فورم انوار رضا لائبریری بلاک نمبر ۴ جوہر آباد (پنجاب) پاکستان

Mob: 0300-9429027 Ph: 0454-721787

حسن ترتیب

مضامین سیرت و میلاد ....(۵ تا ۱۴۷)

ھدیۂ تبریک

نامور دینی سکالر اور گورنمنٹ کالج یونیورسٹی لاہور کے استاد پروفیسر ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس کی کتاب .... سماجی بہبود، تعلیمات نبوی کی روشنی میں .... کو حکومتِ پاکستان نے سیرت ایوارڈ عطا کیا ہے اس اعزاز پر ہم محترم ڈاکٹر صاحب کو ہدیۂ تبریک پیش کرتے ہیں اور دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں مزید کامیابیاں نصیب فرمائے (آمین)

اپنی بات

اے غلامانِ مصطفےٰ ﷺ!

میلاد منایئے اور سیرت اپنایئے

ولادت مصطفےٰ ﷺ کا حسین موسم ساری کائنات میں خوشیوں اور مسرتوں کی خیرات بانٹتا تشریف لا رہا ہے ہر سو خوشی و شادمانی کا سماں ہے اور اہل ایمان اپنے آقا و مولا سید الانبیاء امام المرسلین تاجدار ختم نبوت سیدنا محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کی دنیا میں جلوہ فرمائی پر اپنے رب کے اس احسان عظیم کا شکریہ ادا کر رہے ہیں۔ ہر سو یہ نعرہ سنائی پڑتا ہے کہ "آمد .... مصطفےٰ ﷺ! مرحبا مرحبا ...." موجودہ عہد زوال سے نجات کے لئے ضروری ہے کہ پوری امت لادینی قوتوں پر اپنی برتری ثابت کرنے کے لئے مثالی وحدت و اخوت اور بھائی چارے کا عملی مظاہرہ کرے۔ رسول اللہ ﷺ کے امتیو! میلاد مناؤ اور سیرت اپناؤ۔ آخری فتح صرف تمہاری ہوگی اور دنیا کی کوئی طاقت آپ کو شکست نہیں دے سکے گی۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے اپنے حبیب کریم ﷺ کی سچی محبت اور اطاعت کی نعمت عطا کرے۔ آمین۔

غبار راہ حجاز

محمد محبوب الرسول قادری

(چیف ایڈیٹر)

۲۵ صفر المظفر ۱۴۲۶ھ

۱۵ اپریل ۲۰۰۵ء

یوم رضا

معجزۂ مصطفیٰ فی الہند

محقق علی الطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی

دُعا

اے اللہ!

میرا کوئی عمل ایسا نہیں ہے جسے آپ کے دربار میں پیش کرنے کے لائق سمجھوں میرے تمام اعمال فسادِ نیت کا شکار ہیں البتہ مجھ فقیر کا ایک عمل محض آپ ہی کی عنایت سے اس قابل (لائق التفات) ہے اور وہ یہ ہے کہ عاجزی وانکساری' محبت وخلوص کے ساتھ تیرے حبیب پاک ﷺ پر درود وسلام بھیجتا ہوں۔

اے اللہ!

وہ کونسا مقام ہے جہاں میلاد پاک سے بڑھ کر تیری طرف سے خیر و برکت کا نزول ہوتا ہے اس لئے۔

اے ارحم الراحمین!

مجھے پکا یقین ہے کہ میرا یہ عمل کبھی رائیگاں نہیں جائے گا بلکہ یقیناً تیری بارگاہ میں قبول ہوگا اور جو کوئی درود وسلام پڑھے اور اس درود وسلام کے ذریعے سے دُعا کرے وہ کبھی مسترد نہیں ہوتی۔

(اخبار الاخیار' ۶۲۴ مطبوعہ کراچی)

حمدِ باری تعالیٰ

اَلْحَمْدُ لِلْمُتَوَحِّدْ

بِجَلَالِهِ الْمُتَفَرِّدْ

وَصَلٰوتُهٗ دَوْمًا عَلٰی

خَيْرِ الْاَنَامِ مُحَمَّدْ

حضرت رضا بریلوی

اُس خُدائے یکتا کی حمد وثنا

جو اپنے جلال میں یکتا و یگانہ ہے

تمام مخلوق میں سب سے اعلیٰ انسان محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

پر خدا کی رحمت ہمیشہ ہمیش نازل ہوتی رہے!

گلہائے نعت

مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام — شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام
شہر یار ارم تاجدار حرم — نو بہار شفاعت پہ لاکھوں سلام
شب اسریٰ کے دولہا پہ دائم درود — نوشۂ بزم جنت پہ لاکھوں سلام
جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند — اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام
خلق کے داد رس سب کے فریاد رس — کہف روز مصیبت پہ لاکھوں سلام
جن کے سجدے کو محراب کعبہ جھکی — ان بھنوؤں کی لطافت پہ لاکھوں سلام
جس طرف اٹھ گئی دم میں دم آگیا — اس نگاہِ عنایت پہ لاکھوں سلام
جس سے تاریک دل جگمگانے لگے — اس چمک والی رنگت پہ لاکھوں سلام
وہ دہن جس کی ہر بات وحیٔ خدا — چشمۂ علم و حکمت پہ لاکھوں سلام
وہ زباں جس کو سب کُن کی کنجی کہیں — اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام
ہاتھ جس سمت اٹھا غنی کر دیا — موج بحر سماحت پہ لاکھوں سلام
کس کو دیکھا یہ موسیٰ سے پوچھے کوئی — آنکھ والوں کی ہمت پہ لاکھوں سلام
مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضا — مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام

(امام احمد رضا خاں قادری)

حضور سرور عالم ﷺ نے خواب میں حضرت (شاہ عبدالرحیم والدِ حضرت شاہ ولی اللہ سے) فرمایا

فَقَالَ جَمَالِی مَسْتُوْر" عَنْ اَعْیُنِ النَّاسِ غَیْرَۃً مِنَ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ وَلَوْ ظَهَرَ لَفَعَلَ النَّاسُ اَكْثَرَ مِمَّا فَعَلُوْا حِیْنَ رَاَوْا یُوْسُفَ

میرا حسن و جمال لوگوں کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ نے غیرت کی وجہ سے چھپا رکھا ہے اگر میرا حُسن ظاہر ہو تو لوگوں کا اس سے زیادہ حال ہو جو یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر ہوا تھا۔

ایک جھلک دیکھنے کی تاب نہیں عالم کو
وہ اگر جلوہ کریں کون تماشائی ہو

شفاعت نبوی ﷺ کا قرآنی تصور

از...... امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ تعالیٰ — ترجمہ...... مفتی محمد خان قادری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

واتقوا یوما لا تجزی نفس من نفس شیا ولا یقبل منها شفاعة ولا یؤخذ منها عدل ولا هم ینصرون. (البقرہ۔۴۸)

''اور ڈرو اس دن سے جس دن کوئی جان دوسرے کا بدلہ نہ ہو سکے گی اور نہ کوئی سفارش مانی جائے اور نہ کچھ لیکر جان چھوڑی جائے اور نہ انکی مدد ہو۔''

دن سے بچنے سے مراد اس دن کے اندر عذاب و شدائد سے بچنا ہے کیونکہ نفس یوم سے نہیں بچا جاسکتا۔ اس دن تو تمام اہل جنت و نار وہاں جمع ہونگے۔ اللہ تعالیٰ نے اس دن کی شدت اور اس کی ہولنا کی بھی واضح فرما دی ہے۔ اس لیے کہ عرب میں سے کوئی جب کسی مشکل میں پھنس جاتا تو اسکے معاونین اس کی مدد کرتے ہوئے غایت قوت سے اس کا اس طرح دفاع کرتے جیسے والد اپنی اولاد کا کرتا ہے۔ اور اگر اس کے معاونین نہ ہوتے تو وہ عاجزی اور شفاعت کا سہارا لیتا تو وہ سختی کے بجائے نرمی پر اتر آتا اور دونوں حالتیں سختی اور نرمی کام نہ آتیں تو وہ فدایہ ادا کرنے کے لیے تیار ہو جاتا جو بصورت مال یا غیر مال ہوتا۔ اگر یہ تینوں صورتیں اسے نہ بچا سکتیں تو وہ تمام سہاروں اور دوستوں سے مایوس و نا امید ہو جاتا۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں یہی بتایا کہ آخرت میں مجرموں کو یہ تینوں چیزیں نہیں بچا سکتیں۔ ہاں اس ترتیب پر دو سوالات ہیں۔

سوال اول:

''لا تجزی نفس عن نفس شیا '' سے جو فائدہ حاصل ہو رہا ہے وہی ''ولا هم ینصرون'' سے حاصل ہو رہا ہے۔ تو تکرار کا مقصد کیا؟

جواب:

پہلے جملہ مبارک سے مراد یہ ہے کہ مجرم پر نافذ جزا کوئی دوسرا نہیں اٹھائے گا اور نصرت یہ ہے کہ حکم معاقب سے اسے بچانے کا ارادہ کیا جائے انشاء اللہ تعالیٰ ایک اور فرق بھی آرہا ہے۔

سوال ثانی:

یہاں اللہ تعالیٰ نے قبول شفاعت کو فدیہ سے ذکر کیا اور آگے اس سورۃ مبارکہ کی ایک سوبیس آیات کے بعد قبول فدیہ کو ذکر شفاعت سے پہلے ذکر کیا ہے تو اس میں کیا حکمت ہے؟

جواب:

جس کا میلان حب مال کے ساتھ ہے' علو نفس کی طرف میلان سے شدید ہوگا وہ فدیہ دینے کے بجائے شفیع کو مقدم کرے گا اور جس کا میلان اس کے برعکس ہوگا وہ فدیہ کو شفاعت سے پہلے لائے گا تو ترتیب بدلنے میں فائدہ یہ ہے کہ اس سے دونوں طرح کے لوگوں کی طرف اشارہ ہوگیا۔

الفاظ مبارکہ کی تفسیر:

ارشاد گرامی "لاتجزی نفس عن نفس شیا" ہے' شیخ قفال کہتے ہیں اہل لغت کے ہاں جزئی کا معنی قضی (ادا) کے ہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو بردہ بن سیار رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

تجزیک ولا تجزی احداً بعدک. تمہارے لیے کافی ہے' تمہارے بعد کسی کے لیے کافی نہیں۔

اہل عرب سے بھی یہی منقول ہے تجزیک' "تا" پر زبر اور غیر مہموز ہے یعنی تمہارا ذبح کرنا قائم مقام قربانی کے ہوگیا۔ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ روز قیامت کوئی نفس کسی دوسرے نفس کا کسی شئی میں بھی قائم مقام نہیں بن سکے گا اور نہ ہی اس کی جزاء کو اٹھانے والا ہوگا۔ بلکہ آدمی وہاں اپنے بھائی' والدہ اور باپ سے بھاگے گا۔ اس نیابت کا معنی یہ ہے کہ کسی

مطیع کی اطاعت عاصی کی سزا کے قائم مقام نہ ہوگی۔ اس دنیا میں یہ نیابت ہوجاتی ہے۔ مثلاً کوئی آدمی اپنے رشتہ دار اور دوست کا قرض ادا کردے مگر آخرت میں ایسا نہیں ہوسکتا' وہاں تو حسنات کے ذریعے ہی حقوق کی ادائیگی ہوسکے گی۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اس شخص پر جس نے اپنے کسی بھائی پر ظلم کیا عزت مال یا مرتبہ میں اور بدلہ سے پہلے اسے موت آگئی تو وہاں نہ دینار ہونگے اور نہ درہم۔ اگر اس کے پاس نیکیاں ہوئیں تو اس سے لے لی جائیں گی۔ اور اگر نیکیاں نہ ہوئیں تو اس پر مظلوم کے گناہ ڈال دیئے جائیں گے۔ صاحب کشاف کہتے ہیں "شیا" مفعول ہے۔ البتہ مفعول مطلق بھی ہوسکتا ہے یعنی قلیلا من الجزا جیسے کہ ارشاد گرامی ہے لا یظلمون شیا (مریم:۶۰)' بعض نے لا یجزی پڑھا اس وقت اجزا عنہ سے ہوگا۔ تو اب شیا من الاجزا کا مفہوم یہی ہوگا اور یہ جملہ محلاً منصوب یوماً کی صفت ہے' اگر یہ سوال ہو کہ موصوف کی طرف ضمیر کہاں ہے؟ تو ہم کہیں گے وہ مقدر ہے' عبارت یوں ہے "لا تجزی فیہ" نکرہ لانے کا مفہوم یہ ہوا کہ کوئی بھی نفس کسی دوسرے کی طرف کسی بھی شئی میں کوئی فائدہ نہیں دے سکتا' اس میں کلی طور پر ایسی ناامیدی اور مایوسی ہے جو ہر قسم کی امید کو جڑ سے کاٹ دینے والی ہے۔

ارشاد ربانی ولا یقبل منها شفاعة:

شفاعت' ایک آدمی کا دوسرے کے لیے شئی مانگنا اور اس سے اس کی حاجت پوری کروانے کی کوشش کرنا۔ یہ شفع (جفت) سے ہے جو وتر (طاق) کی ضد ہے' صاحب حاجت تنہا تھا۔ شفیع کی وجہ سے جوڑا بن گیا' منها کی ضمیر دوسرے نفس عاصی کی طرف راجع ہے اور یہ وہی ہے جس سے فدیہ قبول نہ کیا جائے گا اور اگر وہ کسی شفیع کو لائے گا تو وہ شفاعت قبول نہ ہوگی۔ یہ ضمیر نفس کی طرف بھی لوٹ سکتی ہے۔ کہ اگر اس کی شفاعت کی گئی تو وہ مقبول نہ ہوگی جیسے کہ اس کی طرف سے کوئی جزا نہیں اٹھائے گا۔

ولا یؤخذ منها عدل:

عدل۔ (فدیہ) یہ معادلة الشئی (شئی کی مثل) سے ہے' کہا جاتا ہے ما

اعدل بفلان احداً (میں نے اس کی نظیر نہیں دیکھی) ارشاد باری ہے!

ثم الذین کفروا بربھم یعدلون (الانعام : ۱)

اس پر کافر لوگ اپنے رب کے برابر ٹھہراتے ہیں۔

اس کی نظیر یہ آیت مبارکہ بھی ہے۔

ان الذین کفروا لواَنّ لھم مافی الارض جمیعاً ومثلہ معہ لیفتدوا بہ من عذاب یوم القیمۃ ما تقبّل منھم ولھم عذاب الیم (المائدہ ' ۳۶)

بے شک وہ جو کافر ہوئے جو کچھ زمین میں ہے سب اور اس کے برابر اگر ان کی ملک ہو کہ اسے دے کر قیامت کے عذاب سے اپنی جان چھڑائیں تو ان سے نہ لیا جائے گا اور ان کے لیے دکھ کا عذاب ہے۔

دوسرے مقام پر ہے!

ان الذین کفروا وماتواوھم کفار فلن یقبل من احدھم ملء الارض ذھباً ولوافتدٰی بہٖ اولٰئک لھم عذابٌ الیمٌ وما لھم من نصرین (ال عمران ' ۹۱)

اور جو کافر ہوئے اور کافر ہی مرے ان میں سے کسی سے زمین بھر سونا ہرگز قبول نہ کیا جائے گا' اگر چہ اپنی خلاصی کو دے انکے لیے دردناک عذاب ہے اور ان کا کوئی یار نہیں۔

تیسرے مقام پر فرمایا!

وان تعدل کل عدل لایوخذ منھا. (الانعام ' ۷۵)

اور اگر اپنے عوض سارے بدلے دے تو اس سے نہ لیے جائیں۔

ولاھم ینصرون:

دنیا میں مدد وتعاون دوستی اور قرابت کی وجہ سے ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے واضح فرما دیا کہ اس دن وہاں نہ کوئی دوستی ہوگی اور نہ شفاعت اور نہ رشتے۔ وہاں آدمی اپنے بھائی'

والدہ' والد اور رشتہ داروں سے بھاگے گا۔ شیخ قفال کہتے ہیں نصر سے مراد معونت ہے جیسے کہ فرمان نبوی ہے!

انصرا خاک ظالما او مظلوما.

اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہے یا مظلوم۔

اس سے اغاثہ مراد ہے جب بارش زمین کی مدد کرے اور وہاں فصل لہلہائے تو عرب کہتے ہیں ارض منصورۃ گویا بارش نے اس کی مدد کی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے!

من کان یظن ان لن ینصرہ اللہ فی الدنیا والأخرۃ فلیمدد بسبب الی السمآء ثمّ لیقطع فلینظر ھل یذھبنّ کیدہٗ مایغیظ (الحج ' ۱۵)

جو یہ خیال کرتا ہو کہ اللہ اپنے نبی کی مدد نہ فرمائے گا دنیا اور آخرت میں تو اسے چاہئے کہ اوپر کو ایک رسی تانے پھر اپنے آپ کو پھانسی دے لے پھر دیکھے کہ اس کا یہ داؤں کچھ لے گیا اس بات کو جس کی اسے جلن ہے۔

کا مفہوم یہ بھی بیان ہوا کہ اللہ اس طرح رزق نہیں دیتا جس طرح بارش علاقوں کو رزق دیتی ہے۔ انتقام کو بھی نصرت اور انتصار کہا جاتا ہے جیسے کہ فرمان باری تعالیٰ ہے۔

ونصرناہ من القوم الذین کذبوا بایاتنا (الانبیا ' ۷۷)

اور ہم نے ان لوگوں پر اس کی مدد دی جنھوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں۔

یعنی ہم نے ان سے انتقام لیا' ولاھم ینصرون میں یہ تمام مفاہیم ممکن ہیں کیونکہ روز قیامت ان کی فریاد رسی نہیں کی جائے گی۔ یہ بھی احتمال ہے کہ انہیں عذاب دیا جائے گا اور کوئی ایسا نہیں جو ان کی طرف سے اللہ سے انتقام لے الغرض نصر شدائد کا دفعہ کرنا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے مطلع فرما دیا وہاں اس کے عذاب کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ ابھی یہاں دو مسائل باقی ہیں۔

مسئلہ اولیٰ:

اس آیت مبارکہ میں انسان کو معاصی پر سب سے بڑا خوف اور اسے اس بات کا

شوق دلایا جائے کہ توبہ کے ذریعے معصیت پر بخشش کروائی جاسکتی ہے جب انسان کے ذہن میں یہ ہوگا کہ موت کے بعد ازالہ نہیں ہوسکتا نہ وہاں شفاعت ہے نہ مدد اور نہ فدیہ تو اسے یقین ہوجائے گا کہ اطاعت کے بغیر خلاصی نہیں۔ تو جب ہر گھڑی عبادت میں کوتاہی پر بے خوف نہ ہوگا اور توبہ سے بھی' کیونکہ اسے بقا کا کوئی یقین نہیں تو پھر ہر حال میں ڈرنے والا اور برائی سے پرہیز کرنے والا بن جائے گا۔ آیت مبارکہ اگرچہ بنی اسرائیل کے حوالے سے ہے مگر معنا اس کا خطاب تمام انسانوں کے لیے ہے کیونکہ اس میں اس دن کے اوصاف بیان ہوئے ہیں اور اس میں جو بھی وہاں ہوگا اس کے لیے یہ ہونگے۔

مسئلہ ثانیہ:

تمام امت کا اتفاق ہے کہ آخرت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے مقام شفاعت ہے۔ ان آیات مبارکہ کو اس مفہوم پر محمول کیا گیا ہے۔

عسی ان یبعثک ربک مقاما محمودا. (الاسراء' ۷۹)

قریب ہے کہ تمہیں تمہارا رب ایسی جگہ کھڑا کرے جہاں سب تمہاری حمد کریں۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

ولسوف یعطیک ربک فترضی. (الضحی' ۵)

اور بے شک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا عطا کرے گا کہ تم راضی ہوجاؤ گے۔

اس میں اختلاف ہے کہ شفاعت کس کے لیے ہوگی۔ مستحق ثواب اہل ایمان کے لیے یا مستحق عقاب اہل کبائر کے لیے؟ معتزلہ کہتے ہیں مستحق ثواب کے لیے ہوگی اور شفاعت کی وجہ سے ان کے ان منافع میں اضافہ ہوجائے گا جس کا وہ استحقاق رکھتے تھے۔ اہلسنت کہتے ہیں شفاعت کی وجہ سے مستحقین عقاب کا عذاب ساقط ہوگا یا تو میدان محشر میں شفاعت کی وجہ سے وہ دوزخ میں داخل ہی نہ ہونگے اور اگر داخل ہونگے تو شفاعت کے ذریعے انہیں وہاں سے نکال کر جنت میں داخلہ نصیب ہوگا۔ لیکن اس پر سب کا اتفاق ہے کہ

کفار کے لیے شفاعت نہیں۔ معتزلہ نے اہل کبائر کے لیے شفاعت کا انکار ان دلائل کی بنا پر کیا ہے۔

پہلی دلیل:

یہ آیت مبارکہ تین وجوہ کی بناء پر شفاعت کی نفی کر رہی ہے۔

اول: ارشاد مبارک "لا تجزی نفس عن نفس شیا" ہے اگر شفاعت سے کسی کا عذاب ساقط ہوجائے تو ایک نفس دوسرے کے لیے بدلہ اور جزا کا سبب بن جائے گا۔

ثانی: ولا یقبل منھا شفاعة' لفظ شفاعت نکرہ نفی کے تحت ہے تو اس سے تمام اقسام شفاعت کی نفی ثابت ہورہی ہے۔

ثالث: ولا ھم ینصرون' اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عاصیوں کے شفیع ہیں تو وہ ان کے مددگار ٹھہرے اور یہ اس کے خلاف ہے جوابا یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اگر اس آیت پر ان دو وجہ پر گفتگو کردی جائے تو اعتراض ختم ہوجائے گا۔

اول: یہود یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ ہمارے آباء ہماری شفاعت کردیں گے ان کا رد کرتے ہوئے یہ آیت نازل کی گئی۔ تو وہ اس سلسلہ میں مایوس ہوگئے۔

ثانی: آیت کا ظاہر تو ہر قسم کی شفاعت کی نفی کر رہا ہے لیکن جب ہمارا اس پر اتفاق ہے کہ اہل اطاعت کے ثواب میں اضافہ کے لیے شفاعت اس سے مخصوص اور خارج ہے تو ہم صاحب کبیرہ مسلمان کے حق میں بھی دلائل کی بنیاد پر شفاعت کو مخصوص مانیں گے۔ لیکن دونوں کی تردید ہوسکتی ہے' اول کی اس طرح کہ اعتبار عموماً لفظ کا ہوتا ہے نہ کہ خصوصی سبب کا دوسری کی یوں اس آیت سے اضافہ منافع کے لیے شفاعت کی نفی مراد نہیں لی جاسکتی کیونکہ اللہ تعالٰی نے اس دن سے خوف دلاتے ہوئے فرمایا' اس میں شفاعت نفع نہیں دے گی' اگر نفی شفاعت کو اضافہ منافع کی طرف راجح کریں تو تحذیر و خوف حاصل نہ ہوگا کیونکہ اضافہ نفع عدم حصول میں نہ کوئی خطرہ ہے اور نہ کوئی ضرر۔

اس کی تفصیل یوں سمجھو اگر اللہ تعالٰی فرماتا اس دن سے ڈرو جس میں' میں کسی کی

شفاعت کی بنا پر مستحق ثواب کے منافع میں اضافہ نہیں کروں گا تو اس سے عاصی پر زجر نہ ہوتا ہاں! اگر یوں کہا جائے اس دن سے ڈرو جس دن میں کسی کی شفاعت پر مستحق عقاب کے عذاب کو ساقط نہیں کروں گا تو اب معاصی پر زجر یقیناً ہوگا تو ثابت ہوگیا آیت مبارکہ میں اسقاط عقاب میں تاثیر شفاعت کی نفی ہے لیکن اضافہ منافع میں اس کی تاثیر کی نفی نہیں۔

دوسری دلیل: اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے!

ما للظالمین من حمیم ولا شفیع یطاع. (المؤمن ۱۸)
اور ظالموں کا نہ کوئی دوست اور نہ کوئی سفارشی جس کا کہا مانا جائے۔

ظالم، ظلم کرنے والا ہر کافر اور غیر کافر سب کو شامل ہے۔ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اللہ تعالیٰ نے ظالمین کے لیے شفیع مطاع کی نفی تو ہے مگر شفیع مقبول کی نفی نہیں فرمائی کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ وہاں شفیع مطاع ہوگا ہی نہیں کیونکہ مطاع، مطیع سے فوق ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے کوئی فوق نہیں کہ وہ اس کی اطاعت کرے کیونکہ ہم کہ سکتے ہیں ان دو وجوہ کی بنا پر آیت کا یہ مفہوم تم نہیں لے سکتے۔

اول: اس پر عقلاء متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے فوق کوئی نہیں جو اللہ تعالیٰ کے وجود مانتے ہیں وہ تمام معترف ہیں کہ وہ کسی کے تابع نہیں اور جو منکر ہیں وہ قول نفی کے باوجود بھی اسے غیر کا مطیع قرار دینے کو محال مانتے ہیں جب یہ ثابت ہوگیا تو تم نے آیت کو جس نفی پر محمول کیا ہے اس پر تو یہ دال ہی نہیں۔

ثانی: جب اللہ تعالیٰ نے شفیع مطاع کی نفی کی ہے اور شفیع، مشفوع الیہ سے ادنیٰ ہوتا ہے کیونکہ جو اس سے فوق ہوگا وہ آمر و حاکم ہوگا۔ اسے شفیع کہا نہیں جاسکتا تو لفظ شفیع بتا رہا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے ادنیٰ ہوگا لہذا ''یطاع'' کو اس کے فوق پر محمول نہیں کیا جاسکتا، لہذا یہاں شفیع سے مراد یہی ہوگا کہ وہ مقبول نہیں۔

تیسری دلیل، اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے!

من قبل ان یاتی یوم لابیع فیہ و لا خلة ولا شفاعة والکفرون هم الظّٰلمون (البقرہ ۲۵۴)
وہ دن آنے سے پہلے جس میں نہ تو خرید و فروخت ہے نہ کافروں کے لیے دوستی اور نہ شفاعت اور کافر خود ہی ظالم ہیں۔

آیت کا ظاہر تمام شفاعات کی نفی پر شاہد ہے۔

چوتھی دلیل، ارشاد ربانی ہے

وما للظالمین من انصار. (البقرہ ۲۷۰)
اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فاسق امتی کی شفاعت کریں تو پھر فساق منصور ہونگے کیونکہ جب وہ شفاعت رسول کی وجہ سے عذاب سے نجات پاگئے تو ان کی مدد میں رسول اللہ نے انتہا فرمادی۔

پانچویں دلیل، اللہ پاک کا مبارک ارشاد!

ولا یشفعون الا لمن ارتضی وهم من خشیته مشفقون (الانبیاء ۲۸)
اور شفاعت نہیں کرتے مگر اس کے لیے جسے وہ پسند فرمائے اور وہ اس کے خوف سے ڈر رہے ہیں۔

یہاں ملائکہ کے بارے میں اطلاع دی کہ کسی کی شفاعت نہیں کریں گے مگر جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ راضی ہو اور فاسق اللہ کے ہاں پسندیدہ نہیں۔ جب ملائکہ اس کی شفاعت نہیں کریں گے تو حضرات انبیاء علیہم السلام بھی نہیں کریں گے کیونکہ فرق کا کوئی قائل نہیں۔

چھٹی دلیل، ارشاد ربانی ہے!

فما تنفعهم شفاعة الشافعین. (المدثر ۴۸)
تو انھیں سفارشیوں کی سفارش کام نہ دے گی۔

اگر شفاعت کی تاثیر اسقاط عذاب ہے تو شفاعت مفید ہونی چاہئے تھی، حالانکہ آیت اس کے خلاف ہے۔

ساتویں دلیل، امت کا اجماع ہے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف اس معاملہ میں رجوع کرنا چاہئے کہ وہ ہمیں حضور کی شفاعت کے اہل لوگوں ہی سے بنا دے۔ اس لیے دعاؤں

میں عرض کیا جاتا ہے "واجعلنا من اهل شفاعة" (ہمیں حضور کی شفاعت کے اہل بنادے) اگر شفاعت کا مستحق وہ بن جاتا ہے جو دنیا سے کبائر پر مصر گیا تو پھر یہ ہونا چاہئے کہ اللہ سے یہ طلب کیا جاتا کہ وہ ہمارا خاتمہ کبائر کے مصرین میں کرے' یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ کہنا کیوں جائز نہیں کہ وہ اللہ کی طرف یوں رغبت کریں کہ وہ ہمیں اہل شفاعت میں سے بنادے' جب کبائر پر مصروفت ہوں' نہ یہ کہ وہ کہیں ہمارا خاتمہ کبائر پر اصرار کرنے والوں میں ہو جیسا کہ وہ دعا میں یہ پڑھتے ہیں "اجعلنا من التوابین" (اے اللہ ہمیں توبہ کرنے والوں میں شامل فرمادے) اس میں یہ تو نہیں کہا پہلے ہم گناہ کریں اور پھر توبہ کریں وہ تو توبہ ہی کی توفیق مانگتے ہیں جب وہ گناہ گار ہوں۔ دونوں رغبتیں ایک شرط سے مشروط ہیں اور وہ ہے تقدمِ اصرار اور تقدم ذنب کیونکہ ہم اس کا جواب دو طرح دے سکتے ہیں۔

اول: اگر ہم "اللھم اجعلنا من التوابین" میں شرط مانتے ہیں تو ہم پر کہاں لازم آتا ہے کہ "اجعلنا من اهل الشفاعة" میں بھی شرط مانیں۔

ثانی: امت دونوں رغبتوں میں اللہ تعالیٰ سے ہی مانگتی ہے کہ وہ انہیں اپنی پسندیدگی عطا فرمائے' مثلاً "اجعلنا من التوابین" میں یہ مانگتی ہے کہ وہ انہیں گناہوں پر توبہ کی توفیق دیدے اور دوسرے "اجعلنا من اهل شفاعة" میں یہ مانگتی ہے کہ وہ انہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل شفاعت میں بنادے۔ اب اگر اہلیت شفاعت' دنیا سے کبائر پر اصرار کے ساتھ خروج کئے بغیر حاصل نہیں ہوسکتی' تو پھر اہلیت شفاعت کا سوال یہ سوال بن جائے گا کہ وہ انہیں کبائر پر مصر دنیا سے موت عطا فرمائے اور یہ بالاتفاق جائز نہیں' ہاں! ہم نے جو کہا اہلیت شفاعت اسے حاصل ہوگی جو دنیا سے مستحق ثواب بن کر فوت ہوا تو اب اہلیت شفاعت کا سوال کرنا بہتر اور حسن ہوگا اب دونوں میں فرق واضح ہوگیا۔

آٹھویں دلیل' ارشاد باری تعالیٰ ہے!

وان الفجار لفی جحیم ○ یصلونها یوم الدین ○ وما هم عنها بغائبین ○ (الانفطار' ۱۴' ۱۶)

اور بے شک بدکار ضرور دوزخ میں ہیں۔ انصاف کے دن اس میں جائیں گے اور اس سے کہیں چھپ نہ سکیں گے۔

یہ آیات واضح کر رہی ہیں تمام فجار دوزخ میں داخل اور وہ اس سے غائب نہیں ہونگے تو ثابت ہوا وہ اس سے نکل نہیں سکتے' تو جب معاملہ یوں ہے تو شفاعت کا کوئی فائدہ نہ ہوا' نہ عذاب کی معافی میں اور نہ دخول کے بعد آگ سے اخراج میں۔

نویں دلیل' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

یدبر الامر مامن شفیع الامن بعد اذنه. (یونس' ۳)

کام کی تدبیر فرماتا ہے' کوئی سفارشی نہیں مگر اسکی اجازت کے بعد۔

یہاں ان سے شفاعت کی نفی ہے جسے اذن نہیں جیسے کہ دوسرے مقام پر فرمایا!

من ذالذی یشفع عنده الاباذنه. (البقرہ' ۲۵۵)

وہ کون ہے جو اسکے یہاں سفارش کرے۔ بغیر اس کے حکم کے۔

ایک اور مقام پر فرمایا!

لا یتکلمون الامن اذن له الرحمن وقال صوابا. (النبا' ۳۸)

کوئی نہ بول سکے گا' مگر جسے رحمٰن نے اذن دیا اور اس نے ٹھیک بات کہی۔

تو اللہ تعالیٰ نے اہل کبائر کے حق میں کسی کو شفاعت کا اذن عطا نہیں فرمایا' اگر یہ اذن ہوتا تو یا عقل کی بنا پر مشہور و معروف ہوتا یا نقل کی بنا پر' عقل تو اس میں دخل نہیں دے سکتی۔ رہ گئی نقل یا تو اس کا ثبوت تواتر سے ہوگا یا احاد سے' احاد بھی یہاں کام نہیں آسکتیں کیونکہ وہ ظن کی مفید ہوتی ہے' حالانکہ مسئلہ یقینی ہے اور مسائل یقینیہ میں دلائل ظنیہ کے ساتھ استدلال جائز نہیں۔ اگر کہو تواتر ہے تو یہ باطل ہے' کیونکہ اگر ایسی صورت ہوتی تو جمہور مسلمان اسے جانتے اور اگر ایسا ہوتا تو یہ لوگ شفاعت کا انکار کیوں کرتے تو جب اکثر انکار شفاعت پر ہیں تو واضح ہوگیا اس کا اذن نہیں۔

دسویں دلیل' اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے!

الذین یحملون العرش ومن حولهٗ یسبحون بحمد ربهم ویؤمنون به

وہ جو عرش اٹھاتے ہیں اور جو اس کے گرد ہیں اپنے رب کی تعریف کے ساتھ اسکی

ویستغفرون للذین اٰمنوا ربنا وسعت کل شیء رحمةً وعلماً فاغفر للذین تابوا واتبعوا سبیلک وقھم عذاب الجحیم

(المؤمن: ۷)

پاکیزگی بولتے اور اس پر ایمان لاتے اور مسلمانوں کی مغفرت مانگتے ہیں۔ اے رب ہمارے! تیری رحمت وعلم میں ہر چیز کی سمائی ہے۔ تو انہیں بخش دے جنھوں نے توبہ کی اور تیری راہ پر چلے اور انہیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔

اگر شفاعت فاسق کو حاصل ہو سکتی تو پھر اسے توبہ اور اتباع سبیل کے ساتھ مقید کرنے کا کیا فائدہ؟

گیارہویں دلیل' ایسی احادیث جو اس پر دلالت کرتی ہیں کہ اہل کبائر کو شفاعت حاصل نہیں ہوگی' چار ہیں۔

حدیث اول: حضرت علاء بن عبدالرحمٰن اپنے والد سے اور وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبرستان میں تشریف لے گئے فرمایا' اے قوم مومنین! تم پر سلام ہو ہم بھی انشاء اللہ تعالیٰ تمہارے پاس آنے والے ہیں۔ میں چاہتا ہوں میں اپنے بھائیوں کو دیکھوں' صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا ہم آپ کے بھائی نہیں؟ فرمایا: بلکہ تم تو میرے صحابہ ہو' میرے بھائی ابھی تک نہیں آئے۔ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعد میں آنے والی امت کو آپ کیسے پہچانیں گے؟ فرمایا: ایک آدمی کا پانچ کلیاں گھوڑا ہو' کیا وہ اسے کالے رنگ کے گھوڑوں میں پہچان نہیں لے گا۔ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ضرور پہچان لے گا۔ فرمایا: وہ روز قیامت وضو کی برکت سے روشن چہروں کے ساتھ آئیں گے اور میں حوض میں ان کا انتظار کروں گا' کچھ لوگوں کو میرے حوض سے دور کیا جائے گا جیسے کہ بھکے اونٹ کو دور کیا جاتا ہے' میں آواز دوں گا آنے دو آنے دو اگر آپ ان کے شفیع ہوتے تو سحقاً سحقاً نہ فرماتے' کیونکہ شفیع ایسے نہیں کہہ سکتا' پھر وہ دائمی عذاب سے چھڑانے والے شفیع کیسے بنیں گے۔ جب کہ وہ پانی کے جام انہیں نہیں دے رہے۔

حدیث ثانی: حضرت عبدالرحمٰن بن ساباط حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے کعب! میں تمہیں امارت سفہاء سے اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں' عنقریب ایسے حکمران آئیں گے جو ان کے پاس جائے گا اور ان کے ظلم پر معاون ہوگا' ان کے جھوٹ کی تصدیق کرے گا' وہ میرا نہیں اور میں ان کا نہیں اور وہ میرے پاس حوض پر نہیں آئے گا اور جو ان کے پاس نہیں جائے گا نہ ان کے ظلم پر معاون ہوگا نہ ان کے جھوٹ کو سچا کہے گا وہ میرا ہے اور میں ان کا ہوں اور وہ میرے پاس حوض پر آئے گا۔ اے کعب بن عجرہ! نماز سراپا قربت' روزہ ڈھال اور صدقہ گناہ کو نکال دیتا ہے جیسے آگ کو پانی ٹھنڈا کر دیتا ہے۔ اے کعب بن عجرہ! حرام سے پلنے والا جسم جنت میں داخل نہ ہوگا۔

اس حدیث سے استدلال تین طریقوں پر ہے۔

۱۔ جب وہ نبی کے نہیں اور نبی ان کا نہیں تو شفاعت کیسے فرمائیں گے؟

۲۔ "وہ میرے حوض پر نہیں آئیں گے" نفی شفاعت ہے کیونکہ جب وہ رسول تک نہیں پہنچ پائیں گے' یہی وجہ ہے کہ وہ حوض پر وارد نہیں ہو سکیں گے' تو اس سے واضح ہو گیا کہ رسول بطریق اولیٰ انہیں عتاب سے چھٹکارا نہیں دلائیں گے۔

۳۔ "حرام سے پلنے والا جسم جنت میں داخل نہیں ہو سکتا" صراحت ہے اہل کبیرہ کے حق میں شفاعت کا کوئی فائدہ نہیں۔

حدیث ثالث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے' میں تمہیں قیامت کے روز ایسا نہ پاؤں کہ گردن پر بکری ہو جو فریاد کر رہی ہو اور وہ کہہ رہا ہو یا رسول اللہ! میری مدد فرماؤ' تو میں کہوں گا میں یہاں اللہ سے چھڑوانے کا کسی شئی میں مالک نہیں' میں نے تمہیں اسلام کا پیغام پہنچا دیا تھا' یہ ہمارے مقصود ومطلوب پر صراحت ہے جب آپ اللہ کی طرف سے کسی شئی کے مالک نہیں تو شفاعت آپ کا حصہ کیسے ہوگی؟

حدیث رابع: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: تین آدمیوں کے خلاف میں روز قیامت کیس لڑوں گا ایک جس نے مجھے ضامن بنایا پھر

دغا دیا' دوسرا جس نے انسان کو بیچ کر وہ رقم استعمال کی' تیسرا جس نے کسی کو مزدور بنایا' کام پورا لیا مگر مزدوری پوری نہ دی' اس سے استدلال یوں ہے جب حضور علیہ السلام ان کے خصیم میں تو ان کے لیے آپ کا شفیع بننا محال ہوگا' اس مسئلہ میں معتزلہ کے یہی دلائل ہیں۔

شفاعت پر اہل سنت کے دلائل:

اہل سنت نے شفاعت پر یہ دلائل دیئے ہیں۔

دلیل اول: اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے حکایت کرتے ہوئے فرمایا!

ان تعذبهم فانهم عبادک وان تغفرلهم فانک انت العزیز الحکیم○ (المائدہ' ۱۱۸)

اگر تو انہیں عذاب کرے تو وہ تیرے بندے ہیں۔ اور اگر تو انہیں بخش دے تو بے شک تو ہی ہے غالب حکمت والا۔

اس سے استدلال اس طرح ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی یہ شفاعت حق کفار میں ہے یا حق فرمانبردار مسلمان یا صاحب صغیرہ مسلمان یا صاحب کبیرہ مسلمان کی توبہ کے بعد' یا اس کی قبل از توبہ کے لیے ہے۔ قسم اول' باطل ہے کیونکہ یہ ارشاد گرامی ''ان تغفرلهم'' کفار کے لائق ہی نہیں۔ قسم ثانی' ثالث اور رابع بھی باطل ہے کیونکہ مطیع مسلمان' صاحب صغیرہ اور صاحب کبیرہ مسلمان پر توبہ کے بعد مخالف کے ہاں بھی عقلاً عذاب جائز نہیں' جب معاملہ یوں ہی ہے تو ارشاد مبارک ''ان تعذبهم فانهم عبادک'' ان کے مناسب نہیں' جب یہ تمام باطل ٹھہرے تو اب یہی صورت باقی ہے کہ یہ شفاعت اس صاحب کبیرہ مسلمان کے لیے ہے جس نے توبہ نہیں کی' جب ایسی شفاعت کا عقیدہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ثابت ہے تو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بھی یہی عقیدہ درست ہوگا کیونکہ فرق کا کوئی قائل ہی نہیں۔

دلیل ثانی' اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے حکایت فرمائی۔

فمن تبعنی فانهٗ منی ومن عصانی فانک غفورٌ رحیم (ابراھیم' ۳۶)

تو جس نے میرا ساتھ دیا وہ تو میرا ہے۔ اور جس نے میرا کہا نہ مانا تو بے شک تو بخشنے والا مہربان ہے۔

''ومن عصانی فانک غفور رحیم'' سے مراد کافر نہیں لیا جاسکتا کیونکہ وہ بالاتفاق محل مغفرت نہیں نہ اس سے صاحب صغیرہ اور نہ صاحب کبیرہ بعد از توبہ مراد لیا جاسکتا ہے کیونکہ ان کی مغفرت مخالف کے ہاں بھی عقلاً لازم ہے تو انہیں شفاعت کی ضرورت ہی نہیں۔ تو اب صرف وہ صاحب کبیرہ ہی رہ جاتا ہے جس نے توبہ نہیں کی۔ ہم نے ان آیات مبارکہ سے جو استدلال کیا ہے اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہو رہی ہے جسے امام بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ تلاوت کیا۔

ومن عصانی فالک غفور رحیم.

اور جس نے میرا کہا نہ مانا تو بے شک تو بخشنے والا مہربان ہے۔

اس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول تلاوت فرمایا

ان تعذبهم فانهم عبادک.

اگر تو ان کو عذاب کرے تو وہ تیرے بندے ہیں۔

پھر ہاتھ اٹھا کر روتے ہوئے عرض کیا۔

اللهم امتی امتی.

اے اللہ! میری امت میری امت۔

اللہ تعالیٰ نے جبریل امین سے فرمایا: میرے محمد کے پاس جاؤ' تیرا رب بہتر جانتا ہے ان سے رونے کا سبب پوچھو! جبریل امین نے آکر پوچھا اور خبر دی تو آپ نے امت کے حوالے سے عرض کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جبریل حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جاکر کہو۔

انا سنرضیک فی امتک ولا نسئوک

میں آپ کو آپ کی امت کے حوالے سے راضی کروں گا اور آپ کو تکلیف میں نہ ڈالوں گا۔

تیسری دلیل، سورۃ مریم میں ارشاد ربانی ہے۔

یوم نحشر المتقین الی الرحمن وفداً ○ ونسوق المجرمین الیٰ جهنّم ورداً ○ لایملکون الشفاعة إلاّ من اتّخذ عندالرحمنٰ عهداً	جس دن ہم پرہیز گاروں کو رحمٰن کی طرف لے جائیں گے مہمان بنا کر اور مجرموں کو جہنم کی طرف ہانکیں گے پیاسے، لوگ شفاعت کے مالک نہیں مگر وہی جنھوں نے رحمٰن کے پاس قرار رکھا ہے۔
(مریم : ۸۵ تا ۸۷)	

ظاہر آیت بتا رہا ہے کہ اس سے مقصود یہ نہیں کہ مجرم، دوسروں کے لیے شفاعت کے مالک نہیں یا یہ کہ ان مجرموں کے لیے دوسرے شفاعت کے مالک نہیں، کیونکہ مصدر کی اضافت جیسے فاعل کی طرف جائز اور صحیح ہوتی ہے اسی طرح مفعول کی طرف بھی جائز ہوتی ہے۔ البتہ! ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ آیت مبارکہ کا دوسرے معنی لینا اولیٰ ہے کیونکہ پہلا معنی لینا تو واضح چیز کی وضاحت ہی قرار پائے گا، اس لیے کہ ہر کوئی جانتا ہے مجرم جنھیں دوزخ کی طرف ہانکا جا رہا ہے وہ دوسروں کی شفاعت کے مالک نہیں ہو سکتے، لہٰذا دوسرا معنی لینا ہی متعین ہے۔ جب یہ ثابت ہو گیا تو اب ہم کہتے ہیں آیت مبارکہ واضح کر رہی ہے کہ شفاعت اہل کبائر کے لیے ہے کیونکہ اس سے متصل فرمایا!

الا من اتخذ عند الرحمنٰ عهداً.	مگر وہی جنہوں نے رحمٰن کے پاس قرار رکھا۔
(مریم: ۸۷)	

صورت حال یہ ہے کہ مجرموں کا یہ استحقاق نہیں کہ کوئی غیر ان کی شفاعت کرے البتہ اس صورت میں جب اللہ کی طرف سے انہیں عہد ملا ہو اور جسے بھی اللہ کی طرف سے عہد ملا ہے وہ اس میں ضرور داخل ہوگا، صاحب کبیرہ کو اللہ سے عہد ملا ہے اور وہ توحید و اسلام ہے۔ لہٰذا وہ اس کے تحت داخل ہونگے، زیادہ سے زیادہ آپ یہ سوال اٹھا سکتے ہیں کہ یہود کو عہد ملا ہے اس لیے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں لہٰذا وہ بھی اس کے تحت میں داخل ہوں؟ ہم جواباً کہیں گے کہ یہود (کافر) کے لیے عدم شفاعت پر اجماع ہے جس کے پیش نظر انہیں ہم یہاں شامل نہیں کر سکتے۔ ہاں! ان کے علاوہ کو ہم شامل رکھیں گے۔

چوتھی دلیل، اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کی صفت بیان فرمائی۔

ولا یشفعون الا لمن ارتضی.	اور شفاعت نہیں کرتے مگر اس کے لیے جسے وہ پسند فرمائے۔
(الانبیاء ۲۸)	

وجہ استدلال یوں ہے صاحب کبیرہ اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ ہے اور جو اللہ کے ہاں پسندیدہ ہوگا وہ اہل شفاعت میں سے ہے۔ پہلے دعویٰ کی دلیل یہ ہے کہ فاسق باعتبار ایمان اور توحید کے اللہ کے ہاں پسندیدہ ہے اور جو شخص اس وصف کے اعتبار سے وہاں پسندیدہ ہے وہ ضرور وہاں مرتضٰی ہوگا کیونکہ مرتضٰی عنداللہ ''مرتضی عند اللہ بحسب ایمانہ'' کے مفہوم کا جز ہے، جب مرکب سچا ہے تو مفرد بھی سچا ہوگا، تو واضح ہو گیا صاحب کبیرہ اللہ کے ہاں مرتضٰی ہے جب یہ ثابت ہو گیا تو اس کا اہل شفاعت میں ہونا لازم ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ولا یشفعون الا لمن ارتضی تو یہاں شفاعت کی نفی ہے مگر مرتضٰی کے لیے نفی نہیں اور نفی سے استثناء اثبات ہوتا ہے، لہٰذا مرتضٰی لازمی طور پر اہل شفاعت میں شامل ہوگا۔ جب یہ ثابت ہو گیا کہ مرتضٰی شفاعت ملائکہ میں داخل ہے تو شفاعت انبیاء اور شفاعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ السلام کو لازماً شامل ہوگا کیونکہ ان میں فرق کا کوئی قائل نہیں۔

سوال: اگر کوئی کہے کہ اس استدلال پر دو طرح اعتراض ہے۔

وجہ اول: فاسق مرتضٰی نہیں لہٰذا وہ شفاعت ملائکہ میں لازماً داخل نہیں ہوگا اور جب وہ ان کی شفاعت کا اہل نہیں تو لازماً وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت میں بھی داخل نہ ہوگا۔ فاسق اپنے فسق و فجور کی وجہ سے مرتضٰی نہیں اور جو باعتبار فسق کے مرتضٰی نہیں وہ تمہارے والی دلیل کے مطابق بھی مرتضٰی نہیں ہو سکتا اور جب وہ مرتضٰی نہیں تو وہ شفاعت ملائکہ کا اہل بھی نہ ہوگا کیونکہ ارشاد مبارک ولا یشفعون الا لمن ارتضی، تمام سے شفاعت کی نفی کر رہا ہے۔ البتہ مرتضٰی کے حق میں ثابت ہے تو جب صاحب کبیرہ مرتضٰی نہیں تو وہ لازماً نفی شفاعت کے تحت ہی داخل ہوگا۔

وجہ ثانی: آیت مبارکہ سے یہ استدلال تب تام ہوگا جب ارشاد باری ولا یشفعون الا لمن ارتضی، کا معنی یہ ہو کہ ملائکہ شفاعت نہیں کریں گے مگر اس کی جسے اللہ تعالیٰ پسند

فرمالے اور اگر اس کا مفہوم یہ ہو کہ وہ نہیں شفاعت کریں گے مگر اللہ تعالیٰ جس کی شفاعت کو پسند فرمالے تو اب آیت کی دلالت نہ ہوگی' البتہ اس صورت میں ہوگی جب یہ ثابت ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ صاحب کبیرہ کی شفاعت پسند فرماتا ہے۔

پہلے کا جواب:

علم منطق میں ثابت ہے کہ مہمل جملے آپس میں متناقض نہیں ہوتے مثلاً زید عالم اور زید لیس بعالم آپس میں متناقض نہیں' کیونکہ ممکن ہے زید فقہ کا عالم ہو مگر عقائد کا عالم نہ ہو جب یہ ثابت ہے تو یہ دو جملے' صاحب الکبیرہ مرتضیٰ اور صاحب الکبیرہ لیس بمرتضیٰ کا آپس میں کوئی تناقض نہیں' اس لیے کہ ممکن ہے وہ دین کے اعتبار سے مرتضیٰ اور باعتبار فسق مرتضیٰ نہ ہو اور یہ بھی سامنے رہے جب وہ اسلام کے اعتبار سے مرتضیٰ ہے تو مسمّیٰ کا مرتضیٰ ہونا ثابت ہوگا جب مستثنیٰ محض اس کا مرتضیٰ ہوتا ہے تو صاحب کبیرہ کا مرتضیٰ ہونا باعتبار ایمان ثابت ہے' لہذا وہ استثناء کے تحت داخل اور مستثنیٰ منہ سے خارج ہوگا۔ جب اس کے بارے میں یہ ثابت ہوگیا تو وہ اہل شفاعت میں سے ہوگا۔

دوسرے کا جواب:

جواب اس کا یہ ہے کہ آیت کو اس معنی کہ وہ نہیں شفاعت کرتے مگر جسے اللہ پسند فرمائے'' پر محمول کرنا اولیٰ ہے۔ اس سے کہ اس کا یہ معنی کیا جائے'' وہ شفاعت نہیں کرتے مگر اللہ جس کی شفاعت پسند فرمائے کیونکہ پہلا معنی اللہ تعالیٰ کی رضا کی طرف راغب و متوجہ اور معاصی سے احتراز پر ابھارتا ہے' دوسرے معنی کے اعتبار سے یہ فائدہ آیت سے حاصل نہیں ہوتا اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے کلام کی ایسی تفسیر کرنا اولیٰ ہوتا ہے جس میں زیادہ فائدہ ہو۔

پانچویں دلیل' اللہ تعالیٰ کا کفار کے بارے میں فرمان ہے

فما تنفعهم شفاعة الشافعين — تو انھیں سفارشیوں کی سفارش کام نہ دے گی۔ (المدثر' ۴۸)

یہاں کفار کو مخصوص کیا گیا ہے تو ضروری ہے۔ مسلمان کا حال مسئلہ خطاب کی بنا پر اسکے مخالف ہوگا۔

چھٹی دلیل' اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا

واستغفر لذنبک وللمومنین والمؤمنات. (محمد' ۱۹) — اور اے محبوب! اپنے خاصوں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو۔

یہ ارشاد مبارک واضح کر رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام اہل مرد اور خواتین کے لیے استغفار کا حکم دیا ہے اور ہم نے پیچھے الذین یومنون بالغیب کے تحت واضح کیا تھا کہ صاحب کبیرہ مومن ہے۔ جب وہ مومن ہے تو اس کے لیے آپ کی استغفار بھی ثابت ہوگی۔ جب معاملہ یوں ہے تو اللہ تعالیٰ اسے مغفرت بھی عطا فرمائے گا' ورنہ لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی دعا رد فرمانے کے لیے آپ کو دعا کا حکم دے رہا ہے جو محض تحقیر اور ایذاء ہے اور یہ چیز نہ اللہ تعالیٰ کے شایان شان ہے اور نہ ہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے' تو واضح ہوگیا جب اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عاصیوں اور گناہ گاروں کے لئے دعا کا حکم دیا ہے تو وہ دعا قبول بھی فرمائے گا اور یہ بات تبھی پوری ہوگی جب اللہ تعالیٰ انہیں معاف فرمادے اور شفاعت سے یہی مراد ہے۔

ساتویں دلیل' اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے

و اذا حُيِّيْتُم بتحية فحيُّوا باحسن منها اَوْ ردّوها اِنّ الله كان علىٰ كلّ شيء حسيباًo (النساء' ۸۶) — اور جب تمہیں کوئی کسی لفظ سے سلام کرے تو تم اس سے بہتر لفظ جواب میں کہو یا وہی کہہ دو۔ بے شک اللہ ہر چیز پر حساب لینے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے تمام لوگوں کو حکم دیا ہے جب انہیں کوئی تحیہ کہے تو اس کے بدلہ میں اس سے بہتر یا اس کی مثل لوٹائے' ہمیں اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تحیہ پیش کرنے کا یوں حکم دیا ہے۔

یا ایھا الذین امنوا صلوا علیه وسلموا تسلیما (الاحزاب ' ۵۶)	اے ایمان والو! ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔

صلاۃ ' اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت ہے اور اس کے تحیہ ہونے پر کوئی شک نہیں جب ہم اللہ تعالیٰ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے طلب کرتے ہیں تو فرمان باری تعالیٰ "فحیوا باحسن منھا او ردوھا" کا تقاضا ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ السلام بھی تمام مسلمانوں کے لیے اللہ تعالیٰ سے رحمت طلب کریں اور یہی شفاعت کا مفہوم ہے۔ پھر ہم سب کا اتفاق ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا رد نہیں ہوتی تو ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی شفاعت کو تمام مسلمانوں کے حق میں قبول فرمائے اور یہی ہمارا مطلوب ہے۔

آٹھویں دلیل' باری تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جآء وک	اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو
فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول	اے محبوب! تمہارے حضور حاضر ہوں۔
لوجدوا اللہ توابا رحیما	اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان
(النساء' ۶۴)	کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

یہاں آیت مبارکہ میں توبہ کا ذکر نہیں' حالانکہ یہ آیت بتا رہی ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گناہ گاروں اور ظالموں کی سفارش کریں تو اللہ تعالیٰ انہیں معاف فرما دیتا ہے۔ یہ بات واضح کر رہی ہے کہ دنیا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اہل کبائر کے حق میں مقبول ہے۔ تو اب آخرت میں بھی وہ مقبول ہوگی کیونکہ ان دونوں میں فرق کا کوئی قائل نہیں۔

نویں دلیل' ہم سب کا اتفاق ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے لازماً مقام شفاعت ثابت ہے' اب اس کا فائدہ یا تو بصورت اضافہ منافع ہوگا یا بصورت ازالہ نقصان' اول صورت باطل ہے ورنہ لازم آئے گا ہم بھی حضور کی شفاعت کرنے والے بن جائیں۔ اس لیے کہ جب ہم کہتے ہیں "اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد" تو اس کے

ذریعے اللہ تعالیٰ سے آپ کے فضل و شرف پر اضافہ مانگتے ہیں۔ جب یہ صورت باطل ہے تو دوسری ہی ہوگی اور وہی ہمارا مطلوب و مقصود ہے۔

سوال و جواب:

اگر کوئی یہ کہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے شفاعت کرنے کا اطلاق دو وجہ سے ہم پر نہیں ہوسکتا۔

وجہ اول: شفیع کے لیے ضروری ہے کہ وہ مشفوع لہ (جس کے لیے شفاعت ہے) سے رتبہ میں اعلیٰ ہو' ہم اگرچہ آپ علیہ الصلوٰۃ السلام کے لیے خیر طلب کرتے ہیں مگر چونکہ ہمارا رتبہ آپ سے ادنیٰ ہے' لہذا ہم پر شافع کا اطلاق درست نہیں۔

وجہ ثانی: شیخ ابوالحسین کہتے ہیں غیر کے لیے منافع کا سوال اس وقت شفاعت بنتا ہے جب منافع اسی سوال کی بنا پر ہوں کہ اگر سوال نہ ہوتا تو وہ منافع بھی نہ ہوتے' یا اس سوال کی فعل میں کوئی تاثیر و فائدہ ہو اور اگر وہ فعل منافع ہے' خواہ ان کا سوال ہو یا نہ ہو اور سائل کی غرض فقط مسئول کا تقرب ہو اگرچہ مسئول لہ (جس کے لیے سوال ہے) اس سوال سے منفعت زائد کا مستحق نہ بنا ہو تو یہ اس کے لیے شفاعت نہ ہوگی' مثلاً بادشاہ نے بیٹے کو ولایت دینے کا عزم کر لیا اور بعض دوستوں نے اسے اس پر ابھارا بھی ہو لیکن اس نے یہ عمل کرنا ہی تھا' خواہ وہ اسے کہتے یا نہ کہتے تو اس وقت ان لوگوں کا مقصد اس کے ہاں فقط تقرب ہے تاکہ انہیں اس کے ہاں مقام و مرتبہ مل جائے' اب یہ نہیں کہا جاسکتا کہ انھوں نے ابن سلطان کی سفارش کی ہے' یہی ہمارا حال ہے جب ہم اللہ تعالیٰ سے حق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سوال کرتے ہیں لہذا ہمارا شافع ہونا ہرگز درست نہیں۔

پہلی وجہ کا جواب:

ہم یہ تسلیم ہی نہیں کرتے کہ شفاعت میں رتبہ معتبر ہے۔ دلیل یہ ہے کہ شفیع کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ شفع (جفت) سے ہے اور اس مفہوم میں رتبہ کا اعتبار نہیں تو ان کا قول رتبہ والا

باطل ہو جائے گا اور اس وجہ سے سوال ثانی بھی ساقط ہو جاتا ہے لیکن ہم دوسرے سوال کے جواب میں یہ بھی کہتے ہیں کہ ہم اگرچہ اس بات کا یقین رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو اکرام وعظمت عطا فرماتا ہے۔ خواہ امت اس کا سوال کرے یا نہ کرے لیکن ہمیں اس بات کا یقین نہیں کہ سوال امت کی بنا پر آپ کے اکرام میں یوں اضافہ جائز نہیں کہ اگر امت کا سوال نہ ہوتا تو وہ اضافہ حاصل نہ ہوتا تو جب یہ احتمال جائز ہے تو اب ہمارے رسول کے لیے شافع ہونے کا اعتقاد بھی جائز ہی رہے گا اور جب یہ چیز (امت کا شافع ہونا) بالاتفاق باطل ہے تو ان کا قول بھی باطل ہوگا۔

دسویں دلیل' اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کی یوں صفت بیان فرمائی ہے۔

الذین یحملون العرش ومن حوله یسبّحون بحمد ربّهم ویؤمنون به ویستغفرون للّذین امنوا ربّنا وسعتَ کلّ شيء رحمةً وّعلماً فاغفر للّذین تابوا واتبعُوا سبیلک وقهم عذاب الجحیم (غافر ' ۷)

اور وہ جو عرش اٹھاتے ہیں اور جو اس کے گرد ہیں اپنے رب کی تعریف کے ساتھ اس کی پاکیزگی بولتے ہیں اور اس پر ایمان لاتے اور مسلمانوں کی مغفرت مانگتے ہیں' اے رب ہمارے! تیرے رحمت وعلم میں ہر چیز کی سمائی ہے تو انھیں بخش دے جنھوں نے توبہ کی اور تیری راہ پر چلے اور انہیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔

صاحب کبیرہ اہل ایمان میں سے ہے لہذا یہ ان لوگوں میں شامل رہے گا جن کے لیے ملائکہ مغفرت طلب کرتے ہیں' زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس کے بعد ہے۔

فاغفر للذین تابوا واتبعوا سبیلک وقهم عذاب الجحیم (غافر ' ۷)

تو انھیں بخش دے جنھوں نے توبہ کی اور تیری راہ پر چلے اور انہیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔

لیکن یہ عام کو خاص نہیں کرسکتا' اس لیے کہ اصول فقہ میں ثابت ہے جب لفظ عام

کے بعد اس کے بعض اقسام کا ذکر آئے تو وہ اس عام کو تخصیص کے ساتھ خاص نہیں بناتا۔

گیارہویں دلیل: اہل کبائر کے لیے شفاعت پر احادیث شاہد ہیں' ہم یہاں تین کا ذکر کر رہے ہیں۔

حدیث اول: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

شفاعتی لاهل الکبائر من امتی. — میری شفاعت میری امت کے اہل کبائر کے لیے ہے۔

معتزلہ اس پر تین طرح اعتراض کرتے ہیں۔

پہلا اعتراض: یہ خبر واحد ہے اور قرآن کے خلاف ہے۔ ہم نے متعدد آیات نفی شفاعت پر بیان کیں ہیں اور جب غیر واحد قرآن کے خلاف ہو تو اس کا رد ضروری ہے۔

دوسرا اعتراض: یہ واضح کر رہی ہے کہ شفاعت صرف اہل کبائر کے لیے ہی ہے' اور یہ درست نہیں' اس لیے کہ شفاعت آپ کا منصب عظیم ہے۔ اسے فقط اہل کبائر کے لیے مخصوص کرنا اور مستحق ثواب کو محروم کرنا جائز نہیں' کیونکہ اسے کم از کم برابر ہی تصور کر لیا جائے۔

تیسرا اعتراض: یہ مسئلہ' مسائل فرعیہ میں سے نہیں' لہذا اس میں ظن اور خبر واحد پر اکتفاء جائز نہیں اور خبر واحد ظن کی مفید ہوتی ہے۔ لہذا یہاں اس روایت سے استدلال درست نہیں اور اگر ہم اس کی صحت تسلیم بھی کرلیں تو اس میں پھر بھی کئی احتمالات ہیں۔

احتمال اول: لفظ کبیرہ لغت اور عرف شرع میں معصیت کے ساتھ مختص نہیں' بلکہ یہ طاعت کو بھی شامل ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے نماز کے بارے میں فرمایا وانها لکبیرة الا علی الخاشعین' جب بات یوں ہے تو آپ کے ارشاد اہل الکبائر سے ضروری نہیں کہ مراد اہل معاصی کبیرہ ہوں' بلکہ ممکن ہے اہل طاعات کبیرہ مراد ہوں۔

اگر یہ سوال ہو کہ ہم مانتے ہیں لفظ کبیرہ طاعات و معاصی دونوں کو شامل ہے لیکن اهل الکبائر جمع اور اس پر الف لام ہے جو عموم پر دال ہے لہذا یہ حدیث لازماً تمام اہل کبائر کے لیے ثبوت شفاعت پر دال ہوگی' خواہ وہ اہل طاعات کبیرہ ہوں یا اہل معاصی کبیرہ۔

ہم جواباً کہیں گے لفظ الکبائر اگرچہ عموم کے لیے ہے مگر لفظ "اہل" مفرد ہے جو عموم

پر دال نہیں تو صدق خبر کے لیے اہل کبائر میں سے شخص واحد کا ہونا کافی ہے‘ تو ہم اسے اس شخص پر محمول کرلیں گے جو طاعات بجالانے والا ہے‘ کیونکہ تقاضا حدیث پر عمل کے لیے اس پر عمل کافی ہے۔

احتمال ثالث: ہم مان لیتے ہیں اہل الکبائر کا اطلاق اہل معاصی کبیرہ پر ہی ہے لیکن یہ عام ہیں بعد از توبہ یا قبل از توبہ دونوں ہو سکتے ہیں۔ ہم حدیث کو بعد از توبہ والوں پر محمول کرتے ہیں اور شفاعت کا یہ فائدہ ہو کہ فسق سے پہلے طاعت کے ثواب پر جو کمی آئی اس کا ازالہ ہوجائے‘ چلو ہم تسلیم کرلیتے ہیں کہ اس حدیث کی دلالت تمہارے قول کے مطابق ہی ہے مگر یہ اس کے دیگر الفاظ کے منافی ہے۔ ”اشفاعتی لاهل الكبائر من امتی“ یہاں ہمزہ استفہام ہے جو انکار پر دال ہے‘ امام حسن نے حضور علیہ السلام سے یوں بھی نقل کیا ہے۔

ما ادخرت شفاعتی الا لاهل الكبائر من امتی.	میں نے اپنی شفاعت اپنی امت کے اہل کبائر کے لیے ہی محفوظ رکھی ہوئی ہے۔

واضح رہے! انصاف کی بات یہی ہے کہ ایسے مسئلہ پر فقط اس ایک روایت سے ہی استدلال ممکن نہیں‘ البتہ باب شفاعت میں جو روایات مروی ہیں ان ساری روایات کے مجموعہ سے استدلال ہونا چاہیے اور وہ تمام ان تاویلات کے ساقط و باطل ہونے پر دال ہیں۔

حدیث ثانی: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے‘ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کے لیے ایک مقبول دعا ہے اور ہر نبی نے اس میں جلدی کی ہے۔ لیکن میں نے اپنی دعا بطور شفاعت اپنی امت کے لیے محفوظ رکھی ہوئی ہے‘ وہ انشاء اللہ اسے ملنے والی ہے جو میری امت میں فوت ہوا اور اس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنایا (اسے امام مسلم نے صحیح میں نقل کیا) اور اس سے استدلال یہ ہے کہ یہ روایت صریح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت ہر اس امتی کو ملے گی جس نے اللہ کے ساتھ کسی شی کو شریک نہیں بنایا اور صاحب کبیرہ بھی شرک کرنے والا نہیں تو وہ لازمی طور پر شفاعت پائے گا۔

حدیث ثالث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں دستی کا گوشت پیش کیا گیا اور اس کو آپ پسند فرمایا کرتے۔

آپ نے دانتوں کے ساتھ توڑ کر کھایا‘ پھر فرمایا: میں روز قیامت سربراہ ہوں گا تم جانتے ہو کیسے؟ عرض کیا یا رسول اللہ! نہیں فرمایا: اللہ تعالیٰ تمام اولین و آخرین کو ایک مقام پر جمع فرمائے گا حتیٰ کہ وہ داعی کی آواز کو سنیں گے اور آنکھیں انہیں دیکھیں گی‘ سورج قریب ہوگا لوگ غم و اضطراب میں بے بس ہونگے‘ ایک دوسرے سے کہیں گے تم اس حالت کو دیکھ نہیں رہے‘ کیا تم ان کے پاس کیوں نہیں جاتے جو رب تعالیٰ کی بارگاہ میں شفاعت کریں‘ پھر مشورہ ہوگا کہ تمہارے والد سیدنا آدم ہیں۔ پس ان کے پاس آ کر عرض کریں گے اے آدم! آپ ابوالبشر ہیں‘ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنے دست اقدس سے بنایا اور اس میں اپنی روح پھونکی۔ ملائکہ کو سجدہ کا حکم دیا۔ اپنے رب کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کرو۔ تم ہمارا حال دیکھ رہے ہو‘ ہم کس حال میں ہیں؟ حضرت آدم کہیں گے میرا رب آج اسقدر غضب میں ہے‘ نہ اس سے پہلے کبھی اتنا غضبناک ہوا اور نہ بعد میں ہوگا‘ اس نے مجھے درخت سے منع فرمایا مجھ سے لغزش ہوگئی‘ مجھے اپنی فکر ہے کسی اور کے پاس جاؤ۔ تم حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ‘ وہ حضرت نوح علیہ السلام کی خدمت میں آ کر عرض کریں گے‘ آپ زمین والوں کی طرف پہلے رسول ہیں‘ آپ کو اللہ نے عبد شکور فرمایا ہے۔ اپنے رب کی بارگاہ میں ہماری سفارش کرو تم ہمارا حال ملاحظہ کر ہی رہے ہو؟ وہ فرمائیں گے میرا رب آج اتنا غضب میں ہے‘ نہ اس سے پہلے اتنا غضب میں ہوا اور نہ کبھی ہوگا‘ میں نے اپنی قوم کے خلاف دعا کر دی تھی تم کسی دوسرے نبی کے پاس جاؤ‘ تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ‘ تمام لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آ کر عرض کریں گے‘ آپ اللہ تعالیٰ کے نبی خلیل ہیں‘ اپنے رب کے حضور ہماری سفارش کرو‘ ہماری حالت تم دیکھ ہی رہے ہو۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام فرمائیں گے میرا رب آج اس قدر غضب میں ہے‘ نہ پہلے کبھی اتنا غضب میں ہوا اور نہ کبھی ہوگا۔ مجھے اپنے معاملات یاد آ رہے ہیں‘ نفسی نفسی تم کسی دوسرے کے پاس جاؤ۔ تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ‘ تمام اہل محشر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آ کر عرض کریں گے آپ اللہ کے رسول ہیں آپ کو اللہ نے رسالت اور کلام کے ذریعے باقی لوگوں سے فضیلت بخشی۔ اپنے رب کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کرو‘ تم ہماری حالت دیکھ ہی رہے ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ

السلام فرمائیں گے' بلاشبہ میرا رب آج اسقدر غضب میں ہے کہ اس طرح نہ پہلے ہوا اور نہ بعد میں ہوگا۔ میں نے ایک آدمی کو قتل کر دیا' حالانکہ حکم نہ تھا۔ نفسی نفسی! تم کسی اور کے پاس جاؤ۔ تم حضرت عیسیٰ بن مریم کے پاس جاؤ' وہ ان کے پاس آکر عرض کریں گے آپ اللہ کے رسول اور کلمہ ہیں جو حضرت مریم کو القا ہوئے اور اس کا روح' تم نے مہد میں گفتگو کی' تم ہمارا حال ملاحظہ کر رہے ہو۔ ہمارے رب کے حضور سفارش کرو۔ آپ فرمائیں گے میرا رب اسقدر غضب میں ہے کہ نہ پہلے تھا اور نہ بعد میں ایسا ہوگا' البتہ اپنی کوئی لغزش بیان نہیں کریں گے اور کہیں گے کہ تم کسی دوسرے کے پاس جاؤ۔ تم حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جاؤ پھر تم میرے پاس آؤ گے اور یوں کہو گے یا محمد! آپ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں' اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے پچھلے تمام معاملات پر مغفرت کی بشارت عطا فرمائی ہے۔ اپنے رب کے حضور ہماری سفارش کریں' تم ہمارا حال ملاحظہ کر رہے ہو۔ میں حاضر ہو کر اپنے رب سے اذن طلب کروں گا جیسے اجازت مل جائے گی جب میں اپنے رب کو دیکھوں گا تو سجدہ میں گر پڑوں گا' وہ مجھے حالت سجدہ میں جتنا چاہے گا رہنے دے گا' پھر مجھے فرمائے گا۔

یا محمد ارفع رأسک وقل تسمع وسل تعطہ واشفع تشفع. اپنا سر اٹھاؤ اور کہو مانا جائے گا' مانگو عطا کیا جائے گا' شفاعت کرو قبول کی جائے گی۔

میں اپنے رب کی حمد کروں گا ایسی محامد کے ساتھ جس کی مجھے تعلیم دے گا۔ پھر میں شفاعت کروں گا۔ میرے لیے تعداد مقرر کی جائے گی جنہیں میں جنت میں داخل کروں گا۔ پھر واپس آؤں گا۔ میں اپنے رب تبارک وتعالیٰ کو دیکھ کر حالت سجدہ میں جاؤں گا۔ وہ مجھے اس حال میں جتنا چاہے گا رہنے دے گا' پھر فرمائے گا سر اٹھاؤ' کہو سنی جائے گی' مانگو عطا ہوگا' شفاعت کرو قبول کی جائے گی' پھر اپنے رب کی حمد ایسے کلمات کے ساتھ کروں گا جن کی وہ مجھے تعلیم دے گا' پھر میں شفاعت کروں گا وہ میرے لیے مقدار مقرر فرمائے گا۔ میں انھیں جنت میں داخل کروں گا' پھر واپس آؤں گا میں اپنے رب کو دیکھ کر حالت سجدہ میں گر پڑوں گا' وہ مجھے اس حالت میں جسقدر چاہے گا رہنے دے گا' پھر فرمائے گا یا **محمد** سر اقدس اٹھاؤ کہو سنا جائے گا' مانگو عطا کیا جائے گا اور شفاعت کرو قبول کی جائے گی' میں اپنے رب کی حمد کروں

گا ایسی محامد کے ساتھ جن کی تعلیم وہ مجھے عطا فرمائے گا' پھر شفاعت کروں گا میرے لیے ایک مقدار مقرر کی جائے گی جنہیں میں جنت میں داخل کروں گا' پھر لوٹ کر آؤں گا اور عرض کروں گا یا رب یا رب! دوزخ میں وہی ہیں جنہیں قرآن نے روک لیا ہے۔ یعنی جن کے لیے دوزخ دائمی ہے۔ اس روایت کو ان الفاظ کے ساتھ بخاری و مسلم نے نقل کیا ہے۔ معتزلہ نے اس پر اور دیگر روایات پر ان وجوہ سے گفتگو کی ہے۔

وجہ اول: یہ طویل روایات ہیں' ان میں الفاظ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ضبط ممکن نہیں' ظاہر یہی ہے کہ راوی اپنے الفاظ میں ذکر کر دیتے ہیں۔ لہذا اس صورت میں انہیں حجت نہیں بنایا جاسکتا۔

وجہ ثانی: یہ واقعہ واحد کے بارے میں ہے اور یہ زیادات اور نقصانات کے ساتھ مروی ہے اس سے بھی مذکورہ اتہام کی تائید ہوتی ہے۔

وجہ ثالث: یہ روایات تشبیہ پر مشتمل ہیں جو باطل ہے اور یہ بات بھی اتہام کو پختہ کرتی ہے۔

وجہ رابع: یہ ظاہر قرآن کے خلاف ہیں جس کی وجہ سے ہمارے بیان کی مزید تائید ہو جاتی ہے۔

وجہ خامس: یہ ایسے عظیم واقعہ کی خبر ہے جس کی نقل کے دواعی زیادہ تھے' اگر یہ درست ہوتا تو یہ بطور تواتر منقول ہوتیں' حالانکہ ایسا نہیں جو ہماری بات کو خوب تقویت دے رہا ہے۔

وجہ سادس: مسائل قطعیہ میں خبر واحد سے استدلال درست نہیں' کیونکہ یہ تو ظن کا فائدہ دیتی ہے۔

اہل سنت کا جواب:

اہل سنت نے ان اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: یہ روایات اگرچہ احاد ہیں مگر بہت زیادہ ہیں اور تمام میں قدر مشترک یہ ہے کہ شفاعت کی وجہ سے اہل عذاب کو دوزخ سے نکالا جائے گا' تو اس معنی کے اعتبار سے یہ متواتر قرار پاتی ہیں' لہذا یہ حجت ہوں گی

واللہ اعلم

معتزلہ کے دلائل کارد۔

معتزلہ کے تمام دلائل کا جواب ایک جملہ میں یوں دیا جاسکتا ہے کہ تمہارے دلائل سے شفاعت کی تمام اقسام کی نفی ہوجاتی ہے اور ہمارے دلائل سے ایسی شفاعت ثابت ہوتی ہے جو شفاعت خاصہ ہے۔ خاص اور عام کے درمیان جب تعارض ہوجائے تو خاص عام پر مقدم ہوتا ہے' لہذا ہمارے دلائل تمہارے دلائل پر مقدم ہونگے لیکن ہم ان کی ہر دلیل کا مستقل جواب بھی ضروری دینا چاہتے ہیں۔

پہلی دلیل کارد:

انہوں نے ولا یقبل منها شفاعة (نفس سے شفاعت قبول نہیں کی جائے گی) سے استدلال کیا ہے۔ ہمیں تسلیم ہے اعتبار خصوصی سبب کا نہیں' عموم الفاظ کا ہوتا ہے لیکن ایسے عام کی سبب خاص کے ساتھ تخصیص ادنی دلیل سے ہوجاتی ہے' جب ثبوت شفاعت پر کثیر دلائل موجود ہیں تو ان کی وجہ سے یہاں تخصیص ماننا لازمی ہے۔

دوسری کارد:

ارشادگرامی ماللظالمین من حمیم ولا شفیع یطاع سے استدلال کا جواب یہ ہے اس کی نقیض ومخالف للظالمین حمیم و شفیع (ظالموں کے لیے دوست اور شفیع) ہے اور یہ موجبہ کلیہ ہے' جس کی نقیض سالبہ جزئیہ آتی ہے اور صدق کے لیے سلب کا تمام صورتوں میں تحقق ضروری نہیں' بلکہ بعض صورتوں میں پایا جانا کافی ہوتا ہے۔

جب یہ حقیقت ہے تو ہم کہتے ہیں بعض ظالموں کے لیے نہ دوست ہوگا اور نہ مقبول شفیع اور کفار کی یہی صورت حال ہے لیکن ہر ایک سے شفیع اور دوست کا انکار ہرگز جائز نہیں۔

تیسری کارد:

ارشادگرامی من قبل ان یاتی یوم لابیع فیه ولا خلة ولا شفاعة سے استدلال کا جواب وہی ہے جو پہلی دلیل کا ہے۔

چوتھی کارد:

ارشادگرامی وما للظالمین من انصار سے استدلال کا جواب یہ ہے اس کی نقیض سامنے لاؤ' وہ للظالمین انصار موجبہ کلیہ ہے اور وما للظالمین من انصار سالبہ جزئیہ ہے' اس کا مدلول سلب عموم ہے جو عموم سلب کا مفید نہیں ہوتا۔

پانچویں کارد:

ارشادگرامی فما تنفعهم شفاعة الشافعین سے استدلال کا جواب یہ ہے کہ یہ کفار کے بارے میں ہے' اس تخصیص کی بنا پر یہ نشاندہی کر رہی ہے کہ اہل ایمان کے حق میں حکم اس کے برعکس ہی ہوگا یعنی انہیں شفاعت نفع دے گی۔

چھٹی دلیل کارد:

ارشادگرامی ولا یشفعون الا لمن ارتضی' اس پر تفصیلی گفتگو پہلے گزر چکی ہے۔

ساتویں کارد:

اہل اسلام کی دعا ''اللهم اجعلنا من اهل شفاعة محمد صلی الله علیه وسلم'' سے استدلال کا جواب یہ ہے ہمارے نزدیک شفاعت کا فائدہ امر مطلوب کا حصول ہے اور وہ استحقاق ہے' زائد منافع کے حصول اور معاصی پر استحقاق نقصان کے دفع کے درمیان قدر مشترک ہے اور یہ قدر مشترک اس پر موقوف نہیں کہ آدمی عاصی ہی ہو' لہذا اعتراض از خود ختم ہوگیا۔

آٹھویں کارد:

ارشادمبارک ''وان الفجار لفی حجیم'' سے استدلال کا جواب مسئلہ وعید میں انشاء اللہ آرہا ہے۔

نویں کارد:

ان کا یہ کہنا کہ ایسی کوئی دلیل موجود نہیں جو واضح کرے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل کبائر کی شفاعت کی اجازت دی ہے۔ غلط و ممنوع ہے۔ ہم نے سابقہ گفتگو میں اس پر کسی قدر دلائل فراہم کر دیئے ہیں۔

دسویں کا رد:

ملائکہ کے بارے میں تھا فاغفر للذین تابوا، ہم نے پہلے بیان کر دیا تھا کہ آیت کے آخری حصہ کا خصوص اول حصہ کے عموم کے مانع نہیں بن سکتا۔

اس کے بعد انھوں نے جو احادیث بطور استدلال ذکر کی ہیں ان سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کچھ لوگوں کی یا بعض مواقع پر قیامت میں شفاعت نہیں فرمائیں گے، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اہل کبائر تمام میں سے کسی کی شفاعت نہیں کریں گے اور نہ ہی یہ لازم آتا ہے کہ تمام مواقع پر شفاعت نہیں کریں گے۔ تفصیلی گفتگو سے یہ بات سامنے آچکی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے واضح کر دیا ہے کہ شفاعت اللہ تعالیٰ کے اذن سے ہوگی۔ ممکن ہے بعض مقامات اور بعض اوقات میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذن نہ ہو لیکن دوسرے اوقات و مقامات پر آپ کو اذن شفاعت حاصل ہو۔ واللہ اعلم۔

فلاسفہ اور شفاعت:

شفاعت کے بارے میں فلاسفہ کی رائے یہ ہے کہ ذات واجب الوجود کا فیض عام اور جود تام ہے کہ وہ حاصل ہی نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اسقدر استعداد کسی میں کہاں؟ البتہ یہ ظاہر ہے کہ وہ فیض اسی شئی سے حاصل کیا جائے جس نے واجب سے حاصل کیا ہو تو وہ شئی اب واجب اور شئی اول کے درمیان واسطہ بن جائے گی اسکی محسوس مثال یوں ہے۔

سورج اپنے مقابل کو ہی روشن کرتا ہے، گھر کا اندرونی چھت اس کے مقابل نہیں۔ لہذا اس میں شمس سے قبول نور کی استعداد نہیں، ہاں صاف پانی سے بھر کر طشت رکھ دی جائے اور اس میں سورج کی روشنی پڑے تو اس کا عکس چھت تک جاسکتا ہے۔ تو اب صاف پانی سورج کے نور اور چھت کے درمیان رابطہ بن گیا، ارواح انبیاء کرام علیہم السلام ارواح عامہ تک فیض واجب پہچانے کے لیے واجب اور ارواح خلق کے درمیان واسطہ ہیں۔ یہ انھوں نے اپنے اصولوں کے مطابق شفاعت کے بارے میں رائے دی ہے۔

میلاد پاک صاحب لولاک ﷺ

ابوالحقائق علامہ محمد رمضان الحق النوری رحمہ اللہ تعالیٰ

و صلی اللہ علی نورٍ کزو شد نورہا پیدا
زمین از حب او ساکن فلک در عشق او شیدا

﴿قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتَابٌ مُّبِيْنٌ﴾-----[المائدۃ:۱۵]

''بے شک آیا تمہارے پاس خدا کی طرف سے ایک بڑا نور اور کتاب روشن''۔

اہل علم حضرات فرماتے ہیں کہ یہاں نور سے مراد محمد ﷺ ہیں۔ اس آیۂ کریمہ میں حضور پرنور ﷺ کے ''میلاد مبارک'' کا ایک انوکھا اور نرالا بیان ہے کہ اس کا ایک ایک لفظ نعت مصطفیٰ ﷺ کا خزینہ، قلب عاشق کا سکینہ اور واقعہ میلاد کا منور آئینہ ہے۔

قَدْ

غور فرمایئے! یہ آیت پاک حرف قد سے شروع کی گئی جو یہ بتایا کرتا ہے کہ اب جو خبر دی جاتی ہے اس کی سامعین کو امید اور توقع تھی، اسی لیے اسے حرف توقع کہتے ہیں، جس میں اشارہ ہے کہ لوگوں کو حضور ﷺ کی تشریف کا آوری کی امیدیں تھیں اور جانتے تھے کہ محبوب ﷺ تشریف لانے والے ہیں اور کیوں نہ جانتے جب کہ تمام رسول اپنی اپنی امتوں کو بشارتیں دیتے آئے اور عہد لیتے آئے کہ نبی آخر الزمان تشریف لانے والے ہیں۔ جب وہ تشریف لے آئیں تو ان پر ایمان لانا اور ان کی اطاعت کرنا۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، الخصائص الکبریٰ، جلد۱، صفحہ ۹،۸ میں تحریر فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

لم یزل اللہ تعالیٰ یتقدم فی النبی ﷺ الی آدم فمن بعدہ و لم تزل الامم تتباشر بہ و تستفتح بہ-----

''ہمیشہ اللہ تعالیٰ حضرت محمد رسول اللہ کے بارے میں آدم علیہ السلام اور ان کے بعد انبیاء علیہم الصلوٰۃ و السلام سے پیشین گوئی فرماتا رہا اور تمام امتیں

حضور ﷺ کی تشریف آوری کی خوشیاں مناتی رہیں اور حضور ﷺ کے توسل سے اپنے اعداء پر فتح مانگتیں آئیں"-----

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَمَّا جَاءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ﴾-----[البقرة:۸۹]

"اس نبی کے ظہور سے پہلے کافروں پر اس کے وسیلہ سے فتح چاہتے۔ پھر جب وہ جانا پہچانا ان کے پاس تشریف لایا تو منکر ہو بیٹھے"۔

مدارج النبوۃ میں ہے کہ ہمیشہ نبی آخر الزماں ﷺ کے انتظار میں رہتے تھے اور مرتے وقت وصیت نامہ لکھ کر اپنے لڑکوں کو دیتے اور کہتے:

بہ آں حضرت ﷺ سلام ما رسانید و بگوید ما در اشتیاق تو جاں دادیم و با یمان تو از عالم رفتیم-----

"اس محبوب کو ہمارا سلام پہنچانا اور کہنا کہ ہم نے تیرے اشتیاق میں جاں دی اور تیرے ساتھ ایمان لا کر دنیا سے چلے گئے"۔

تو گویا فرمایا کہ تمہیں اپنے عہدوں کی وفا کرنی اور خوشیاں منانی چاہیے کہ جس محبوب کی امیدیں تھیں وہ آگیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

﴿قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ بِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا﴾-----[یونس:۵۸]

"فرماؤ! اللہ کے فضل و رحمت کے سبب خوشیاں منائیں"۔

اور فرمایا کہ جس کے تم طالب تھے، وہ آگیا ہے، لہٰذا تمہیں اس کی قدر کرنی چاہیے کہ نعمت کی (خصوصاً وہ نعمت جس کی خواہش و طلب کے بعد آمد ہو) قدر نہ کرنا باعثِ جرم و عدم رضا بنتا ہے۔ چنانچہ جب عیسیٰ علیہ السلام کی امت نے خوان نعمت (مائدہ) طلب کیا تو اللہ نے مائدہ کے طلب گاروں کو فرمایا:

﴿اِنِّىْ مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ فَمَنْ يَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَاِنِّىْۤ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّاۤ اُعَذِّبُهٗۤ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ﴾-----[المائدۃ:۱۱۵]

"میں اسے تم پر اتارتا ہوں پھر اب جو تم میں سے کفر کرے گا تو بے شک اسے وہ عذاب دوں گا کہ سارے جہان میں کسی پر نہ کروں گا"۔

پھر اس حرف قــد کا یہ شان ہے کہ گزشتہ واقعہ کو قریب حال بتا دیتا ہے۔ اسی لیے اسے حرف

تقریب بھی کہتے ہیں۔ تو قیامت تک جب یہ آیۂ کریمہ پڑھی جائے گی، محبوب اکرم ﷺ کی تشریف آوری کا تصور تازہ ہوگا کہ گویا اب تشریف لائے۔

جاء

پھر جاء خبر دیتا ہے کہ یہ نورِ عظیم منتقل ہوتا چلا آیا ہے۔ جس اجمال کی قدرے تفصیل یہ ہے کہ رب العالمین نے اصل العالمین سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذاتِ مبارکہ کو اپنی بے مثل ذات سے بلا واسطہ پیدا فرمایا اور دوسری تمام مخلوقات کو حضور ﷺ کی طفیل، حضور ﷺ کے صدقے پیدا فرمایا۔ صحیح حدیث شریف میں ہے کہ حضور پر نور ﷺ نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

يَا جَابِرُ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى خَلَقَ قَبْلَ الْاَشْيَاءِ نُوْرَ نَبِيِّكَ مِنْ نُّوْرِهٖ-----

"اے جابر! بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کے نور کو اپنے نور سے بلا واسطہ پیدا فرمایا"۔

ایک اور صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِىْ وَ مِنْ نُّوْرِىْ خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ-----

"سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرا نور پیدا فرمایا اور میرے ہی نور سے باقی تمام چیزوں کو پیدا فرمایا"۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، مدارج النبوۃ، جلد ۲، صفحہ ۲ میں فرماتے ہیں کہ حدیث اول ما خلق اللہ نوری صحیح ہے۔

مطالع المسرات میں ہے کہ اس حدیث کے ہم معنی کئی اور حدیثیں بھی ہیں۔ تیسری حدیث میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

كُنْتُ اَوَّلَ الْاَنْبِيَاءِ خَلْقًا وَّ اٰخِرَهُمْ بَعْثًا-----

"میں پیدا ہونے میں سب سے اول ہوں اور بعث میں سب سے آخر"۔

اسی مطالع المسرات میں ان احادیث کے متعلق لکھا ہے:

فَهٰذِهٖ اَحَادِيْثُ دَالَّةٌ عَلٰى اَوَّلِيَّتِهٖ ﷺ وَ تَقَدُّمِهٖ عَلٰى غَيْرِهٖ مِنْ جَمِيْعِ الْمَخْلُوْقَاتِ وَ اَنَّهٗ سَبَبُهَا-----

"یہ احادیث مذکورہ دلالت کرتی ہیں حضور اکرم ﷺ کے تمام مخلوقات سے اول و مقدم ہونے پر اور اس چیز پر کہ حضور ﷺ تمام مخلوقات کے سبب ہیں"۔

اولیت مصطفیٰ

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ سب سے اول ہیں اور اول کے لیے ضروری ہے کہ فرد بھی ہو، سابق بھی ہو، یعنی اکیلا بھی ہو اور پہلا بھی۔ چنانچہ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تفسیر کبیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ اگر مالک کہہ دے:

اَوَّلُ مَمْلُوْکٍ لِیَ اشْتَرَیْتُہٗ فَھُوَ حُرٌّ-----

"اول عبد کا جو خریدوں میں آزاد ہے"۔

پھر دو عبد خریدے تو آزاد نہ ہوں گے کہ اول کے لیے فردیت لابدی امر ہے، جو یہاں مفقود ہے۔ پھر اگر ایک عبد خریدے تو بھی آزاد نہ ہوگا کہ اب سابق نہیں رہا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اول کے لیے فرد و سابق ہونا ضروری ہے اور حضور اکرم ﷺ اول ہیں۔ تو واضح ہوا کہ سید الانبیاء ﷺ فرد و سابق ہیں، نہ کوئی آپ کی ذات میں شریک اور نہ ہی کوئی صفات میں:

وَ لَا شَکَّ اَنَّہٗ ﷺ اَلْجَوْھَرُ الْفَرْدُ الْبَسِیْطُ-----[جواہر، جلد ۳، صفحہ ۱۳۷۶]

"اس میں شک نہیں کہ حضور اکرم ﷺ جوہر فرد بسیط ہیں"۔

وہم باطل ہے کہ ممکن ہو مثالِ محبوب
کیوں کہ خندۂ جوہر و فرد پہ ہے دلیلِ تقسیم

علامہ بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کیا خوب فرماتے ہیں:

مُنَزَّہٌ عَنْ شَرِیْکٍ فِیْ مَحَاسِنِہٖ
فَجَوْھَرُ الْحُسْنِ فِیْہِ غَیْرُ مُنْقَسِمٖ [قصیدہ بردہ شریف]

"اپنی خوبیوں میں شریک سے منزہ ہیں، سو ان میں جو جوہر حسن ہے، وہ بے تقسیم ہے"۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَ مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَیْنَھُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ﴾-----[الحجر: ۸۵]

شیخ محقق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مدارج النبوۃ، جلد ۱، صفحہ ۲۶۰ میں فرماتے ہیں کہ اہل اشارات حضرات فرماتے ہیں:

(.........بالحق) ای بمحمد-----

"تمام آسمان اور زمینیں اور ہر وہ چیز جو ان میں ہے، صرف محمد ﷺ کے بسبب ہم نے ان کو پیدا فرمایا"۔

مطالع المسرات، صفحہ ۱۱۴ میں ہے کہ شیخ سید عبد الجلیل قصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آیت ﴿وَ مَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ﴾ [پارہ ۱۷، سورۃ الانبیاء ۱۰۷] کے تحت تحریر فرماتے ہیں کہ اس آیت کی نص سے ثابت ہے کہ سب جہاں حضور ﷺ کے مرحوم ہیں اور تمام خیر، نور اور برکت ابتدائے خلق سے آخر تک جو ظاہر ہوئی یا ہوگی، وہ سب کی سب حضور ﷺ ہی کے بہ سبب ہے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

سبب ہر سبب منتہائے طلب
علت جملہ علت پہ لاکھوں سلام

زرقانی شریف، جلد ۱، صفحہ ۴۹ میں ہے:

انَّ النُّور النبویّ جسمٌ قبلَ خلقه باثنی عشر الف عامٍ-----

"نبی کریم ﷺ رؤف الرحیم کا نور، آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے بارہ ہزار سال پہلے جسم تھا"۔

ایک حدیث پاک میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

کُنْتُ نُوْرًا بَیْنَ یَدَیْ رَبِّیْ قبل خلق آدم باربعة عشر الف عام-----[مواہب مع الزرقانی، جلد ۱، صفحہ ۴۹]

"میں نور تھا اپنے رب کے پاس آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے چودہ ہزار سال پہلے"۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جبریل امین علیہ السلام سے پوچھا کہ تیری عمر کتنی ہے؟ تو حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کیا، بخدا! صرف اتنا جانتا ہوں کہ ہر ستر ہزار سال میں ایک بار ستارہ ظاہر ہوتا تھا، میں نے اسے بہتر ہزار مرتبہ دیکھا ہے، اس پر حضور ﷺ نے فرمایا:

یا جبریل و عزة ربی انا ذاک الکوکب-----[جواہر البحار، جلد ۲، صفحہ ۸۸۶]

"مجھے اپنے رب کی قسم! وہ ستارہ میں ہی ہوں"۔

مواہب اور اس کی شرح زرقانی، جلد ۱، صفحہ ۴۰ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نور حضور ﷺ کو پیدا فرمایا، نبوت اور باقی تمام کمالات اس میں رکھے تو فرمایا، ذرا انوار انبیاء دیکھ، جب اس نور معظم نے انوارِ انبیاء کو دیکھا تو تمام پر غالب آگیا، تو ان انوارِ انبیاء نے عرض کی، یا اللہ! یہ کس کا نور ہے؟ ارشاد ہوا:

هذا نور محمد بن عبد الله ان آمنتم به جعلتكم انبياء-----

"یہ نورِ محمد مصطفیٰ ﷺ کا ہے، اگر اس پر ایمان لاؤ گے، تو ہم تمہیں نبی بنائیں گے"۔

تمام انبیاء نے کہا ہم اس پر ایمان لائے۔ آیت اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ [البقرۃ:۸۱] میں یہی مراد ہے۔

فائدہ

ان احادیث شریفہ سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نورِ حسی (جو دیکھنے میں آئے، جیسے دھوپ) اور نورِ معنوی (جو عقل یا شرع سے معلوم ہو، جیسے ایمان) کے اصل اور جامع ہیں۔ چنانچہ مطالع المسرات، صفحہ ۲۲۰ میں ہے:

و نوره ﷺ الحسی و المعنوی ظاهر واضح-----

"حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نور حسی اور معنوی ظاہر واضح ہے"۔

تفسیر صاوی، جلد۱، صفحہ ۲۳۹ میں ہے:

انه اصل كل نور حسی و معنوی-----

"حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر نور حسی اور معنوی کا اصل ہیں"۔

تو تمام نبیوں اور رسولوں، فرشتوں، لوح و قلم، عرش و کرسی، چاند، سورج اور ستاروں کے انوار اسی نورِ محمد ﷺ کے پرتو ہیں۔ مولانا جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

ہم از لوح و قلم تا عرش و کرسی
ازاں نور است گر تحقیق پرسی

برکات نور محمدی

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مدارج النبوۃ، جلد۲، صفحہ۴ میں اور امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تفسیر کبیر، جلد۲، صفحہ۳۰۲ میں تحریر فرمایا کہ جب یہ نور حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشانی مبارک میں رکھا گیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرتِ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس نور کی برکت سے تمام اشیاء کے اسماء تعلیم فرمائے اور فرشتوں سے سجدہ کروایا۔ مولانا جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

السلام اے آنکہ تا از جبہۂ آدم نتافت
نورِ پاکت کس نہ برد از نوریاں او را سجود

سیدی علی وفا رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: (درج ذیل تین اشعار، زرقانی، جلد۱، صفحہ ۶۳، ۶۴ میں منقول ہیں)

لو ابصر الشيطان طلعة نوره
فی وجه آدم كان اول من سجد

"اگر شیطان حضرتِ آدم علیہ السلام کی پیشانی میں نورِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے چمکار کو دیکھ لیتا تو سب سے پہلے سجدہ میں گر جاتا"۔

ولو رای نمرود نور جماله
عبد الجليل مع الخليل و لا عَنَدَ

"اگر نمرود محبوب کے نورِ جمال کو ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشانی میں دیکھ لیتا تو خلیل اللہ کے ساتھ خدا کی عبادت کرتا اور کبھی ضد نہ کرتا"۔

عیسیٰ و آدم و الصدور جمیعهم
هم اعين هو نورها لما ورد

"وارد ہوا ہے کہ عیسیٰ اور آدم اور باقی تمام رسول علیہم السلام آنکھیں اور محبوبِ محمد مصطفیٰ ﷺ ان کا نور ہیں"-----

پھر یہ نور، خدا کو سجدہ کرنے والوں کی پیشانیوں میں منتقل ہوتا چلا آیا۔ ارشاد ہوتا ہے:

﴿هُوَ الَّذِیْ یَرٰکَ حِیْنَ تَقُوْمُ ۝ وَ تَقَلُّبَکَ فِی السّٰجِدِیْنَ﴾-----[الشعراء:۲۱۸،۲۱۹]

"اللہ وہ ہے جو دیکھتا ہے تجھے جس وقت تو کھڑا ہوتا ہے اور تیرے سجدہ کرنے والوں میں منتقل ہونے کو"۔

بعض مفسرین نے فرمایا کہ اس آیت میں ساجدین سے مراد مومنین ہیں اور معنی یہ ہے کہ زمانہ حضرتِ آدم علیہ السلام و حوا علیہا السلام سے لے کر حضرتِ عبداللہ و آمنہ خاتون رضی اللہ تعالیٰ عنہما تک مومنین کی اصلاب و ارحام میں آپ کے دورے کو ملاحظہ فرماتا ہے۔ اس آیت سے ثابت ہوا کہ آپ کے تمام اصول، آباء و اجداد، حضرتِ آدم تک سب کے سب مومنین ہیں۔ [کنز الایمان]

مطالع المسرات میں ہے کہ حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس مسئلہ میں چھ تالیفیں تحریر فرمائیں، جن میں پرزور دلائل سے ثابت کیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تمام آباؤ اجداد مسلمان ہیں۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غزوۂ تبوک سے مدینہ منورہ میں تشریف لانے کے بعد حضور اکرم ﷺ کی خدمتِ عالیہ میں ایک نعت پیش کی، جس کے تین شعر یہ ہیں:

تنقل من صلب الی رحم — اذا مضیٰ عالم بدا طبق

وردت نار الخلیل مکتما — فی صلبه انت کیف یحترق

و انت لما ولدت اشرقت — الارض و ضاء ت بنورک الافق

''آپ ایک صلب سے دوسرے رحم تک مختلف طبقوں میں منتقل ہوتے آئے، یہاں تک کہ آپ نارِ خلیل میں وارد ہوئے، آپ چونکہ ان کی صلب میں تھے، وہ کیسے جلتے؟ اور آپ جب پیدا ہوئے تو زمین روشن ہو گئی اور آپ کے انوار سے اطراف منور ہو گئے''۔

رب العالمین نے نبی کریم رؤف الرحیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس مبارک تشریف آوری کی خبر دے کر فرمایا:

﴿قَدْ جَاءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتَابٌ مُّبِيْنٌ﴾------[المائدۃ:۱۵]

''بے شک آیا تمہارے پاس ایک بڑا نور اور کتاب روشن''۔

فائدہ

حضور ﷺ کی ذات نور ہے کہ اولیت و انتقال، ذات الٰہی کے خاصے ہیں۔ جواہر البحار، صفحہ ۸۱۴ میں ہے:

قد ورد ان ذات النبی ﷺ کانت نورا-----

''ضرور وارد ہوا ہے کہ آپ کی ذات نور ہے''۔

پھر جو کچھ اس حقیقت میں مخفی ہے، وہ کوئی نہیں جانتا۔ عارف تجانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

حقیقة احمدیة غیب من اعظم الغیوب فلم یطلع احد علی ما فیها-----

''حضور پرنور ﷺ کی حقیقت سب سے بڑے غیبوں سے ہے، تو کوئی بھی مطلع نہیں ہوا ان چیزوں پر جو اس حقیقت میں ہیں''۔

کلمہ کم سے معلوم ہوا کہ جو ہماری طرف تشریف لایا ہے، وہ نور ہے اور ہماری طرف روح و بدن کا مجموعہ تشریف لایا، جس سے معلوم ہوا کہ آپ کا روح و بدن تمام نور ہے:

تو جان پاکی سربسر نے آب و خاک اے نازنین

واللہ ز جاں ہم پاک تر جانم فدا ک اے نازنین [مولانا جامی علیہ الرحمہ]

و ما علینا الا البلاغ المبین

رسالت محمدی کا عقلی ثبوت

تحریر۔ علامہ ارشد القادری رحمہ اللہ تعالیٰ

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ آسان اور واضح سے واضح بات بھاری بھر کم الفاظ کے نیچے کچھ اس طرح دب جاتی ہے کہ مدتوں ہم اس کی اہمیت سے مرعوب رہتے ہیں اور خواہ مخواہ یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ یہ کوئی بہت باریک اور پیچیدہ بات ہے کچھ ایسا ہی حال ہمارے ذہن کا اس مسئلے میں بھی ہے۔

ورنہ واقعہ یہ ہے کہ عقل سلیم کے لئے رسالت محمدی کا ثبوت دنیا کی سب سے واضح اور مانوس حقیقت ہے۔ زحمت نہ ہو تو چودہ سو برس پیچھے پلٹ کر دنیا کے اس تاریک دور میں قدم رکھیے جبکہ خدائے واحد کا ایک پرستار روئے زمین پر نہیں تھا۔

پھر انسانوں پر ابدی سعادتوں کا دروازہ کھلا' رحمتوں کا سویرا ہوا' روح کی بہاروں کا موسم آیا' گلِ قدس کی خوشبو اڑی اور بہزاراں جاہ و جلال فاران سے خورشید رسالت کی پہلی کرن چمکی۔

صدیوں کے بعد پھر حرم کی سرزمین سجدوں سے آباد ہو گئی۔ کہاں روئے زمین پر ایک بھی خدا کا ماننے والا نہیں تھا اور اب صرف عرفات کے میدان میں ایک لاکھ فرزندان توحید اپنی پیشانیوں میں سجدۂ بندگی کا اضطراب لئے کھڑے تھے اور خدا کا آخری رسول ان پر رحمتوں کے پھول برسا رہا تھا۔ رسالت محمدی کو عقل کی کسوٹی پر جانچنے والے صرف اتنی بات تاریخ سے دریافت کرنے کی زحمت فرمائیں گے کہ ماننے والوں نے پہلے خدا کو مانا یا اس کے رسول کو؟ تاریخ واضح طور پر شہادت دے گی کہ پہلے سید عربی ﷺ کے آگے لوگوں کے دل جھکے اس کے بعد ان کے سروں کو

خدا کا سجدہ نصیب ہوا۔ ماننے والوں نے پہلے رسالت محمدی ﷺ کا اقرار کیا اس کے بعد توحید الٰہی کی شہادت سے سرفراز ہوئے۔ اب یہ بات محتاج ثبوت نہیں ہے کہ پہلے پہل جن لوگوں نے رسالت کا اقرار کیا۔ حق کی شناخت کے لئے ان کے پاس سوائے عقل سلیم کے اور کوئی مشعل نہیں تھی اور یہ حقیقت بھی اپنی جگہ پر صحیح ہے کہ عقل کی ساری رہنمائی رسول کو ماننے تک تھی۔ رسول کے مان لینے کے بعد عقل کو درمیان سے ہٹ جانا پڑا۔ اب ماننے والوں کے سامنے صرف رسول کی زبان تھی۔ وہ جب بھی حرکت میں آئی یقین کا سر جھک گیا۔ اس لئے یہ کہنا غلط نہیں ہے کہ انسانوں کو رسالت محمدی ﷺ کی شناخت سب سے پہلے عقل ہی کے ذریعہ ہوئی عقل ہی کے مشورے پر دل جھکے اس کے بعد اعتراف حق کے لئے زبان کھلی۔

اب رہ گیا سوال کہ عقل کے پاس وہ کون سا معیار ہے جس پر وہ رسالت و نبوت کا دعویٰ پرکھتی ہے اور پورا اترنے کے بعد دل کی ساری کائنات کو قدموں پر ڈال دیتی ہے تو اس کی تشریح مفصل طور پر ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

عقلِ سلیم کا کہنا ہے کہ رسول کی صحیح شناخت تین باتوں کے ذریعہ ہوتی ہے۔ ان تین باتوں کے ثابت ہو جانے کے بعد کسی دور کی بھی عقل رسول کو ماننے سے ہرگز انکار نہیں کر سکتی۔

رسول کی شناخت کا پہلا عقلی ذریعہ

یہ ہے کہ عام انسانی زندگیوں کے درمیان رسول کی زندگی ماحول کی تاثیرات سے اس درجہ بالاتر اور معصوم و ممتاز ہوتی ہے کہ اسے دیکھتے ہی دنیا کو اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ یہ کسی معمولی انسان کی زندگی نہیں ہے اس کے پیچھے ضرور کوئی آسمانی طاقت ہے جو پس پردہ کارساز ہے۔

اس رخ سے جب ہم عربی ﷺ کی زندگی کا جائزہ لیتے ہیں تو عقل دنگ رہ جاتی ہے ہوش اڑنے لگتا ہے اور عالم حیرت میں آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جاتی ہیں۔

زندگی کا پہلا رخ

تاریخ کی گہرائی میں اترنے کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ ہونے والا رسول ایک ایسے خاندان میں جنم لیتا ہے جہاں ہر طرف بتوں کی فرمانروائی ہے پجاریوں کی سیادت و افسری کا منصب ہی گھر کا پیشہ ہے۔ آنکھیں کھولتا ہے تو سارا ماحول اخلاقی رذائل' روحانی کثافت اور شر و فساد کی غلاظتوں میں ڈوبا ہوا ہے کہیں بھی قدم رکھنے کی کوئی صاف جگہ نظر نہیں آتی۔ بچپن ہی میں سر سے والدین کا سایہ اٹھ چکا ہے۔ گرد و پیش شائستہ تربیت کا کوئی چشمہ صافی نہیں ہے جہاں وہ اپنا حلق بھی تر کر سکے۔ کسی درسگاہ سے بھی اس کا کوئی تعلق نہیں ہے کہ اکتسابی علم کے ذریعہ خیر و شر کے سمجھنے کی صلاحیت بیدار ہو۔ ایسے پرآشوب' بلاخیز اور تاریک ماحول میں وہ ایام طفلی کا معصوم دور گزرتا ہے۔ شعور کی منزل سے آشنا ہوتا ہے۔ شباب کی خارزار وادی میں قدم رکھتا ہے یہاں تک کہ چالیس سال کی طویل مدت وہ صحراؤں' غاروں اور دریاؤں کی بے خطر تنہائیوں میں نہیں' گمراہوں غارت گروں' ستم شعاروں' مے نوشوں' بدکاروں' فتنہ پروروں اور جرائم پیشوں کی بھیڑ میں بسر کرتا ہے لیکن عقل اور تاریخ دونوں محو حیرت ہیں کہ پانی میں رہتے ہوئے بھی نہ اس کا جسم بھیگا ہے نہ جیب و دامن میں کہیں نمی نظر آتی ہے۔

نشست و برخاست' رفتار و گفتار' سیرت و اطوار' اخلاق و عادات' افکار و خیالات اور عبادت و معاملات میں چالیس سال کی طویل صحبتوں کا اس پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ لاکھوں زندگیوں کے بیچ میں وہ تنہا ایک نرالی' منفرد' بے مثال اور عام سطح سے بالاتر زندگی گزار کر لوگوں کو حیرت میں ڈال دیتی ہے رفتہ رفتہ اس کی اخلاقی برتری' کردار کی راستی اور معنوی تقدس کے آگے ماحول کی گردنیں جھکنے لگتی ہیں اور بالآخر ایک دن وہ سارے قبائل کی نگاہوں کا مرکز عقیدت بن جاتا ہے۔ یہاں تک کہ چالیس سال گزر جانے کے بعد اچانک ایک پیغمبر کی حیثیت سے وہ اپنے آپ کو

لوگوں کے سامنے پیش کرتا ہے۔ وہ لوگوں سے یہ نہیں کہتا ہے کہ مجھے سجدہ کرو' میری عظمتوں کے آگے جھک جاؤ وہ بار بار صرف یہ کہتا ہے کہ پتھر کے تراشے ہوئے بت تمہارے خدا نہیں ہیں۔ خدا وہ ہے جو ان پتھروں' درختوں اور دریاؤں کا خالق ہے۔ پرستش کا وہی مستحق ہے پیشانی کے سجدے اسی کو زیب دیتے ہیں۔ اپنی انسانیت کا سب سے اونچا اعزاز رذائل کے قدموں میں رائیگاں مت کرو۔ بس اتنی سی بات پر ہر طرف آگ لگ جاتی ہے۔ سارا ماحول سلگنے لگتا ہے۔ جان کے لالے پڑ جاتے ہیں۔ اب گھر سے نکلنا مشکل ہے رات کی تنہائی کے سوا کوئی انیس زندگی نظر نہیں آتا۔ رفتہ رفتہ حالات کی برہمی نقطہ انتہاء پر پہنچ جاتی ہے۔ تلواریں اٹھتی ہیں وار خالی جاتا ہے قتل کی سازش ہوتی ہے تار بکھر جاتے ہیں قید کرتے ہیں' زنجیر ٹوٹ جاتی ہے ہزار مخالفت' ہزار تصادم اور ہزار رکاوٹوں کے باوجود سیل نور کی طرح حقیقت کا دائرہ دن بدن وسیع تر ہوتا جاتا ہے۔ چڑھتے ہوئے سورج کا فروغ دیکھ کر جب مرعوب ہو جاتے ہیں تو کفر کے نمائندے خوشامد کی راہ اختیار کرتے ہیں۔

محمد! تم اپنی ذات سے سارے قبیلوں میں ہر دل عزیز ہو۔ ہمارے معبودوں کے خلاف آواز اٹھا کر اپنی ہر دل عزیزی کو صدمہ مت پہنچاؤ۔ قسم اگر حکومت کا اقتدار چاہتے ہو تو سارا عرب تمہیں اپنا بادشاہ تسلیم کرنے کے لئے تیار ہے۔ تمہیں اگر دولت کی خواہش ہے تو سارے قبائل کا سونا ہم تمہارے قدموں میں ڈھیر کر دیں گے اور اگر تم اجازت دو تو عرب کی سب سے حسین اور زہرہ جمال دوشیزہ تمہارے حرم سرا کی زینت بنا دی جائے گی۔

محمد (ﷺ)! یہ سب کچھ ایک لمحے میں ہو سکتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ تم اپنے دعویٰ پیغمبری سے دستبردار ہو جاؤ اور اپنے دین کی تبلیغ بند کر دو۔ پیغمبر ﷺ ناقابل شکست عزم و یقین کے تیور میں جواب دیتے ہیں۔ پیغمبر اپنے منصب کی دیانت کو کسی قیمت پر نہیں بیچتا۔ مجھے جادۂ حق سے ہٹانے کے لئے جو معاوضہ تم نے

پیش کیا ہے۔ اس کی تو وقعت ہی کیا ہے۔ تم اگر میرے داہنے ہاتھ میں سورج اور بائیں ہاتھ میں چاند بھی لا کر رکھ دو تب بھی میں دین حق کی تبلیغ اور اپنے منصب کے فرائض سے قدم پیچھے نہیں ہٹا سکتا۔ خدا میرے ساتھ ہے میں اکیلا نہیں ہوں میری آواز پر فتح پانا انسانوں کے بس کی بات نہیں ہے۔

چونکہ اس وقت میرا موضوع سخن تاریخ اسلام بیان کرنا نہیں ہے اس لئے آگے کے واقعات کسی دوسرے لمحہ فرصت پر چھوڑتا ہوں اس وقت مجھے صرف اتنا عرض کرنا ہے کہ اس پوری داستان میں دراصل یہ نکتہ سب سے زیادہ قابل غور ہے کہ پیغمبر کی دعوت کو شکست دینے کے لئے اہل مکہ نے ایک سے ایک حربہ استعمال کیا۔ بائیکاٹ کی مہم چلائی۔ وطن سے بے وطن کیا۔ ایذائیں دیں' پتھر برسائے' جنگ کی' خون بہائے خود بھی قتل ہوئے دوسروں کو بھی شہید کیا۔ یہ سب کچھ ہوا لیکن کسی مائی کے لال کی یہ جرأت نہ ہو سکی کہ آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بھری مجلس میں کہہ دیتا۔

محمد! تمہاری پیغمبری کا یہ ڈھونگ ملک شام' فارس اور ان دور دراز علاقوں میں تو چل سکتا ہے جہاں کے لوگ تمہاری اخلاقی کمزوریوں' بشری فروگذاشتوں اور کردار کی خامیوں سے ناواقف ہیں لیکن یہ مکہ ہے یہاں تمہاری زندگی کا ایک ایک خدوخال نظر میں ہے۔ ہم تمہاری ان کمزوریوں سے پوری طرح باخبر ہیں۔ جن کا ایک پیوند ایک پیغمبر کی زندگی کے ساتھ کسی طرح جوڑا نہیں جا سکتا۔ ہم نہ بھی تمہیں جھٹلائیں جب بھی تمہاری زندگی کے سیاہ دھبے بجائے خود تمہاری تکذیب کے لئے کافی ہیں اور سن لیا جائے کہ اعتراف صداقت کی یہ آخری منزل نہیں ہے اس کے آگے ایک اور منزل بھی ہے جہاں جلالتِ حق کی ہیبت سے عقل کو پسینہ آنے لگتا ہے اور وہ یہ ہے کہ دشمنی میں انسان صحیح اور غلط الزام کا فرق اٹھا دیتا ہے۔ مانا کہ میرے سرکار کی زندگی ایک روشن آئینہ کی طرح بالکل بے داغ و بے غبار تھی اور یہ بھی تسلیم

کہ بشری کمزوریوں کا کوئی واقعہ دشمنوں کے علم میں نہیں تھا۔ لیکن اپنے حریف کو شکست دینے اور رسوا کرنے کے لئے کیا واقعہ تراشا نہیں جاتا؟ کیا من گھڑت الزامات نہیں بیان کئے جاتے؟ اور خاص کر ایسے حالات میں جبکہ پیغمبر کو مجروح کرنے کے لئے الزام تراشنا تلوار اٹھانے سے زیادہ آسان تھا۔ عرب کے سخن وروں کا سارا گروہ ہم زبان تھا آن کی آن میں پیغمبر کے خلاف فرضی داستانوں کا دفتر تصنیف ہوسکتا تھا۔

لیکن عظمت خداداد کو عقیدتوں کا خراج عقیدت پیش کرو۔ کہ سید عربی ﷺ کی طیب و طاہر زندگی کا آفتاب اس نقطہ عروج پر تھا کہ سیاہی کا پیوند جوڑنے کے لئے کہیں سے بھی کوئی گہنائی ہوئی کرن انہیں نہیں مل سکی ویسے اڑانے کے لئے خاک اڑا سکتے تھے لیکن دشمن اس کے لئے کبھی تیار نہیں تھے کہ اپنی ہی آنکھیں غبار سے بھر جائیں۔

زندگی کا دوسرا رخ

سرکار مصطفےٰ ﷺ کی زندگی کا ایک پہلو تو یہ ہے جو سپرد قلم ہوا۔ دوسرا پہلو یہ ہے کہ فطرت انسانی کے جس رخ سے دیکھو میرے سرکار کی زندگی اتنی جامع اور مکمل نظر آئے گی کہ ہر دور کے انسانوں کے لئے وہ بہترین عمل بن سکتی ہے۔ نہیں میں نے غلط کہا۔ بلکہ زندگی کی نجات کے لئے اس کے سوا کوئی اور نمونہ ہی نہیں ہے۔

چودہ سو برس کی طویل مدت گزر جانے کے بعد بھی انسانی زندگی کے لئے اس سے بہتر سانچہ نہ آج تک تیار ہو سکا ہے اور نہ آئندہ ہوسکتا ہے اور حیرت انگیز تماشہ یہ ہے کہ زمانے کے انقلابات نے ہزاروں کروٹیں بدلیں، طبیعتوں اور مزاجوں کے پیمانے بنتے اور بگڑتے رہے خطہ ارضی، مختلف رنگ و روپ، مختلف تہذیب و تمدن اور مختلف انداز معاشرت میں تقسیم ہوتا رہا لیکن محمد ﷺ کی تنہا ایک زندگی سب

کوراس آئی سب کی ضرورتوں کی کفیل ہوئی سب کے لئے سازگاری اور اپنی رہنمائی میں سب کو زندگی کی منزل مقصود تک پہنچا آئی۔

ایک گدا سے لے کر بادشاہ تک، سپاہی سے لے کر سالار تک، عورت سے لے کر مرد تک، بچے سے لے کر بوڑھے تک، غلام سے لے کر آقا تک، عربی سے لے کر عجمی تک، دیہاتی سے لے کر شہری تک اور چھوٹے سے لے کر بڑے تک، سبھی اپنی اپنی جگہ یہ سمجھتے رہے کہ زندگی کا یہ پیمانہ میرے لئے تراشا گیا ہے۔ محمد رسول اللہ ﷺ کا یہ نقشہ سامنے رکھ کر اب میں عقل سلیم سے دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ ایسی محیر العقول اور جامع و کامل زندگی کیا خدا کے رسول کے سوا اور کسی عام بشر کی ہوسکتی ہے؟ کیا عالمی تاریخ میں محمد رسول اللہ ﷺ کے سوا اور کسی کی ایسی زندگی پیش کی جاسکتی ہے؟

''میں جانتا ہوں کیا وہ کہے گی جواب میں۔''

رسول ﷺ کی شناخت کا دوسرا عقلی ذریعہ

رسول کی شناخت کا دوسرا عقلی ذریعہ یہ ہے کہ خدا کے ساتھ اس کے تعلقات کی سطح عام انسانوں سے بہت اونچی ہوتی ہے وہ کائنات میں خدا کا نمائندہ ہونے کی حیثیت سے عام بندوں کی طرح بے اختیار نہیں ہوتا بلکہ اس کارخانہ ہستی میں تصرفات کی قدرت بھی اپنے ہمراہ لے کر آتا ہے۔ تصرفات کی قدرت سے مسلح ہوکر آنا دووجہوں سے ضروری ہے۔

پہلی وجہ

وجہ یہ ہے کہ اصول فطرت کے مطابق کوئی انسان اپنے برابر اور ہم سر کی اطاعت نہیں کرتا، اطاعت اسی کی کرتا ہے جس میں برتری اور بڑائی کی کوئی وجہ ہوتی ہے یا جسے وہ اپنا بڑا سمجھتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ رسول پاک کو ایسے کمالات اور قدرت و اختیار سے مسلح کر کے بھیجا جائے کہ کوئی انسان اس کی ہمسری کا دعویٰ

نہ کر سکے اور اس کے آگے جھک کر اس کی اطاعت کرنے میں کوئی عار محسوس نہ ہو۔

دوسری وجہ

یہ ہے خدا شناسی کی راہ میں سب سے بڑا حجاب مادی طاقتوں سے مرعوبیت کا ہے۔ کیونکہ دنیا میں پہلے پہل انسان کی نظر انہیں طاقتوں سے روشناس ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر آنکھ کھولتے ہی انسان نے سورج کو دیکھا' دریاؤں کی قیامت خیز لہروں کو دیکھا' پہاڑوں کی ہیبت ناک چوٹیوں کو دیکھا' پتھروں کی سخت چٹانوں کو دیکھا' قد آور اور گھنے درختوں کو دیکھا' آگ کے ہولناک شعلوں کو دیکھا' بادشاہوں کے جلال و جبروت کو دیکھا اور ہیبت سے مرعوب ہوگیا۔ احساس کمتری میں انھیں طاقتوں کو کائنات کی اصل سمجھ بیٹھا اور بالآخر انہی کے آگے اپنا ماتھا ٹیک دیا۔

حالانکہ یہ تمام طاقتیں جس طاقت کی کرشمہ تھیں۔ حجابات کے پیچھے تھی۔ لیکن چونکہ وہ پیکر محسوس میں نہیں تھی۔ اس لئے انسان کی نظر اسے نہیں دیکھ سکی۔ ان حالات میں خدا کا رسول آتا ہے۔ آمد کا مقصد یہ ہے کہ انسان کو مادی طاقتوں کی پرستش سے روک دے اور اس کا سر اس طاقت کے آگے جھکائے جو پس پردہ ان تمام طاقتوں کی خالق و پروردگار ہے عقل کہتی ہے کہ جب تک ذہن کی غیر واقعی ہیبت اور دلوں کی غلط گرویدگی کا طلسم نہیں ٹوٹ جاتا' پیشانیوں کو کسی مانوس آستانہ عقیدت سے ہٹانا آسان کام نہیں ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ ایک رسول اپنے ساتھ ایسی کائنات گیر قدرت لے کر آئے جس کے ذریعہ وہ ان مصنوعی خداؤں کی طاقت کا بھانڈا پھوڑ دے۔ جب چاہے ان کا طبعی نظام بدل دے ان کی قوت تاثیر سلب کر لے۔ اور انھیں اپنی مرضی کا غلام بنا کر رکھے۔

پرستار بھی اپنے خداؤں کی بے چارگی' بے بسی و بے طاقت اور گھٹنا ٹیک کر فرماں برداری کا تماشہ دیکھ کر یہ سوچنے پر مجبور ہو جائیں کہ جب رسول کی قدرت و طاقت کا یہ حال

ہے تو اس کے بھیجنے والے کی کیا شان ہوگی؟ اس لئے دراصل پرستش کے قابل وہی طاقت ہے جس کی نمائندگی رسول کر رہا ہے۔ مغلوب طاقت پوجنے کے قابل نہیں ہو سکتی۔

زندگی کا تیسرا رخ

اتنی تمہید کے بعد یہ حقیقت ہم ذہن نشین کرانا چاہتے ہیں کہ اس رخ سے بھی سرکار کائنات ﷺ کی زندگی کا اہم جائزہ لیتے ہیں تو ان کی پیغمبرانہ طاقت و قدرت کے نہایت حیرت انگیز اور دلربا مناظر سامنے آتے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ان کے اشارے پر ساری کائنات گردش کر رہی ہے نگاہ اٹھ جاتی ہے تو مادی طاقتوں کو پسینہ آجاتا ہے کرۂ زمین پر کھڑے ہو کر انگلی کا اشارہ کرتے ہیں تو آسمان کا سیارہ دو ٹکڑے ہو جاتا ہے۔ لبوں کو جنبش دیتے ہیں تو ڈوبا ہوا سورج منزل سے پلٹ آتا ہے۔ راہوں سے گزرتے ہیں تو پتھروں کی بے جان دنیا درود وسلام کا خراج عقیدت پیش کرتی ہے۔ درختوں کو آواز دیتے ہیں تو وہ ایک طاقت شعار خادم کی طرح دوڑے ہوئے چلے آتے ہیں' اشارہ کر دیتے ہیں تو واپس ہو جاتے ہیں۔ چٹانوں پہ قدم رکھ دیتے ہیں تو کف پا کا نقش اتر آتا ہے۔ پہاڑوں پر تشریف لے جاتے ہیں تو کہساروں کا دل خوشی سے جھومنے لگتا ہے۔ زمین کی طرف اشارہ کرتے ہیں تو وہ حملہ آور کے لئے پاؤں کی زنجیر بن جاتی ہے کھارے کنویں میں لعاب دہن ڈال دیتے ہیں تو وہ ہمیشہ کے لئے چشمۂ شریں بن جاتا ہے۔ سنگ ریزوں کو ہاتھ لگا دیتے ہیں تو جان پڑ جاتی ہے اشارہ فرما دیتے ہیں تو کلمہ پڑھنے لگتے ہیں۔

کبھی برہم ہو کر مشت و بار اڑا دیتے ہیں تو ہر طرف طوفان امنڈنے لگتا ہے اور جب کبھی مائل بہ کرم ہوتے ہیں تو ایک قطرۂ آب چشمہ سیال بن جاتا ہے مسکرا دیتے ہیں تو نور کی کرن پھوٹتی ہے چلتے ہیں تو راستوں میں عطر برستا ہے کسی کو چھو دیتے ہیں تو مہکنے لگتا ہے۔ ہاتھ رکھ دیتے ہیں تو شفا ہو جاتی ہے۔ نظر پڑ جاتی ہے تو دونوں کے آئینے چمک اٹھتے ہیں۔ زبان حرکت میں آتی ہے تو غیب کے اسرار کھلتے

ہیں۔ رخ پھیر لیتے ہیں تو پیٹھ پیچھے کی خبر رکھتے ہیں۔ جو چاہتے ہیں ہو جاتا ہے جو سوچتے ڈھل جاتا ہے جو کہہ دیتے ہیں مہر لگ جاتی ہے جو کہہ دیتے ہیں دستور بن جاتا ہے جو ادا ادا سے، بات بات سے، ایک کائنات گیر اقتدار، ایک آسمانی بادشاہت ایک بااختیار نمائندگی اور ایک محبوب و دلآویز شخصیت کا جلال و جمال برستا ہے۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

رسول عربی کے اوصاف و کمالات کی یہ ناتمام فہرست جو ہم نے پیش کی ہے ان کے متعلق زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ روایات ہیں اور روایات کا واقعہ کے مطابق ہونا کوئی ضروری نہیں ہے اس سلسلے میں ہم صرف اتنا کہیں گے کہ عقل انسانی کے پاس اگر کوئی کسوٹی ہے جس پر وہ روایات کو پرکھتی ہے اور پورا اترنے کے بعد صحت کا حکم لگاتی ہے تو ہم یہ مرحلے طے کرنے کے لئے بھی نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ تیار ہیں۔ عقل پرکھے اور حکم لگائے۔

ہمیں فخر ہے کہ وسائل اور ذرائع سے ہم تک یہ روایات پہنچی ہیں ان سے زیادہ قابل اعتماد اور ثقہ ذرائع آج تک دنیا کی کسی روایت یا کسی واقعہ کو میسر نہیں آئے۔ لیکن یہ دعویٰ بہرحال اپنی جگہ پر ناقابل تردید ہے کہ ان واقعات و روایات کو صحیح مان لینے کے بعد عقل یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہوگی اس ''نشان کا آدمی'' سوائے رسول کے کوئی عام انسان ہرگز نہیں ہوسکتا۔

رسول کی شناخت کا تیسرا عقلی ثبوت

رسول کی شناخت کا تیسرا عقلی ذریعہ یہ ہے کہ اس کے ساتھ خدا کی کوئی ''آسمانی کتاب'' ہوتی ہے رسول کے ساتھ آسمانی کتاب کا ہونا دو وجہوں سے ضروری ہے۔

پہلی وجہ

یہ ہے کہ رسول خدا کی طرف سے بندوں کی ہدایت کے لئے آتا ہے۔

اس لئے ظاہر ہے کہ اس کے پاس ایک ہدایت کا ہونا ضروری ہے۔ جس کے مطابق وہ بندوں کی رہنمائی کرے انہیں راہ راست پر چلائے اور خدا کے احکامات اور اس کی مرضی سے انہیں روشناس کرائے، عقل کہتی ہے کہ آسمان سے نازل شدہ کسی بھی الہامی کتاب میں درج ذیل امور کا ہونا ضروری ہے۔ ''کیوں ضروری ہے''؟ یہ ایک مستقل موضوع بحث ہے لیکن آنے والے مباحث کی روشنی میں ذرا بھی ذہن پر زور دیا جائے تو ''کیوں'' کا جواب خود بھی معلوم کیا جاسکتا ہے۔

ان امور کی نشاندہی جن کا کسی بھی الہامی کتاب میں ہونا ضروری ہے

1۔ عبادات اور جملہ شعبۂ زندگی سے متعلق احکام و قوانین اور مفید ہدایات جن کا تعلق عمل اور جوارح سے ہے۔

2۔ عقائد، اصول اور ایمانیات جن کا تعلق قلبی تصدیق سے ہے۔

3۔ خدا کی ذات و صفات سے متعلق واضح بیانات

4۔ عالم آخرت اور جزا و سزا کی تفصیلات۔

5۔ گذشتہ نبیوں، رسولوں، ان کی کتابوں اور قوموں کے تذکرے۔

6۔ جس رسول پر کتاب نازل ہوئی اس کے متعلق ہدایات۔

7۔ خود اس نازل شدہ آسمانی کتاب کے متعلق تذکرہ۔

8۔ جس دور میں وہ کتاب نازل ہوئی ہے اس دور اور اس دور کے لوگوں کے متعلق تذکرہ۔

9۔ آئندہ کے واقعات اور اسرار غیب کی اطلاع۔

10۔ کائنات کی تخلیق، آفرینش کی حکمت و مصلحت، آغاز و انجام اور درمیانی مراحل کا بیان۔

دوسری وجہ

یہ ہے کہ رسول اس ظاہری دنیا میں موجود نہ رہے جب بھی بندوں کو ایک

مستند ذریعہ سے اپنے متعلق خدا کی مرضی اور اس کی ہدایات و احکامات کا علم ہوتا رہے خدا شناسی کے لئے بیک واسطہ اس کی ایک زندہ نشانی کائنات کے ہر دور میں انسان کے درمیان موجود رہے۔

زندگی کا چوتھا رخ

اتنی تمہید کے بعد مدعائے نگارش یہ ہے کہ اس رخ سے جب ہم محمد رسول اللہ ﷺ کی زندگی کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں ان کے ہمراہ ''قرآن نامی'' ایک الہامی کتاب نظرآتی ہے۔ ایک جامع اور مکمل آسمانی کتاب کے لئے عقل جن امور کی نشاندہی کرتی ہے۔ وہ سارے امور قرآن میں واضح طور پر موجود ہیں۔ ان امور میں سے بعض امور تو وہ ہیں جو ہدایت و قانون کی کسی بھی کتاب کے لازمی اجزاء کی حیثیت سے ضروری ہیں۔ اور جن کے بغیر اس موضوع کی کوئی کتاب بھی جامع اور مکمل نہیں کہی جاسکتی۔

اور بعض امور وہ ہیں جو سوائے خدا کی کتاب کے کسی بھی انسانی کتاب میں نہیں مل سکتے۔ اور جہاں کسی طرح بھی انسانی عقل کی رسائی ناممکن ہے۔ مثال کے طور پر آئندہ واقعات کی اطلاع اور اسرارِ غیب کی نقاب کشائی۔ زمانہ ماقبل تاریخ کی تخمینی نہیں چشم دید خبریں کائنات کی کیفیت تخلیق آفرینش کے رموز و اسرار اور عالم ہستی کے آغاز و انجام کی تفصیلات۔ خدا کی ذات و صفات کے متعلق واضح اطلاعات عام کی مفصل نشاندہی قدرتی بناوٹوں کی طرح قرآن کا انداز بیان۔

یہ ہیں وہ امور جو انسان کی دسترس سے باہر ہیں۔ اور جن کا کسی انسانی کتاب میں ہونا تو درکنار اس کے علم ہی کا انسان کے پاس سوائے خدا کے اور کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ واضح رہے کہ یہی وہ منزل تھی جہاں سخنوران عرب کو پسینہ آ گیا۔ اور وہ سب مل کر بھی قرآن کی ایک مختصری مختصر سورت کی مثال پیش کرنے سے قطعاً عاجز و قاصر رہے۔ قرآن انہیں چیلنج یہ کرتا رہا کہ اگر تمہارا یہ گمان صحیح ہے کہ میں خدائے

برتر کی کتاب نہیں، کسی انسان کی بنائی ہوئی کتاب ہوں تو تم بھی انسان ہو میری زبان بھی وہی ہے جس میں تم بہت بڑے ادیب اور مانے ہوئے سخنور ہو! بنالاؤ! میری آیتوں کی طرح کوئی بھی عربی عبارت؟ انسان خدائی بناوٹوں کی نقل نہیں اتار سکتا۔ انسانی بناوٹوں کی نقل اتارنا اس کے لئے کیا مشکل ہے؟

لیکن تاریخ شاہد ہے کہ نہ اس وقت کے سخنوران عالم اس چیلنج کا جواب دے سکے۔ نہ چودہ سو برس کی طویل مدت میں ''ربع مسکوں'' پر کوئی جواب دینے والا پیدا ہوا اور پھر نہ صرف یہ کہ ''قرآن ثانی'' پیش کرنے سے دنیا عاجز رہی بلکہ قرآن کے حرم میں کہیں سے نقب لگانے کی بھی کوئی گنجائش نہیں مل سکی۔ کیونکہ قرآن صرف سفینوں میں نہیں سینوں میں بھی محفوظ رہا اور قیامت تک محفوظ رہے گا۔ ہزار محاسن، ہزار اوصاف اور ہزار معجزانہ کمالات کے باوجود یہ عین ممکن ہے کہ کوئی قرآن پر ایمان نہ لائے لیکن یہ قطعاً ناممکن ہے کہ اس کے معجزانہ کمالات، معجزانہ محاسن اور معجزانہ اوصاف کی موجودگی میں کوئی اس کے خدا کی کتاب ہونے سے انکار کر دے۔ اسی طرح ازروئے عقل یہ بھی ذہن و فکر کا کھلا ہوا تضاد ہے کہ اتنی بات تو تسلیم کر لی جائے کہ دنیا کو خدا کی یہ کتاب محمد رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ ملی۔ لیکن محمد رسول اللہ ﷺ کو خدا کا رسول تسلیم کرنے سے انکار کر دیا جائے۔ حالانکہ دونوں باتیں قطعاً ایک ہیں۔ صاحب کتاب ہونے اور رسول ہونے میں کوئی فرق نہیں ہے پھر میں اس کا اعادہ کرنا چاہتا ہوں کہ عقل انسانی کے لئے محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت کا انکار آسان نہیں۔ یا تو وہ یہ ثابت کرے کہ قرآن جیسی کتاب انسان تصنیف کر سکتا ہے یا یہ ثابت کرے کہ معاذ اللہ، محمد رسول اللہ ﷺ پر یہ کتاب نازل ہی نہیں ہوئی ہے لیکن ہمیں یقین ہے کہ عقل نہ وہ ثابت کر سکتی ہے نہ یہ ثابت کر سکتی ہے وہ اگر کچھ کر سکتی ہے تو صرف یہ کہ رسالت محمدی کی روشن حقیقت کے آگے اپنا سر نیاز خم کرے۔

تمت بالخیر

سیدنا حضرت جبریل انٹرنیشنل

پاکستان کراچی

عید میلاد النبی ﷺ کی آمد پر ساری دنیا کے مسلمان جنات اور انسانوں کو مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ انہیں یہ پیغام دیتے ہیں کہ قرآن حکیم کا مطالعہ لازم کرلیں اور جھوٹ اور چغلخوری سے لازمی پرہیز کریں رب العزت تمہیں عزت عطا فرمائے گا۔

حبیب آرکیڈ دکان نمبر 8 بنارس ٹاؤن اورنگی ٹاؤن کراچی 021-6852711

بنارسی کپڑا اپنانے والے ہمارا اسٹاف الحمدللہ باوضو رہتا ہے۔

انجمن محبان سیدنا حضرت جبریل علیہ السلام پاکستان کی دعا اور پیغام

خلوص و پیار، محبت، وفا، ادب دیدے	پھر اسکے بعد مدینے میں ایک شب دیدے
میرے کریم دعاؤں کی میری لاج رہے	تو بے نیاز جو چاہے بے سبب دیدے

ساری دنیا کے مسلمان جنات اور انسانوں کو عید میلاد النبی ﷺ مبارک ہو

اے برادران اسلام، اپنا تعلق اللہ و رسول ﷺ سے مضبوط کرو کہ دشمن اسلام تم پر حاوی نہ ہوسکے اور اللہ کی طرف سے آنے والی ہر آزمائش کے لئے خود کو تیار رکھو تا کہ تمہیں پرکھا جائے اور نوازہ جائے مولائے کریم سارے مسلمانوں کی جان و مال، عزت و آبرو اور ایمان کی حفاظت فرما

آمین

304 لائر چیمبرز III فلور۔ ایم اے جناح روڈ کراچی

021-2625147, 0300-8207835, 0300-8248871

تحفظ قانون رسالت ﷺ کی ضرورت و اہمیت

شیخ الاسلام قائد اہل سنت مولانا احمد شاہ نورانی رحمہ اللہ تعالیٰ

اللہ تبارک و تعالیٰ کا فضل و کرم اور اس کا بے انتہا احسان ہے کہ ہم اور آپ اسلام اور دین حق کی رحمت سے سرفراز ہیں۔ اور اس کا احسان ہے کہ ہم اور آپ اللہ کے گھر میں اللہ عزوجل کے حضور میں سربسجود ہونے کے لئے حاضر ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ مجھ گناہ گار سیاہ کار کی اور آپ سب کی حاضری قبول فرمائے اور جو کچھ بیان کیا جائے اسکو شرف قبولیت عطا فرمائے اور ہمارے لئے کفارہ سیئات بنائے۔

اللہ جل جلالہ نے حضور پر نور ﷺ کی ذات اقدس کو بابرکت اور رحمۃ العالمین بنا کر تمام عالم کی ہدایت و رہنمائی کیلئے بھیجا۔ نبوت و رسالت ایک عظیم منصب ہوتا ہے۔ ایک اعلیٰ مقام ہوتا ہے اسکی بلندی و عظمت کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن مجید میں متعدد مقامات پر بیان فرمایا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے جب بھی کسی نبی کو مبعوث فرمایا تو اسکے تقدس، اسکی عظمت و حرمت کے تمام پہلو اجاگر فرمائے۔ جتنے بھی انبیاء کرام تشریف لائے ان میں خواہ کوئی نبی صاحب شریعت ہو یا صاحب شریعت نہ ہو، صاحب کتاب ہو یا صاحب کتاب نہ ہو (یعنی تشریعی نبی ہو یا غیر تشریعی) اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان کی عزت و حرمت اور ان کی شان و عظمت کے تحفظ کا سامان فراہم کیا۔ عزت و حرمت اور مرتبے کے اعتبار سے ہم کو یہ ہدایت فرمائی گئی کہ

﴿ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ﴾ (سورۃ البقرۃ / ۲۸۵)

(ہم اس کے کسی رسول پر ایمان لانے میں فرق نہیں کرتے)

یعنی نفس رسالت و نبوت میں کسی قسم کا کوئی فرق نہیں کرتے۔ الحمدللہ ہم حضور پر نور شافع یوم النشور ﷺ کے امتی اور غلام ہیں، انکے چاہنے والے ہیں، ان سے محبت کرنے والے ہیں، ان پر ایمان لانے والے ہیں، انکی عظمت و شان پر مرمٹنے والے

اور حضور ﷺ کے مقام اور عزت و حرمت کے قائم رکھنے والے ہیں۔ لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا کسی دوسرے نبی کے مقابلے میں حضور اکرم ﷺ کی عزت و حرمت اور شان عظمت قائم کرنے کے یہ معنی نہیں ہیں کہ ہم نے اس نبی کی بے حرمتی کر دی۔ (معاذ اللہ) کسی بھی پیغمبر برحق کی توہین و تنقیص ہو جائے تو یہ کفر ہے۔ یہ اہل سنت کا اجماعی عقیدہ ہے اور اہل سنت کا یہ عقیدہ عین قرآنی ہے۔ اللہ رب العلمین جل جلالہ و عم نوالہ ارشاد فرماتا ہے۔

﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ﴾

(اور ایمان لائیں اس پر جو اے محبوب تمہاری طرف اترا اور جو تم سے پہلے اترا اور آخرت پر یقین رکھیں) (سورۃ البقرہ ۲/ ۴)

اس آیہ کریمہ سے یہ واضح ہوا کہ ہمیں حضور ﷺ پر ایمان لانا ضروری ہے کیونکہ حضور علیہ السلام پر ایمان لائے بغیر عقیدہ توحید کی تکمیل نہیں ہو سکتی۔ نہ ہی آدمی مومن و مسلمان ہو سکتا ہے۔ تو حضور ﷺ پر بھی ایمان لانا ہے اور آپ کے ساتھ ساتھ جتنے بھی انبیاء و مرسلین حضور علیہ السلام سے پہلے تشریف لائے ہیں ان پر بھی ایمان لانا ہے۔ انکی عزت و حرمت کو بھی قائم رکھنا ہے۔ کسی ایک نبی کی توہین بھی اسلام میں ناقابلِ معافی جرم ہے اور اپنے ایمان کو غارت کرنا ہے۔ نبی کی توہین پر سزائے موت دی جائے گی اور یہ مسئلہ اتفاقی ہے کہ نبی کی توہین کرنے سے آدمی مرتد ہو جاتا ہے اسکو تین دن دیئے جاتے ہیں کہ وہ اپنے ارتداد سے توبہ کرے اگر توبہ نہیں کرتا ہے تو شرعی قانون کے تحت واجب القتل ہے۔ اسلامی حکومت اسکو قتل کر سکتی ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی یا کسی بھی نبی کی توہین کھلا ہوا کفر ہے کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے منصبِ نبوت کی خود حفاظت فرمائی ہے۔ تمام مسلمانوں کا یہ اجماعی عقیدہ ہے اور اسمیں کسی بھی قسم کی کوئی رعایت کی گنجائش نہیں ہے۔

آجکل انگلستان کے سب سے بڑے لارڈ پادری صاحب پاکستان آئے ہوئے ہیں اس کو آرچ بشپ آف کنٹربری بھی کہتے ہیں۔ یہ انگلستان میں سب سے بڑا پادری اور عیسائیوں کا سب سے بڑا نمائندہ ہوتا ہے۔ انگلستان کا جو بادشاہ ہے اس کے حلف میں یہ بات شامل ہے کہ I will defend the faith (یعنی میں عقیدہ کا تحفظ کروں گا) اسلئے انگلستان کے

بادشاہ کو کہتے ہیں Defender of the faith (یعنی عقیدے کا تحفظ کرنے والا)۔ آرچ بشپ آف کنٹربری چرچ آف انگلینڈ ذرا اس بات کی وضاحت کردوں کہ چرچ آف انگلینڈ کا ایک علیحدہ مستقل نظام ہے جو رومن کیتھولک اور پروٹسٹنٹ سے ہٹ کر ہے اور شاہ برطانیہ اسکا محافظ ہے۔ آرچ بشپ جو برطانیہ سے پاکستان کے دورے پر آئے ہوئے ہیں کل ان کا بیان ملک کے اخبارات میں چھپا۔ میں ملک سے باہر اسپین، فرانس، پرتگال، بیلجیئم، ہالینڈ وغیرہ کے تبلیغی دورے پر تھا، دو مسجدوں کا وہاں افتتاح کرنا تھا۔ وہاں سے واپس آیا اور دو روز ٹھہر کر سنگاپور چلا گیا۔ سنگاپور میں کانفرنس تھی وہ کانفرنس ختم کرکے کل جب میں وطن واپس آیا تو اخبار میں یہ بیان پڑھا کہ آرچ بشپ آف کنٹربری چرچ آف انگلینڈ کے سربراہ نے اسلام آباد میں اپنی تقریر میں یہ مطالبہ کیا ہے کہ Law of blass-phemy میں سزائے موت دی گئی ہے اس سزائے موت میں تخفیف کی جائے، بجائے سزائے موت کے کوئی معمولی سزا دی جائے۔

Law of blassphemy کیا ہے اس میں سزائے موت کیوں مقرر کی گئی ہے؟ اسکی تفصیل آپ کو بتانا چاہتا ہوں اور یہ آپکے علم میں رہنی چاہیئے اسلئے کہ بہت بڑی بات ہے کہ عیسائیوں کا ایک رہنما آرچ بشپ پاکستان میں جو ایک اسلامی ملک ہے جس میں بڑی جدوجہد کے بعد اسلام اس ملک کا سرکاری مذہب قرار پایا ہے۔ ۱۹۷۳ء سے پہلے جتنے بھی آئین تھے ان میں اسلام اس ملک کا سرکاری مذہب نہیں تھا۔ نام تو اسلامی جمہوریہ پاکستان تھا اور اس نام کی وجہ سے لوگ یہ کہتے تھے کہ یہ مسلمانوں کا ملک ہے۔ یہ بات اپنی جگہ بالکل درست تھی اسمیں کوئی شک نہیں تھا لیکن یہ بالکل ایسی بات تھی کہ جیسے بعض لوگ اپنے بیٹے کا نام اقبال مسیح رکھتے ہیں یا جاوید اختر رکھتے ہیں نام تو ہے جاوید اختر چنانچہ یہ نام سن کر آپ شبہ میں پڑ جاتے ہیں کہ مسلمان ہو گا لیکن جب آپ اس سے اسکا مذہب پوچھیں گے تو وہ بتائے گا کہ وہ کرسچین ہے۔

اس زمانے میں قومی اسمبلی میں جب یہی دلائل زیر بحث تھے۔ میں نے قومی اسمبلی میں مطالبہ کیا کہ پاکستان کا سرکاری مذہب اسلام ہونا چاہیئے تو اس زمانے کے وزیر اعظم اور

ان کی پارٹی والے جن کی حکومت تھی وہ میرے اس مطالبے پر بڑے پریشان ہوئے مجھ سے بار بار یہ کہتے تھے کہ مولانا آپ اپنا یہ مطالبہ واپس لیں میں نے کہا نہیں! اس ملک کا سرکاری مذہب اسلام ہی ہوگا۔ تو برسر اقتدار پارٹی نے یہ جواب دیا کہ پاکستان کی تاریخ میں اسلام کبھی بھی سرکاری مذہب نہیں ہوا اور آپ جو مطالبہ کرتے ہیں تو اس کے لئے ملک کا "اسلامی جمہوریہ پاکستان" نام ہونا ہی بس کافی ہے۔ تو میں نے اپنی تقریر میں یہی مثال دی کہ بچے کا نام آپ جو چاہیں رکھ دیں لیکن اسکی شناخت بھی ضروری ہے۔

یہ بات بھی آپ کے علم میں ہے کہ امریکن عساکر نے اپنے منافقین کو ساتھ ملا کر ۱۹۹۱ء میں عراق پر حملہ کیا تھا اور عراق کو بظاہر شکست ہوئی۔ جب جنگ ختم ہوئی تو بہت سے بے وقوف اور احمق کویتیوں نے اپنے بچوں کا نام " بش " رکھا۔ غور کیجئے کہ مسلمان کویتیوں نے اپنے بچوں کا نام "بش" رکھ دیا۔ اس وقت کے اخبارات میں یہ افسوسناک خبریں آئیں اور ہم نے اور آپ نے پڑھیں۔ اسی طرح ہمارے بہت سے لوگ بے معنی نام رکھ دیتے ہیں جس کا کوئی مطلب نہیں ہوتا۔ حالانکہ نام تو اچھے رکھنے چاہئیں۔ حضور پر نور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اچھے نام رکھو کیونکہ اسکے اثرات پہنچتے ہیں۔ لہٰذا بے معنی اور لغو ناموں سے اجتناب کرنا چاہیئے۔ اپنی مسجد کے خطیب یا عالم یا کسی بزرگ سے پوچھ لیا کریں تا کہ وہ کوئی اچھا نام تجویز کریں جو با معنی بھی ہو تا کہ بچے پر اسکے اچھے اثرات قائم ہوں۔

بہر حال میں نے اس وقت قومی اسمبلی میں کہا کہ محض "اسلامی جمہوریہ پاکستان " نام رکھنے سے کچھ نہیں ہوتا ملک کا مذہب کیا ہے وہ بتایئے ؟ اسلام اس ملک کا سرکاری مذہب ہونا چاہئے اور یہ باقاعدہ دستور میں لکھا ہونا چاہئے کہ اس ملک کا سرکاری مذہب اسلام ہے، حکومت کا مذہب اسلام ہے اور پاکستان کا مذہب اسلام ہے۔ الحمد للہ ہمارا یہ مطالبہ منظور ہو گیا۔

تو میں آپ کو بتا رہا تھا کہ Law of blassphemy کا ترجمہ ہوا قانون تحفظ ناموس رسالت۔ اس پر کیا سزا دی جائے۔ تقریباً پانچ چھ سال کی مسلسل جدوجہد کے بعد ۱۹۹۰ء کی پارلیمنٹ سے یہ پاس ہوا کہ اگر کوئی شخص حضور اکرم ﷺ کی ذات اقدس یا دیگر انبیاء و مرسلین میں سے کسی بھی نبی کی توہین کا مرتکب ہو تو اسکو سزائے موت ہونی چاہئے۔ اس قانون کا نام ہوا Law of blassphemy تو According to the

act of the parliament یعنی پارلیمنٹ کے ایکٹ کے تحت " قانون تحفظ ناموس رسالت " نافذ ہوا۔ اب قانون بالکل واضح ہے کہ کوئی بھی شخص خواہ وہ مسلمان ہو یا عیسائی یا اسکا تعلق کسی مذہب سے ہو اگر اس نے کسی بھی نبی برحق کی بے حرمتی کی تو اسکے لئے سزائے موت ہے۔ آپ نے غور فرمایا کہ مسلمانوں نے جو قانون تحفظ ناموس رسالت کا بنایا اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی تحفظ دیا گیا ہے تا کہ یہ نہ ہو کہ کوئی عیسائی شکایت کرے کہ آپ لوگوں نے حضرت عیسیٰ کو چھوڑ دیا اور اپنے نبی محترم ﷺ کے لئے تحفظ ناموس رسالت کا قانون بنا دیا اب یہ شکایت نہیں ہو سکتی۔ لیکن بڑے تعجب اور حیرت کی بات ہے کہ آرچ بشپ عیسائیوں کے نمائندے ہیں انکو تو اس قانون سے خوش ہونا چاہئے تھا کہ اگر عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں بھی گستاخی ہو تو اسکے لئے بھی یہی قانون ہے مگر افسوس کہ کل ان کا ایک طویل دو کالمی بیان نشر ہوا۔ انگریزی اخبار میں میں نے پڑھا اور اسکے علاوہ اسلام آباد اور کراچی سے جو اخبار نکلتے ہیں اس میں بھی میں نے پڑھا۔ کیونکہ انگریزی میں ان کی تقریر تھی لہٰذا انگریزی اخبارات میں زیادہ تفصیل آئی ہے۔ مجھے اس بیان پر بڑی حیرت ہے کہ ایک عیسائی ایسا مطالبہ کر رہا ہے بلکہ ان کو تو خوش ہونا چاہئے اور یہ کہنا چاہئے کہ یہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ ایک مسلمان ملک میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عزت و حرمت کو اس طرح تحفظ دیا گیا کہ ہم عیسائی بھی اتنا تحفظ نہیں کر سکے۔ کیونکہ انگلستان میں کوئی تحفظ نہیں ہے مگر پاکستان میں جہاں حضور اکرم ﷺ کی عزت و حرمت کے تحفظ کا قانون ہے اسی قانون کے ذریعہ حضرت عیسیٰ اور حضرت موسیٰ (علیہما السلام) کی عزت و حرمت کا تحفظ بھی موجود ہے۔ عیسائیوں کے ساتھ یہودیوں کو بھی اس قانون پر خوش ہونا چاہئے کہ مسلمانوں نے جو قانون بنایا ہے اپنے پیغمبر کی عزت و حرمت کے ساتھ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ اور دیگر انبیاء (علیہم السلام) کی عزت و حرمت کا تحفظ بھی کیا گیا ہے لیکن عیسائیوں کے بڑے رہنما مطالبہ کر رہے ہیں کہ نہیں! اس قانون میں جو سزائے موت دی گئی ہے اسکو ختم کر دینا چاہئے (The death sentence should be abolished یہ ان کا مطالبہ اور یہ فقرہ تمام اخبارات میں شائع ہوا کہ سزائے موت کو ختم کر دینا چاہئے۔ کتنی حیرت کی بات ہے۔ اب ذرا غور فرمائیں کہ اگر نبی کی عزت و حرمت نہ رہے تو پھر نبی کی کسی بات کی کوئی

وقعت نہیں رہتی۔ اسلئے اللہ رب العلمین نے قرآن مجید میں خاص طور سے ہدایت فرمائی۔

﴿ یایہا الذین امنوا لا تکونوا کالذین اذوا موسیٰ فبراہ اللہ مما قالوا و کان عند اللہ وجیہا ﴾ (سورۃ الاحزاب/۶۹)

(اے ایمان والو! ان جیسے نہ ہونا جنہوں نے موسیٰ کو ستایا تو اللہ نے اسے بری فرما دیا اس بات سے جو انہوں نے کہی اور موسیٰ اللہ کے یہاں آبرو والا ہے)

تم ایسے مت ہو جانا جیسے حضرت موسیٰ کی امت میں لوگوں نے حضرت موسیٰ کو اذیت دی تم نبی کو اذیت مت دینا ورنہ تم پر بھی وہی رسوائی اور وہی ذلت مسلط ہو جائی گی۔ جو یہودیوں پر اس زمانے میں مسلط کی گئی تھی۔ یعنی تم حضور اکرم ﷺ کو اذیت مت دینا جسطرح یہودی اپنے پیغمبر کو اذیت دیتے تھے۔ اس اذیت کا بھی بڑا عجیب و غریب واقعہ ہے۔ یہودیوں (قارون اور اسکے ساتھی) نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تہمت لگائی کہ آپ کے جسم پر داغ ہیں آپ کا جسم برص اور کوڑھی ہے جبکہ نبی کا جسم پاک صاف ہوتا ہے۔ نبی کے جسم پر اللہ کے نور کی بارش ہوتی ہے نبی کے جسم سے خوشبو آتی ہے۔ ہمارے آقا و مولیٰ حضور اکرم ﷺ سید الانبیاء والمرسلین ہیں۔ آپ کے جسم اقدس سے ایسی خوشبو آتی تھی کہ آپ جس کوچہ و بازار یا گلی سے گزر جاتے تھے کئی کئی روز تک لوگ اس خوشبو کو سونگھ کر کہتے تھے کہ حضور اکرم ﷺ یہاں سے گزرے ہیں کیونکہ نبی کا جسم انوار الٰہی سے معطر ہوتا ہے۔ حضور ﷺ کا جو پسینہ شریف نکلتا تھا اس پسینے کو ام ایمن اور دوسرے بہت سے صحابہ اور صحابیات کسی خاص برتن یا بوتل میں جمع کر کے رکھ لیتے تھے اور پھر کسی خاص موقع پر پسینہ مبارک کو اپنے جسم پر ملتے تھے تو انکے جسم اور کپڑوں سے مشک و عنبر سے بھی تیز تر خوشبو آتی تھی۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضور پر نور ﷺ اور دیگر انبیاء کو یہ عظمت عطا فرمائی کہ انکے جسم اقدس سے کوئی چیز مس ہو جائے تو وہ بھی بابرکت ہو جاتی تھی۔ ہر نبی معظم ہے محترم ہے جملہ انبیاء و مرسلین میں حضور پر نور ﷺ کا مقام و وقار بہت ہی بلند و بالا ہے آپ نبیوں میں سب سے اعلیٰ ہیں اور رسولوں میں سب سے بالا ہیں۔ تو اللہ رب العلمین نے ارشاد فرمایا کہ اے ایمان والو! جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کو انھوں نے تکلیف دی خبردار تم تکلیف نہ دینا۔ یہودیوں کی بدبخت بدنصیب قوم کے لوگوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام

پر معاذ اللہ زنا کی تہمت بھی لگائی جیسا کہ مفسرین نے اس واقعہ کی تفصیل بیان فرمائی۔ سورہ احزاب میں یہ واقعہ بھی ہے اسکے علاوہ مفسرین نے اور واقعات بھی لکھے ہیں ان ہی میں سے ایک یہ واقعہ بھی ہے کہ قارون نے ایک عورت کو پیسے دیے اور اسکو سکھایا کہ مجمع میں لوگوں کے سامنے یہ کہو کہ میری گود میں جو بچہ ہے یہ حضرت موسیٰ کا ہے۔ حضرت موسیٰ پر یہ شرمناک تہمت اس عورت نے اس وقت لگائی کہ جب حضرت موسیٰ وعظ فرما رہے تھے اور لوگوں کو اللہ کے احکام سے آگاہ کر رہے تھے کہ اللہ نے حکم دیا ہے کہ نماز پڑھو۔ اللہ نے تم کو حکم دیا ہے کہ اپنے مال کی زکوۃ ادا کرو تو قارون کو زکوۃ ادا کرنی نہیں تھی وہ سونے اور چاندی کو جمع کرنا چاہتا تھا۔ زمین کے اندر اسکے خزانے سونے اور چاندی سے بھرے ہوئے تھے۔ وہ منکر تھا زکوۃ نہیں دینا چاہتا تھا اسلئے اس نے یہ سارا ڈھونگ رچایا تھا۔ تو وہ عورت آپ پر تہمت لگا کر کھڑی ہو گئی کہ میری گود میں یہ بچہ حرام کا ہے اور اسکے مرتکب معاذ اللہ حضرت موسیٰ ہیں دوسری طرف حضرت موسیٰ علیہ السلام فرما رہے ہیں کہ حرام سے بچو۔ اللہ کی نافرمانی نہ کرو اس کے احکام پر عمل کرو اور وہ عورت بار بار لوگوں کو متوجہ کر کے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی توہین کر رہی ہے۔ جب آپ نے یہ صورتحال دیکھی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کی طرف متوجہ ہوئے چونکہ برگزیدہ نبی تھے اور اپنی پر جلال آواز میں عورت سے کہا کہ سچ بتا یہ کس کا بیٹا ہے؟ تو وہ عورت فوراً بول پڑی کہ یہ آپکا بیٹا نہیں ہے۔ میں نے آپ پر جھوٹا الزام لگایا ہے۔ اس کام کے لئے قارون نے مجھے پیسے دیئے تھے میں آپ سے معافی چاہتی ہوں بلاشبہ آپ اللہ کے سچے نبی ہیں۔ اسکے بعد قارون پر جو اللہ کا دردناک عذاب آیا وہ سب کو معلوم ہے میں اسکی تفصیل میں زیادہ جانا نہیں چاہتا ہوں۔ الغرض اس کا خزانہ زمین میں دھنس گیا اور وہ خود بھی زمین میں دھنس گیا وہ خود بھی ختم ہوا اس کے محلات بھی ختم ہوئے۔ قرآن مجید میں اسکی تفصیل موجود ہے۔

﴿ فخسفنا بہ وبدارہ الارض ﴾ (سورۃ القصص/۸۱)

(تو ہم نے اسکو اور اسکے گھر کو زمین میں دھنسا دیا)

اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور پیغمبر برحق پر جھوٹا الزام لگانے کی سزا ضرور ملتی ہے کسی بھی نبی کو اذیت دینے کی سزا انتہائی عبرتناک ہوتی ہے۔ ہر نبی اپنے بلند مرتبہ و مقام پر فائز ہوتا

ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کا ہماری بارگاہ میں یہ مقام ہے۔وکان عنداللہ وجیھا۔(اور وہ اللہ کے نزدیک بڑی عزت والے اور بڑی وجاہت والے)۔ بنی اسرائیل کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی توہین اور ان کو اذیت دینے کی دردناک سزا ملی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہماری تنبیہ کے لئے یہ واقعات بیان فرمائے تاکہ ہم اس سے عبرت اور سبق حاصل کریں۔

اسی طرح عیسائیوں کا بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے بڑا شرمناک نظریہ ہے اور انکی بعض کتابوں میں یہ لکھا ہوا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام (معاذاللہ) طوائفوں سے سر میں تیل ملواتے تھے (استغفراللہ العظیم) کوئی مسلمان اسکا تصور بھی نہیں کر سکتا ہے لیکن بہر حال عیسائیوں نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے۔ عیسائی اسکی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام طوائفوں کو انکی اصلاح کیلئے بلواتے تھے(معاذاللہ.توبہ توبہ استغفراللہ) کسی بھی نبی کے بارے میں مسلمان ایسا سوچ بھی نہیں سکتا کہ غیر محرم عورت نبی کے جسم کو ہاتھ لگائے۔ اللہ کے محبوب حضور اکرم ﷺ کے متعلق ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ارشاد فرمایا۔ ما مست ید رسول اللہ ﷺ ید امرأۃ ۔الخ

"رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ نے کسی بھی غیر محرم عورت کے ہاتھ کو نہیں چھوا " (مسند امام احمد ج ۷ ص ۲۲۱) گویا غیر محرم عورت سے ہاتھ ملانا بھی حرام ہے۔ آجکل یہ جاہلانہ رواج عام ہو گیا ہے کہ غیر محرم عورتوں سے بعض لوگ مصافحہ کرتے ہیں اور فعل حرام کے مرتکب ہوتے ہیں۔ غیر محرم عورت سے ہاتھ ملانا، جسم سے جسم ملانا حرام ہے اور مسلمانوں کو اس فعل حرام سے بچنا چاہئے۔

یورپ اور افریقہ وغیرہ میں یہ رواج عام ہے۔ میں ایک تقریب میں انہیں مسائل پر روشنی ڈال رہا تھا اور اسکی خرابیاں بھی بیان کر رہا تھا، تقریب کے بعد سوال وجواب کا تھوڑا سا وقت دیا جاتا ہے کہ اگر کسی صاحب کو کسی مسئلہ کی وضاحت چاہیے تو سوال کرے۔اس تقریب میں ایک انگریز کھڑے ہوئے انہوں نے کہا کہ میں سوال پوچھنا چاہتا ہوں میں نے کہا ضرور پوچھیں(It's my pleasure) بڑی خوشی کی بات ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر کوئی عورت بھی مرد سے ہاتھ ملائے تو کیا فرق پڑتا ہے ایک ہی بات ہے۔ تو میں نے کہا کہ

دیکھیں عورت اور مرد میں فرق ہے (There is difference between male and female sex) اور جب عورت اور مرد میں فرق ہے تو مرد سے مصافحہ کرنے میں جذبات الگ ہوتے ہیں اور عورت کے ساتھ ہاتھ ملانے میں جذبات مختلف ہوتے ہیں۔ تو اس نے کہا کہ بات سمجھ میں نہیں آئی۔ پھر میں نے کہا کہ اسکو یوں سمجھئے۔ اگر میں کہوں کہ لیموں کا ذائقہ کیسا ہوتا ہے تو آپ کیا محسوس کریں گے (What do you feel about it?) اب وہ خاموش ہو گئے تو میں نے کہا کہ جب میں نے آپ سے پوچھا کہ لیموں کا ذائقہ کیسا ہوتا ہے؟ تو آپ کے منہ میں پانی آیا کہ نہیں۔ وہ کہنے لگے کہ پانی تو آگیا۔ میں نے کہا کہ اگر میں آپ کے سامنے ٹماٹر کا نام لوں تو منہ میں پانی نہیں آئے گا کیلا یا سیب کا نام لوں گا تو پانی نہیں آئے گا لیکن لیموں کا نام لیتے ہی پانی بھر آئے گا اور جب کوئی آپ سے یہ کہے کہ فلانی عورت بہت خوبصورت ہے اور اسکا خوبصورت جسم بہت نرم و نازک ہے تو آپ کی خواہشات ابھریں گی یا نہیں؟ تب انھوں نے اعتراف کیا۔ میں نے کہا کہ بات اصل میں یہی ہے عورت کا تصور آتے ہی شیطان شہوانی جذبات کو بھڑکاتا ہے۔اسی لئے اللہ کے حبیب ﷺ نے مردوں کو غیر محرم عورتوں سے دور رہنے حتیٰ کہ ان کو دیکھنے سے بھی منع فرمایا ہے چونکہ یہی راستہ ہے جس سے انسان بے حیائی، فحاشی اور زناکاری کی طرف مائل ہوتا ہے۔ اسلام نے فطری تقاضوں کے مطابق غیر محرم عورتوں سے مردوں کو دور رہنے کا حکم دیا۔ اسلام نے زنا کو حرام کیا اور اس کے تمام راستوں کو بھی بند کر دیا۔ بشری تقاضوں کے مطابق نکاح کا حکم دیا جسکے بعد اپنی منکوحہ سے یہ تمام چیزیں جائز ہیں۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق کوئی شخص عدل وانصاف کی استطاعت رکھتا ہے تو وہ دو یا تین حتیٰ کہ چار نکاح بھی کر سکتا ہے ۔بہر حال یہ بات تو درمیان میں آگئی جسکی میں نے مختصر وضاحت کر دی۔

عرض یہ کر رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کی ذات کی حفاظت فرمائی اور ان کی بارگاہ میں آنے اور بیٹھنے کے آداب بھی مقرر فرمائے۔ذرا غور فرمائیں کہ کتنی عجیب وغریب بات ہے قرآن پاک میں ایک جگہ ارشاد فرمایا کہ جب اللہ کے رسول تمہیں کھانا کھانے کے لئے بلائیں تو جیسے ہی کھانا ختم ہو جائے باہر آجاؤ زیادہ دیر مت ٹھہرو کیونکہ ہمارے نبی کو تکلیف نہیں ہونی چاہئے۔ رب العالمین جل جلالہ ارشاد فرماتا ہے۔

﴿ولکن اذا دعیتم فادخلوا فاذا طعمتم فانتشروا ولا مستانسین لحدیث﴾

(یہاں جب بلائے جاؤ تو حاضر ہو اور جب کہا چکو تو متفرق ہو جاؤ نہ یہ کہ بیٹھے باتوں میں دل بہلاؤ) (سورۃ الاحزاب ر ۵۳)

تو گویا قرآن ہمیں دربار مصطفیٰ ﷺ کے آداب سکھا رہا ہے گھر میں داخل ہونے بیٹھنے اور ٹھہرنے کے آداب بتا رہا ہے تاکہ قیامت تک امت یہ پڑھتی رہے اور یاد بھی رکھے کہ رسول کا مقام اتنا بلند ہے۔ تو ان کے گھر میں اتنا نہ بیٹھو کہ ان کو تکلیف ہو اگر یہ باتیں حضور ﷺ خود بیان فرماتے اہل ایمان تو بہر حال اس کا انکار نہیں کرتے لیکن بعض بد عقیدہ لوگ یہ کہتے کہ ہاں یہ حدیث میں ہے اور یہ حدیث ضعیف ہے وغیرہ وغیرہ۔ جیسا آجکل عام رواج پڑ گیا ہے فوراً کہہ دیتے ہیں کہ صاحب بخاری میں تو نہیں ہے اسلئے کہ تراجم چھپ گئے ہیں۔ بخاری بغل میں دبائے پھرتے ہیں کوئی حدیث انکے سامنے بیان کی جائے تو کہہ دیں گے بخاری میں نہیں کیونکہ اپنی کم علمی کی بنیاد پر وہ حضرات ہر مرض کی دوا بخاری میں تلاش کرتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ ؎

بے عشق محمد ﷺ کے جو پڑھتے ہیں بخاری آتا ہے بخار ان کو بخاری نہیں آتی

شاید بے چارے یہ سمجھتے ہونگے کہ بخاری شریف کے علاوہ حدیث کی کوئی کتاب نہیں ہے جبکہ بخاری شریف کے علاوہ بے شمار احادیث صحیحہ کی کتابیں موجود ہیں۔ صحیح مسلم، ترمذی شریف، ابو داؤد شریف وغیرہ، امام نسائی بھی اپنے وقت کے بہت بڑے محدث تھے اور بھی بڑے جلیل القدر محدثین کرام گزرے ہیں اور احادیث کے بے شمار شارحین گزرے ہیں جنہوں نے بڑی ایمان افروز شرحیں کی ہیں۔ ہر محدث نے احادیث کی اقسام کو بھی بیان کر دیا۔ ضعیف، قوی، حسن، غریب، مرسل، مشہور، متواتر اور اسکے لئے باقاعدہ اسماء الرجال کا پورا فن ایجاد ہو گیا جو دنیا کے کسی مذہب میں نہیں ہے۔ وہ طبقہ جنہوں نے باقاعدہ محدثین کے حالات تحقیقی انداز میں بیان فرمائے کہ یہ کون تھے کیسے تھے سچ بولنے والے تھے یا نہیں اور اسکی تمام وضاحتیں اسماء الرجال کی کتابوں میں موجود ہیں۔ اس ضمن میں امام بخاری علیہ الرحمہ کا واقعہ ہے کہ آپ ایک محدث کی خدمت میں پہنچے ان سے ایک حدیث معلوم کرنی تھی اور اس کے لئے ایک طویل سفر کی تکلیف برداشت کی کیونکہ اس زمانے میں ریل، ہوائی جہاز، کاریں وغیرہ تو تھی نہیں آپ اندازہ کر سکتے ہیں اس زمانہ کا سفر کتنا مشکل تھا۔ بہر حال امام صاحب انکی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلام عرض کیا انہوں نے سلام کا جواب دیا۔ امام

صاحب نے عرض کیا کہ میں آپ سے فلاں مسئلے کے سلسلہ میں ایک حدیث سننے کے لئے آیا ہوں آپ کے پاس اس مسئلے میں کوئی حدیث ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ جی ہاں موجود ہے۔ اس وقت وہ صاحب گھوڑے کو گھاس کھلانے کے بجائے اسکو جھانسا دے کر بلا رہے تھے۔ امام صاحب نے جب یہ دیکھا تو ان سے کہا کہ حضور گھاس تو ہے نہیں اور آپ اس کو اس طرح بلا رہے ہیں کہ جیسے آپ گھاس یا چارہ کھلائیں گے تو انہوں نے کہا کہ ہاں میں اس کو ایسے ہی بلا رہا ہوں گھاس وغیرہ اس کو نہیں دینی۔ تو امام صاحب نے کہا حضور میں اجازت چاہتا ہوں۔ تو انہوں نے کہا آپ تو حدیث سننے آئے تھے لیکن آپ وہاں سے چلے آئے اور حدیث نہیں سنی۔ بعد میں لوگوں نے امام صاحب سے پوچھا کہ آپ نے اتنا طویل سفر کیا اور حدیث سنے بغیر واپس آگئے تو آپ نے کہا کہ بات دراصل یہ ہے وہ صاحب جانور کو دھوکہ دے رہے تھے اور جانور کو دھوکہ دینے والے سے میں حدیث نہیں سننا چاہتا تھا اور نہ ہی ایسے آدمی کی حدیث بیان کرنا چاہتا ہوں۔ غور کیجئے کہ محدثین کرام کی جماعت کتنی محتاط تھی اور جب امام بخاری علیہ الرحمۃ حدیث شریف لکھنے بیٹھتے تو وضو کرتے پھر دو رکعت نفل ادا فرماتے اور پھر حدیث لکھتے اور بیان فرماتے۔ یہ امام صاحب کا ہمیشہ کا معمول تھا۔

جبکہ آجکل لوگوں نے معمول بنا لیا ہے کہ جس حدیث کو چاہتے ہیں بے دھڑک انکار کر دیتے ہیں، نہیں جی! یہ بخاری میں نہیں ہے، مسلم میں نہیں ہے، ابو داؤد میں نہیں ہے۔ لاپرواہی اور بے احتیاطی کا یہ عالم ہے کہ جس کا دل چاہتا ہے حدیث کا انکار کر دیتا ہے۔ تو اللہ رب العالمین جل جلالہ نے قرآن مجید فرقان حمید میں اپنے حبیب ﷺ کے آداب کو بیان کر دیا تاکہ کسی انکار کی گنجائش نہ رہے۔ حدیث کے سلسلے میں تو وہ کہہ سکتا تھا کہ ضعیف ہو گی لیکن جو کچھ قرآن میں ہے اسکا انکار کیسے کرے گا قرآن کا انکار کفر ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے مخالفین کی زبان ہمیشہ ہمیشہ کیلئے بند کر دی اور اہل ایمان کو یہ بتا دیا کہ فرشِ زمین پر میرے محبوب کا وہ دربار ہے جسکے آداب خود میں نے بتائے ہیں۔

قرآن عظیم میں متعدد مقامات پر اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی تعظیم اور ان کے آداب کا بیان فرمایا۔ ایک جگہ ارشاد فرمایا کہ جب تم حضور ﷺ کے دروازے پر پہنچو آواز مت دو۔ اللہ اکبر! کیا ادب ہے۔ بھئی اگر آواز نہیں دی تو چلو کھٹکا کریں ظاہر ہے اس زمانے

میں آواز دیتے تھے یا کھٹکا کیا کرتے تھے۔ کیونکہ آواز یا کھٹکے سے آرام میں خلل پڑ سکتا ہے۔ لہذا فرمایا خاموش رہو اور انتظار کرو رسول اللہ ﷺ جب کرم فرمائیں گے تو تشریف لے آئیں گے۔ اللہ رب العالمین جل جلالہ عم نوالہ ارشاد فرماتا ہے۔

﴿ان الذین ینادونك من وراء الحجرات اکثرھم لایعقلون﴾

(بیشک وہ جو تمہیں حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں اکثر بے عقل ہیں) (سورۃ الحجرات ر ۴)

اب ذرا غور فرمائیے! آپ گھر میں موجود ہوں، کوئی آدمی باہر سے آپ کو آواز دے تو یہ کوئی غلط بات نہیں ہے اور نہ ہی آپ یہ کہیں گے کہ بے وقوف ہو آواز کیوں دیتے ہو۔ لیکن مقام ادب رسول ﷺ دیکھئے! فرمایا بیوقوف خبردار! آواز مت دینا اس لئے کہ آواز دینے سے تکلیف پہنچ سکتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے آرام میں خلل آسکتا ہے۔ اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ کا قلب اطہر ہمہ وقت اللہ کی طرف متوجہ رہتا ہے۔

حضور پرنور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔ "اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ میرا وقت ہے وہ وقت خاص اللہ کے ساتھ میرا ایسا ہے کہ اسوقت میں کسی نبی ورسول اور فرشتہ کے وہاں آنے کی گنجائش نہیں ہوتی۔" تو ایسے وقت خاص میں کسی نے آواز دی تو بے ادبی ہے۔ اس سے رسول اللہ ﷺ کو تکلیف پہنچی لہذا خبردار آواز مت دینا خاموش بیٹھے رہو۔ اور یہ بھی نہ سمجھنا کہ رسول اللہ ﷺ تمہارے آنے سے بے خبر ہیں۔ ارے بے وقوف جو اللہ سے ہر وقت باخبر ہے وہ تم سے کیسے بے خبر ہو سکتا ہے۔ اسلئے آواز دینے کی ضرورت نہیں۔ بس ادب سے بیٹھے رہو، انتظار کرو، جب بھی کرم فرمائیں گے تشریف لے آئیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے دربار میں حاضری کے آداب قرآن میں بیان کر دیئے۔ اب قرآن کا کیسے انکار کرو گے۔ جو کرے گا تو بے وقوف ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے گا اور قیامت میں مجرمین کی صف میں شامل ہوگا۔ اللہ رب العالمین نے حضور ﷺ کے مرتبہ کو تحفظ دے دیا کہ خبردار! اللہ تبارک وتعالیٰ کی شیطان پر لعنت ہے۔ اور جس نے رسول اللہ ﷺ کو تکلیف دی اس پر بھی اللہ کی لعنت ہے۔ دیکھئے قرآن میں ارشاد فرمایا۔ ﴿ومن دخلہ کان امنا﴾ (جو بیت اللہ شریف میں داخل ہوگیا اس کو امن مل گیا) یعنی بیت اللہ شریف جو ہے امن

کی جگہ ہے۔ دوسری جگہ ارشاد فرمایا ﴿واذ جعلنا البیت مثابۃ للناس وامنا﴾ (اور یاد کرو جب ہم نے اس گھر کو لوگوں کے لئے مرجع اور امان بنایا)۔ مسجد حرام امن کی جگہ ہے ' ومن دخلہ ' اور جو اس میں داخل ہوگیا اس کو امن مل گیا یعنی اس کو مار نہیں سکتے اگر کوئی جرم کرنے کے بعد کعبۃ اللہ شریف میں گھسا تو اب انتظار کریں گے کہ وہ باہر آئے، ظاہر ہے باہر تو اسکو ایک نہ ایک دن آنا ہی پڑے گا جب باہر آئے گا تو پکڑلو لیکن جو داخل ہوگیا اسکو امن مل گیا۔ اب دیکھئے رمضان المبارک میں حضور پرنور ﷺ کے عہد میں مکہ فتح ہوگیا۔ آپ ﷺ اپنے لشکر کے ساتھ مکہ شریف میں داخل ہوگئے، اونٹنی مبارکہ پر سوار تھے، گردن شریف جھکی ہوئی تھی، بڑے عجز و نیاز کیساتھ حضور ﷺ مکہ شہر میں داخل ہو رہے تھے تو حضور ﷺ نے داخل ہوتے ہی ارشاد فرمایا۔ خبردار! جو شخص بھی اپنے گھر میں ہے اس کو امن ہے، ابوسفیان کے گھر میں جو چلا گیا اس کو بھی امان ہے۔ آج جن لوگوں کو امان دی جارہی ہے مکہ شریف والے تھے جنہوں نے آپ ﷺ کو بڑی اذیتیں دی تھیں اور بڑی تکلیفیں پہنچائیں تھیں، صحابہ کرام کو بہت تنگ کیا تھا لیکن فرمایا خبردار! انتقام نہیں لینا مسلمان انتقام نہیں لیتا بلکہ مسلمان رحم دل ہوتا ہے۔

شفاء شریف میں یہ واقعہ ہے کہ حضور ﷺ کو اطلاع ملی کہ وہ جو فلاں شخص آپ ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کرتا تھا مکہ شہر میں موجود ہے فرمایا تلاش کرو۔ بتایا گیا کہ یا رسول اللہ ﷺ اس نے کعبۃ اللہ شریف کے غلاف کے اندر پناہ لے رکھی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اسے قتل کردو، چھوڑو نہیں، گستاخ رسول کی سزا قتل ہے۔ گستاخ رسول کی توبہ قبول نہیں ہے یعنی حضور پرنور ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کرنیوالا کافر ہے مرتد ہے اسکی توبہ قبول نہیں ہوگی واجب القتل ہے۔ یہ قانون یعنی Law of blassphemy یہاں موجود ہے اور آرچ بشپ صاحب نے اسکو ختم کرنے کا مطالبہ کر کے بہت غلط بیان دیا ہے۔ اس قانون سے تو جہاں حضور پرنور ﷺ کے مرتبہ کا تحفظ ہے وہاں دیگر تمام انبیاء ومرسلین کی عزت وحرمت کا تحفظ بھی کیا گیا ہے۔ ظاہر ہے ہم مسلمان تمام انبیاء ومرسلین کی قدر ومنزلت کرتے ہیں اور ان پر ایمان لاتے ہیں۔ اس قانون کو یا اس قانون کے تحت

مقرر کردہ سزائے موت کو ختم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ چاہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام وغیرہ کی عزت نہ ہو۔ جبکہ بات اصل میں یہ ہے کہ انکو رسول اللہ ﷺ سے دشمنی ہے۔ وہ یہ چاہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی عزت و حرمت کے سلسلہ میں اگر قانونِ تحفظ ناموس رسالت میں سزائے موت ختم ہو جائے یا کم ہو جائے تو ان کو رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے کا موقع مل جائیگا اور یہ انکو معلوم ہے کہ مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں گستاخی نہیں کرے گا۔ تو اصل میں وہ رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے کے لئے جواز پیدا کرنا چاہتے ہیں۔

آرچ بشپ نے جو یہ مطالبہ کیا ہے ہم مسلمان اسکی مذمت کرتے ہیں اور حکومت سے بھی کہتے ہیں کہ وہ اس معاملہ میں بہت ہوشیار رہے اور عیسائیوں کی اس سازش کو ناکام بنائے اور اگر حکومت عیسائیوں کے ہاتھوں میں کھیلی اور اس قانون میں کسی قسم کی ترمیم کی تو خود مسلمان دین اور مذہب کے مطابق اس سزا کو نافذ کر دیں گے۔ اگر حکومت اسکو چھوڑ دے گی تو ظاہر ہے مسلمان تو اس کو نہیں چھوڑیں گے۔ ویسے حکومتیں جو ہیں زیادہ تر انکی خواہش یہ رہی ہے کسی طرح سے عیسائیوں کو خوش کرو، یہودیوں کو خوش کرو، مغرب کو خوش کرو، کوئی بات ایسی نہ کرو کہ جس سے عیسائی، یہودی اور مغربی اقوام ناراض ہو جائیں۔ اسکی وجہ ایمان کی کمزوری ہے اگر ایمان مضبوط ہو حکومت کا اور وہ یہ سمجھے کہ عیسائی ناراض ہو رہے ہیں ہو جائیں، یہودی ناراض ہو رہے ہیں ہو جائیں بس اللہ ناراض نہ ہو۔

لیکن افسوس یہ ہے کہ جتنے بھی حکمران اب تک آئے ان میں زیادہ تر حکمرانوں کی یہ خواہش رہی کہ امریکہ خوش ہو جائے، مغربی اقوام خوش ہو جائیں اور ہمارے متعلق یہ تصور کریں کہ ہم لبرل ہیں۔ لبرل کا مطلب ہے کھچڑی یعنی آدھا تیتر آدھا بٹیر۔ یعنی آدھے مسلم اور آدھے عیسائی ہیں آدھے مسلمان ہیں اور آدھے یہودی ہیں۔ یہ آپ نے دیکھا کہ پاکستان ٹیلی ویژن پر مسلمانوں کی ثقافت تو کم نظر آتی ہے جبکہ زیادہ تر ہندوؤں کی ثقافت، عیسائیوں کی ثقافت نظر آتی ہے مثلاً یہ ناچنا گانا، یہ جو مسلمان خواتین ٹیلی ویژن پر ناچتی ہیں اور گاتی ہیں یہ حرام ہے اور یہ ریڈیو اور ٹیلیویژن کے ذریعے جو بے حیائی اور فحاشی پھیلائی جا رہی ہے یہ

اسلامی تہذیب ... ۔ تو مسلمانوں کی بہو بیٹیوں کو ٹیلی ویژن پر نچوانے والے اور مسلمانوں کی بیٹیاں ... ہندو، عیسائی اور یہودی کلچر کو فروغ دینے والے اور ناچنے کی ٹریننگ دینے والے یہ عذابِ الٰہی کو دعوت دے رہے ہیں۔ یہ مسلمانوں کا کلچر نہیں ہے۔ نام مسلمانوں کا رکھا ہوا ہے باقی سب کام غیروں ہی کے کرتے ہیں تاکہ انکی نظروں میں مقبولیت ہو اور کہہ سکیں کہ ہم Fundamantalism نہیں ہیں یعنی بنیاد پرست نہیں۔ گویا اسلام کی بنیادوں پر کوئی خاص یقین نہیں رکھتے بس جیسا دیس ہو ویسا بھیس بنا لیتے ہیں۔ قوم کی بہو بیٹیوں کو ٹی وی پر نچوانے والے اور ان کو مغربی تہذیب میں ڈھال کر Prostitute بنانے والے اللہ تبارک و تعالیٰ کے عذاب سے بچ نہیں سکتے ہیں۔

حضور پرنور ﷺ کی عزت و حرمت کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے فرمائی اور علماء فرماتے ہیں اور صاحب شفاء شریف نے ان مسائل پر بڑی تفصیل سے بحث کی ہے۔ لہٰذا اگر کسی شخص نے یہ کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے نعلین شریفین معمولی سے تھے (معاذ اللہ نقل کفر کفر نہ باشد) یا پھٹے پرانے تھے، معمولی سے تھے توبہ توبہ شریفین کہنا چاہئے تو ارشاد فرمایا کسی نے تحقیر آمیز لفظ نعلین شریفین کے متعلق استعمال کیا تو وہ بھی کافر ہو گیا۔ اگر کسی نے حضور ﷺ کی پسند پر اپنی پسند کو ترجیح دی اس نے رسول اللہ ﷺ کے قلب مبارک کو تکلیف پہنچائی۔ خبردار ایسا نہ کرنا۔

﴿والذين يؤذون رسول الله لهم عذاب اليم﴾

(اور جو رسول اللہ کو ایذا دیتے ہیں انکے لئے دردناک عذاب ہے)

یعنی اللہ اپنے محبوب ﷺ کی حفاظت فرما رہا ہے اللہ تبارک و تعالیٰ حضور پرنور ﷺ کی عزت و حرمت کا محافظ ہے۔ اگر کسی نے رسول اللہ ﷺ کے دامن اطہر کو داغدار کرنے کی کوشش کی تو دنیا میں بھی اسکا انجام برا ہے اور آخرت میں عذاب الیم اسکا مقدر ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ حضور پرنور ﷺ کی عزت اور ادب و احترام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (امین)

(وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین)

بلا تبصرہ

نظریۂ حیات النبی ﷺ

مفتی عاشق الٰہی بلند شہری مسلکِ دیوبند کے جید اور مقتدر اہل علم میں شمار کیے جاتے ہیں۔ انہوں نے اپنے مکتبۂ فکر میں نظریہ حیات النبی ﷺ کے خلاف بڑھتے ہوئے رجحان پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے اپنے دینی مدارس کے ناظمین اور مدرسین کو ایک بھرپور خط لکھا جو ایک دیوبندی جریدہ ماہنامہ ''حق چار یار'' لاہور کے شکریہ کے ساتھ اسی طبقۂ فکر کے ترجمان ماہنامہ '' نصرۃ العلوم'' گوجرانوالہ نے شائع کیا ہے۔ چونکہ یہ مضمون امت کے اجتماعی عقیدہ کی تائید کرتا ہے لہٰذا کسی قطع برید کے بغیر من وعن نذر قارئین ہے .... (ادارہ)

بگرامی خدمت حضرات اصحاب اہتمام و مدرسین کرام دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

جیسا کہ عموماً اہل علم جانتے ہیں اور دوست اور دشمن سب کو اس کا علم ہے کہ حضرات اکابر علماء دیوبند کا مقصد مدارس عربیہ دینیہ قائم کرنے کا صرف اتنا ہی نہیں تھا کہ طلبہ کو جمع کیا کریں اور صرف عربی کتابیں پڑھا دیا کریں بلکہ ان کا ایک مسلک ہے جو معروف اور مشہور ہے، جب احمد رضا خان بریلوی نے ان حضرات کو بدنام کرنے کی بات چلائی اور ان پر کفر کا فتویٰ تھوپنے کیلئے اپنی کتاب حسام الحرمین تصنیف کی اور علماء حرمین شریفین سے اس پر دستخط کرالئے تو حضرت گنگوہیؒ کے اجل خلفاء میں حضرت مولانا محمود الحسن صاحب اور شارح ابوداؤد حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری اور حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہم بقید حیات تھے، جب ان حضرات کو احمد رضا خان کی دسیسہ کاری کا علم ہوا تو اس کی تردید کی طرف متوجہ ہوئے اور حسام الحرمین سے جو شر پھیل رہا تھا اس کے دفاع کیلئے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''المہند علی المفند'' تالیف فرمائی، اس زمانہ کے اکابر دیوبند موجود تھے ان سب نے اس کی توثیق اور تصدیق کی اور اس کتاب میں مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی عقائد علماء دیوبند میں لکھا ہے اور سلفاً عن خلف چاروں مذاہب کے علماء اس پر متفق رہے ہیں۔

ایک نیا فرقہ پچاس ساٹھ سال سے نمودار ہوا ہے جسے دور حاضر کے علماء نے لفظ ''مماتی'' کے ساتھ ملقب کیا ہے، پہلے تو یہ فتنہ اتنا زیادہ عام نہیں تھا تھوڑے سے لوگ تھے لیکن آج کل بہت زیادہ بڑھ گیا ہے

اور مدارس میں پھیل رہا ہے، طلباء میں اچھی خاصی تعداد میں اس فتنے کے حامی طلبہ ہوتے ہیں، ان لوگوں کو اپنے مسلک کی نام نہاد دلیلیں یاد ہوتی ہیں، دوسرے طلبہ کو ان کے خلاف دلائل یاد نہیں ہوتے اور یہ لوگ داعی ہوتے ہیں، طلبہ میں اپنی باتیں پھیلاتے رہتے ہیں اور انہیں اپناتے رہتے ہیں، مماتی طلبہ کو بے تکلف داخلہ دے دیا جاتا ہے، یہ لوگ علماء دیوبند سے علم بھی سیکھتے ہیں اور انہیں کم از کم گمراہ تو سمجھتے ہی ہیں بلکہ بعض منچلے تو حیات انبیاء کا عقیدہ رکھنے والوں کو کافر بھی کہتے ہیں، ایک مماتی کا ملفوظ سننے میں آیا کہ ابوبکر صدیقؓ بھی حیات انبیاء کے قائل ہیں تو وہ بھی کافر ہے، اب یہ فتنہ زور پکڑ رہا ہے اور ہمارے اصحاب مدارس اس کے دفاع سے غافل ہیں بلکہ بعض مدارس کے اکابر مدرسین اس عقیدے کے حامی ہیں جو طلبہ میں اس کی ترویج کرتے ہیں، اہل مدارس یہ سب کچھ جانتے ہوئے ان مدرسین کو رکھے ہوئے ہیں، بڑی بڑی تنخواہیں دیتے ہیں اور اس مزاج کے طلبہ کو پالتے ہیں جو پوری طرح فتنہ گر ہوتے ہیں۔

اس سے پہلے کہ مدارس میں سر پھٹول ہو اور جنگ وجدال کی نوبت آئے اور دیوبندیوں کے مدارس عقیدہ ممات کا مرکز بن جائیں اس کے دفاع کا راستہ سوچنے کی ضرورت ہے، اہل مدارس کو تغافل کیوں ہے اس بارے میں کوئی واضح بات نہیں بتائی گئی، کچھ ایسا سمجھا جاتا ہے کہ اگر اس مزاج کے طلبہ کے عدم ادخال یا اخراج کے بارے میں کوئی اقدام کیا گیا تو مدارس میں طلبہ کی تعداد کم ہو جائے گی یا ہڑبونگ ہوگی، پہلی بات تو یہ ہے کہ اہل مدارس مدارس کو مقصود نہ سمجھیں، خدمت دین حفاظت سنن رد بدعات کے کام میں لگے رہیں اور یہ سب کام اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے ہو، مدارس مقصود نہیں جیسا کہ حضرت گنگوہیؒ نے اکابر دیوبند کو لکھ دیا تھا (جبکہ وہاں جاہل لوگوں نے کمیٹی کا ممبر بننے کی کوشش کی تھی) کہ مدرسہ مقصود نہیں اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود ہے جن لوگوں کو مدارس ہی مقصود ہیں احقاق حق اور حفاظت دین اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی مقصود نہیں ایسے لوگ اپنی آخرت کے بارے میں غور کریں اور انما الاعمال بالنیات کو بار بار پڑھیں ایسے اصحاب اہتمام کے مدارس میں جو طلبہ پڑھیں گے ان طلبہ کے قلوب پر بھی طلب دنیا کے اثرات ہی اثر انداز ہوں گے، علم ہی تو مقصود نہیں ہے اس سے بھی اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود ہونا چاہیے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد من تعلم علما مما یبتغی به وجه الله لا یتعلمه الا لیصیب به عرضا من الدنیا لم یجد عرف الجنة یوم القیامة۔ ہر طالب علم کے پیش نظر رہے۔

مماتی لوگوں کو مدارس میں داخل کرنے اور پالنے کا نتیجہ آگے جا کر یا تو بہت بڑے فتنہ وفساد اور جنگ وجدال کا باعث ہوگا یا یہ دیوبندی مدارس اور ان کے طلبہ مماتی بن کر غالب ہو جائیں گے اور دیوبندی مدارس مماتیوں ہی کی جولانگاہ بن جائیں گے، اس سے پہلے سوچنے سمجھنے کی ضرورت ہے۔

آخر مماتیوں سے دبنے کی کیا وجہ ہے؟ کیا اپنے اکابر کا مسلک دلائل کے اعتبار سے کمزور ہے یا غلط ہے، اگر یہ بات اصحاب اہتمام کے قلوب میں گھر کر گئی ہے تو دیوبندی ہونے کا دعویٰ کرنے کی کیا ضرورت ہے، کھل کر اعلان کر دیں ہم دیوبندی نہیں ہیں اور ہمارے مدارس اکابر دیوبند کے خلاف دوسرے مسلک کے حامی اور خادم ہیں اور وہی دوسرا مسلک حق ہے تاکہ عامۃ الناس دھوکہ میں نہ رہیں اور سوچ سمجھ کر چندہ دیں، دھوکہ دیکر چندہ لینا مخلصین کے کسی مذہب میں بھی جائز نہیں ہے، یہ تو غدر و خیانت ہے۔

اگر یقین کے ساتھ یہ سمجھتے ہیں کہ اکابر دیوبند کا مسلک حق ہے اور مماتی گمراہ ہیں تو پھر کھل کر ان کی تردید کی جائے اور دلائل سے ان کی گمراہی واضح کی جائے اور مدارس میں ایسے اساتذہ اور طلبہ کا مقاطعہ کیا جائے اور امت پر واضح کیا جائے کہ یہ لوگ دیوبندی نہیں ہیں خوارج کی طرح گمراہ ہیں ورنہ یہ کتمان حق اور سکوت عن الحق بڑے نقصان اور حرمان اور خسران کا باعث ہوگا، مماتی لوگ ایک طرف تو عقائد دیوبند کے خلاف حیات اور توسل اور سفر بنیۃ زیارۃ قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اور قبر شریف پر سلام پڑھنے کو گمراہی قرار دیتے ہیں اور احادیث صحیحہ اور اجماع امت کو غلط قرار دیتے ہیں اور اکابر دیوبند کے مسلک کو غلط بتاتے ہیں، دوسری طرف دیوبندی بن کر دیوبندی عوام سے چندہ لیتے ہیں وہ تو دھوکہ دیتے ہی ہیں دیوبندی مدارس کے اکابر کو ان کی دھوکہ دہی کو پروان چڑھانے کی کیا ضرورت ہے۔

میں نے یہاں ایک مماتی سے بات کی کہ تم لوگ دیوبندی عقیدہ کے خلاف بھی ہو اور دیوبندی بھی بنتے ہو، صاف اعلان کیوں نہیں کرتے کہ ہم دیوبندی نہیں ہیں، تو اس نے جواب دیا کہ ایک بات میں مخالف ہونے سے دیوبندیت سے کیسے نکل جائیں گے، دیوبندیت کوئی ذرا سی چیز تو نہیں ہے، اس کے بعد مدینہ منورہ میں لاہور کے ایک عالم سے ملاقات ہوئی، انہوں نے بھی یہ جواب نقل کیا جس سے اندازہ ہوا کہ مماتیوں نے جواب دیوبندیت سے مستفید رہنے کیلئے تراشا ہے اگر حضرات علماء دیوبند کے نزدیک یہ جواب درست ہے اور اسی سے مطمئن ہو کر مماتیوں کو گلے لگانے کا جواز نکال رکھا ہے تو بریلویوں سے بھی کیا ضد ہے ان کی بھی تو ایک ہی بات زیادہ سخت ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے علم غیب کلی --- تجویز کرنا، اسی طرح غیر مقلدوں سے صرف تقلید اور عدم تقلید کا اختلاف ہے باقی مسائل تو عموماً وہی ہیں جو شافعیہ وحنفیہ میں مختلف فیہ ہیں اور مودودی صاحب سے بھی ایسی ہی ایک دو بات میں اختلاف ہے پھر ان جماعتوں سے بعد اور مقاطعہ کیوں ہے، ان کو بھی دیوبندیوں میں شامل کر لیں۔

آج کل بعض اہل فکر یوں کہہ رہے ہیں کہ جو نئے فتنے ظاہر ہو رہے ہیں وہ عموماً مدعیان دیوبندی میں ہیں، خوارج مزاج بھی دیوبندی، نواصب بھی دیوبندی، فکر ولی اللہی جماعت بھی دیوبندی، جو سوشلزم کی

داعی ہے، اس مزاج کے طلباء مدارس میں موجود ہیں دیکھئے آگے چل کر کیا بنتا ہے۔

اگر اصحاب اہتمام اور اکابر مدرسین مماتیوں کے اکابر کو جمع کر کے دلائل سے بات کر کے نمٹا دیں تو کیا اچھا ہو اگر ایسا نہیں کر سکتے تو اول یہ اعلان کر دیں کہ یہ لوگ دیوبندی نہیں ہیں ہم ان سے بیزار ہیں، دوسرے اس مزاج کے طلباء کو اپنے مدارس میں داخل نہ کریں۔

جب حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے المہند علی المفند لکھی تھی اس وقت اس پر اکابر دیوبند نے تقاریظ لکھی تھیں اور علماء مصر و شام نے بھی تصدیق کی تھیں، اکابر دیوبند میں سے ---- حضرت شیخ الہند مفتی عزیز الرحمٰن (دار العلوم دیوبند) حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی، حضرت مولانا شاہ عبد الرحیم رائے پوری، حضرت مولانا محمد احمد ابن مولانا محمد قاسم نانوتوی مہتمم دار العلوم دیوبند اور ان کے نائب مولانا حبیب الرحمٰن صاحب دیوبندی اور مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی اور حضرت گنگوہی کے صاحبزادے مولانا مسعود احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔

۱۳۷۸ھ میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہ کی خدمت میں مماتی عقیدہ کے بارے میں سوال پیش کیا گیا تھا، سوال و جواب معارف شیخ کی پہلی جلد میں مسطور ہے حضرت شیخ الحدیثؒ نے علامہ سخاویؒ سے نقل کیا ہے نحن نؤمن ونصدق بانہ صلی اللہ علیہ وسلم حی یرزق فی قبرہ۔ پھر لکھا ہے جو شخص حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر کے پاس کھڑا ہو کر درود پڑھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس کو سنتے ہیں من صلی عند قبری سمعتہ نص صریح ہے، علامہ سخاویؒ نے حافظ ابن حجرؒ سے نقل کیا ہے سندہ جید۔

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ نے یہ بھی لکھا ہے یہ ناکارہ ان اکابر کا بالکل متبع ہے ان کے اس صاف ارشادات اور تحریرات کے بعد جس پر حضرت سہارنپوری، حضرت شیخ الہند حضرت رائے پوری، حضرت تھانوی قدس اللہ اسرارہم نے بلا کسی اجمال کے ھذا معتقدنا و معتقد مشائخنا لکھا ہے کیا کوئی گنجائش ہے اس کے خلاف کچھ کہا جا سکے۔

بعض مماتی یہاں تک کہہ دیتے ہیں کہ ہم قرآن پیش کرتے ہیں اور دیوبندی وہ قاسم الذی (حضرت نانوتویؒ) کا قول پیش کرتے ہیں گویا قرآن کو دور حاضر میں صرف مماتیوں نے ہی سمجھا ہے حضرات صحابہ اور تابعین اور بعد میں آنے والے حضرات سلفاً عن خلف اشاعرہ ماتریدیہ آئمہ اربعہ کے مقلدین شرح حدیث فقہاء کرام، مشائخ عظام، عقیدہ حیات الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے حامل گمراہ اور جاہل ہو گئے، انہوں نے نہ قرآن کو سمجھا اور نہ احادیث شریفہ کی تصریحات سے واقف ہو گئے، یہ نئے زمانے کے لوگ قران کو سمجھ گئے درحقیقت سلف صالحین سے کٹے گا وہی مبتدع ضال ہوگا اور متبع غیر

سبیل المومنین کا مصداق ہوگا، موطا امام محمد میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سفر سے واپس آتے تھے تو قبر شریف کے پاس حاضر ہو کر آپؐ پر اور آپ کے صاحبین (حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ) کی خدمت میں سلام پیش کیا کرتے تھے، ممکن ہے کہ بعض مماتی مزاج مدعیان دیوبندیت یوں کہیں کہ عقائد میں تقلید نہیں کی جاتی اس لئے ہم اکابر دیوبند کے مقلد نہیں، مماتیوں کے دلائل قوی ہیں اس لئے ہم نے دیوبندی ہوتے ہوئے ان کے مسلک کو قبول کر لیا، احقر کا کہنا یہی تو ہے کہ واضح اعلان کردیں کہ اکابر دیوبند کا مسلک غلط ہے تاکہ امت پر واضح ہوجائے کہ آپ کا مسلک وہ نہیں جو اکابر دیوبند کا مسلک ہے--- لیھلک من هلک عن بینة ویحی من حی عن بینة۔

دیوبندی مدارس کے اکابر توجہ فرمائیں اور اس فتنہ سے اپنے طلباء کو محفوظ رکھنے کی پوری مساعی اور جہود کام میں لائیں، واللہ الموفق وھو المستعان وعلیه التکلان۔

العبد الفقیر

محمد عاشق الٰہی برنی بلندشہری عفی اللہ

۹ رجب ۱۴۲۰ھ

(بشکریہ ماہنامہ حق چاریارؓ)

سرورِ کونین ﷺ کے حضور میں

قمر یزدانی...... پنوانہ...... ضلع سیالکوٹ

آپ کے انفاسِ اطہر کا ہے فیضاں یارسول ﷺ
ہیں دو عالم کی فضائیں کیف ساماں یارسول ﷺ

آپ کی مدحت سرائی مجھ سے ہو ممکن نہیں
آپ کا ہے خالقِ کل بھی ثناخواں یارسول ﷺ

آپ کی ذاتِ مبارک مصدرِ الہام ہے
آپ ہیں سرچشمۂ اسرارِ عرفاں یارسول ﷺ

ہے عیاں واللیل میں گیسوئے اطہر کی بہار
والضحیٰ شانِ جمالِ روئے تاباں یارسول ﷺ

محفلِ کونین جن کے دم سے روشن ہوگئی
آپ ہیں وہ مظہرِ انوارِ یزداں یارسول ﷺ

آپ ہیں مختارِ کل اے سیدِ والا گہر
ماہِ انور آپ کی انگلی پہ قربان یارسول ﷺ

آپ کی ذاتِ گرامی وجہِ تخلیقِ جہاں
آپ کے دم سے بہارِ باغِ امکاں یارسول ﷺ

آپ کی آمد سے ہر سو طور کا عالم ہوا
ذرہ ذرہ ہے جہاں کا نور افشاں یارسول ﷺ

رب اکبر کی اطاعت ہے اطاعت آپ کی
اہلِ دل کو ہے یہی تعلیمِ قرآں یارسول ﷺ

روزِ محشر ہو قمر پر بھی نگاہِ التفات
کیجئے نادار کی بخشش کا ساماں یارسول ﷺ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری

جہاں، ان کے لیے، پوچھا گیا، تشریف لے آئے؟
اٹھا ہر سمت شورِ مرحبا، تشریف لے آئے

ازل سے کروٹیں لیتی ہوئی، تھی منتظر گیتی
مبارک ہو، محمد مصطفیٰ تشریف لے آئے

شفاعت کون کرتا، عاصیوں کی، گنہ گاروں کی
کہ آنا تھا، بہ فرمانِ خدا، تشریف لے آئے

کسی بھی پیشوا کی تا ابد اب کیا ضرورت ہے!
محمد مصطفیٰ سے پیشوا، تشریف لے آئے

مسلسل تھا زمانہ منتظر، ان کا، زمانے سے
زمانے بھر کے سچے رہ نما، تشریف لے آئے

انہیں مژدہ، جو پھیلائے رہے، بہرِ کرم، دامن
کرم فرما، پئے جود و سخا، تشریف لے آئے

ادھر تشریف لائے وہ، ادھر چرچا ہوا ان کا
جہاں میں داعئ صدق و صفا، تشریف لے آئے

انہیں کی ذات عالی موجبِ تخلیقِ عالم ہے
بصد احسان پئے لطف و عطا، تشریف لے آئے

ملا آدم کو جن کے واسطے منصب خلافت کا
وہ جانِ ارضِ بطحا، مرحبا، تشریف لے آئے

عرب کی سرزمیں ان کی نوائے صدق سے گونجی
سرفاراں وہ صادق حق نوا، تشریف لے آئے

عطا کی سورجوں کو تابناکی دورِ شمسی میں
پئے آفاق جب شمس الضحیٰ، تشریف لے آئے

ہے مجمع بہرِ استقبال کتنی کہکشاؤں کا
دل و جانِ قمر، بدر الدجیٰ، تشریف لے آئے

انہیں کا نور اول ابتدا ادوارِ ہستی کی
بہ شانِ اختصاص و انتہا، تشریف لے آئے

ہے جن کا ہر عمل، تفسیر ایمائے مشیت کی
ہے جن کا ہر نفس خالق نما، تشریف لے آئے

زمانے میں انہیں کی دھوم ہے، چرچا انہیں کا ہے
رسول اللہ، احمد مجتبیٰ تشریف لے آئے

سرِ محشر کوئی بے آسرا اب ہو نہیں سکتا
جہاں بھر کو ہے جن کا آسرا، تشریف لے آئے

ظہوری کو دماغ عرش کی ہے معرفت حاصل
کہ ختم المرسلیں صل علیٰ، تشریف لے آئے ﷺ

سید انوار الحق انوار ظہوری

✿✿✿✿✿

قرآن کی روشنی میں حضور ﷺ کا منصب نبوت

صاحبزادہ پیر سلطان الحسن قادری

قال الله تعالٰی فی القرآن المجید والفرقان الحمید والذین امنوا وعملوا الصلحت وامنوا بما نزل علی محمد وھو الحق من ربھم

(محمد: ۲)

ترجمہ: ''اور جو لوگ ایمان لائے اور اچھے عمل کیے اور اس پر ایمان لائے جو محمد (ﷺ) پر اتارا گیا اور وہی ان کے رب کی طرف سے حق ہے۔''

قرآن مجید فرقان حمید نے علومِ سماویہ و نبویہ کی یقینیات و براہین کا وہ دروازہ عالم انسانی پر کھول دیا ہے کہ جہاں سے کاوش و تعمق اور طلب و جستجو یقین و طمانیت سے بہرہ ور ہوتی ہیں۔ مگر افسوس ہے ذہن انسانی پر جو اپنی محرومی و محجوبیت اور شک و مجہولیت کو فلسفہ کی تاویل و تفصیل میں الجھا کر مضطرب اور اطمینانِ قلب و سرورِ روح کی لذت سے یکلقلم نا آشنا اندھیروں میں سرگرداں تاریکی کی ان اتھاہ گہرائیوں تک جا اترا کہ ناامیدی و یاسیت سے چھٹکارا حاصل کرنا اس کی دسترس سے باہر ہوگیا۔ اگر غور کیا جائے تو انسانی قلب و ذہن کی یہ شکست و ریخت انہیں باطل علوم کی تعمیل کا فطری انجام کار ہے جنہوں نے اس بھٹکے ہوئے گروہ پر تعجیل کا وہ عمل برپا کیا کہ ہر طرف افراتفری اور اضطرابی کیفیات وارد ہوگئیں، قلوب سکون و طمانیت، حق و یقین اور ایمان و ایقان کی دولت سے محروم ہوگئے...... اور یوں یہ

منتشر خیالی انسانی افکار کی ہلاکت پر منتج ہوئی۔ ایسے میں اصحاب اتباع و صاحبان بصیرت نے یقین و ایمان کی ان امراض کا واحد علاج سیرتِ محمدی ﷺ کے مطالعہ و تدبر کو قرار دیا اور بلاشبہ یہ وہ نسخہ کیمیا ہے جو دلوں کو حلاوتِ ایقان اور نورِ ایمان سے منور کرتا ہے۔ اور درحقیقت علم و بصیرت کا اصل سرچشمہ صرف حیاتِ نبوی اور منہاج مقام رسالت مآب ہے جس کو قرآن حکیم نے ''الحکمۃ'' کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ کیونکہ دنیا میں ''حکمت صادقہ'' کا اس ''حکمت'' سے الگ کوئی وجود ہی نہیں...... ''حکمت'' یا تو خود منہاج و سنت نبوت ہے یا علم و عمل کی ہر وہ بات جو اس سے ماخوذ اور اس پر مبنی ہو اور یہی وہ واحد نسخہ شفا ہے جس سے دل اور روح کی تمام امراض دور ہوسکتی ہیں۔ خواہ وہ شکوک و ارتیابات کے مرض ہوں خواہ اوہام و انکار کے...... اور خواہ حیرانی و سرگردانی ہو...... مگر حیف صد حیف انسانی سوچ پر کہ یہ باوجود ان سماوی تعلیمات کے موجود ہونے کے اپنی فلاح و بقا کو باطل علوم میں تلاش کرنے کی سعی مذموم پر مصر نظر آتی ہے۔ ایمان کے معیار خود استوار کیے جا رہے ہیں اور پس پشت ڈالا جا رہا ہے ایمان کی اس توضیح و تصریح کو جسے قرآن ذی الذکر نے انتہائی فصیح و بلیغ انداز میں بیان فرما دیا۔ درسِ سیرت کے حوالہ سے ہماری آج کی زیرِ موضوع آیہ مبارکہ کس قدر واشگاف الفاظ میں ایمانی تکمیل و تکمیل کی مظہر ہے ارشاد ہوتا ہے:

"والذین امنوا وعملوا الصلحت وامنوا بما نزل علی محمد وھو الحق من ربھم"

ترجمہ: ''اور جو لوگ ایمان لائے اور اچھے عمل کیے اور اس پر ایمان لائے جو محمد ﷺ پر اتارا گیا اور وہ ان کے رب کی طرف سے حق ہے۔'' (محمد: ۲)

غور کیجئے کہ "الذین امنوا" کہہ دینے کے بعد "امنوا بما نزل علی محمد" کہنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ جب کہ ایمان لانے میں محمد ﷺ پر نازل ہونے والی تعلیمات پر ایمان لانا از خود شامل ہے...... معلوم ہوا کہ ایمان سے

معیار کو استوار کرنے میں کہیں کوئی کجی واقع ہو رہی تھی جس کا ازالہ ضروری خیال کیا گیا...... وہ کجی اور کمی کس سطح پر واقع ہو رہی تھی یا کون لوگ کر رہے تھے؟ نہ صرف اسی ایک استفہامیہ کیفیت کو اس آیہ کریمہ میں اطمینان بخش وضاحت سے سرفراز فرمایا بلکہ یہ جھگڑا بھی چکا دیا کہ حق و باطل کی تمیز کیونکر کی جاسکتی ہے؟ ارشاد ہوتا ہے:

''اور جو لوگ ایمان لائے اس پر جو محمد ﷺ پر اتارا گیا.اور وہی حق ہے ان کے رب کی طرف سے۔''

واضح ہوا کہ ایک گروہ نے بعثت محمدی کے بعد بھی نبوت و رسالت محمدی ﷺ سے منکر رہ کر ایمان کی تکمیل کے لیے خدا اور آخرت، انبیائے سابقین علیہم السلام اور دیگر کتب ساویہ پر اکتفا کو کافی خیال کرلیا تو خدائے علیم وخبیر نے متنبہ فرما دیا کہ اے مجہولین و منکرین! تمہارا یہ ایمان ادھورا اور نامکمل ہے جو تمہارے لیے اس وقت تک نافع نہیں ہوسکتا جب تک کہ تم آخر الانبیاء (ﷺ) اور اس پر نازل کی گئی تعلیمات پر ایمان لاکر ان پر عمل پیرا نہیں ہوئے، یہ تصریح اس لیے بھی لازم تھی کہ ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ میں ان لوگوں سے بھی سابقہ درپیش تھا جو ایمان کے دوسرے لوازم کو تو مانتے تھے مگر رسالت محمدی کے منکر تھے، اسی طرح بات کو یہیں ختم نہیں کیا بلکہ حق و باطل کی وہ تمیز عالم انسانی پر منکشف فرمائی کہ تمام اوہام کا ازالہ کر دیا۔ فرمایا ''اور وہی حق ہے ان کی رب کی طرف سے'' واضح ہوا کہ حق فقط وہی ہے جو محمد ﷺ پر نازل کیا گیا اور جو کچھ تعلیماتِ محمدی سے باہر ہے وہ حق نہیں بلکہ باطل ہے...... اور انبیائے سابقین و دیگر کتب سماویہ پر سرور الانبیاء محمد مصطفٰے احمد مجتبیٰ ﷺ کو مصدق ٹھہرانے میں بھی یہی حکمت نظر آتی ہے کہ اگر حضور تصدیق نہ فرماتے تو انبیائے سابقین کی تمام تعلیمات باطل قرار پاتیں۔ کس قدر علو مرتبت ہے حضور کی شانِ بالا کو کہ حق کی پہچان بھی آپ ہی کے حوالہ سے مشروط ٹھہرا دی ﷺ...... معترضین کہتے ہیں کہ ہم ثنائے مصطفٰے ﷺ میں شرک کی حدود تک جانے سے گریز نہیں کرتے اور یوں ایمان بالتوحید کو ضعیف کر دیتے

ہیں...... معترض بے چارے کو کیا علم کہ توحید خالص کا تصور ہی ذاتِ محمدی ﷺ سے مشروط ہے اور ہمیں تو خدا کے وحید و یکتا ہونے کی پہچان ہی تعلیماتِ محمدی ﷺ جو فقط حق ہی حق ہیں نزول نہ ہوتا تو نہ تو کوئی رب کی ربوبیت سے آشنا ہوتا اور نہ کوئی اس ذاتِ کریم و رحیم کی رحیمیت کا معترف ہوتا اور نہ ہی کوئی حق سے آگاہ ٹھہرتا...... معترض آب۔ اور اعتراض کی روش ترک کرکے اعتراف کرلے کہ حق کا اکتساب فیضانِ محمدی سے ہی ممکن ہے...... اور یہ ہم نہیں کہہ رہے بلکہ یہ دعویٰ اسی وحید و یکتا کا ہے جو رب العالمین ہے...... حق کی توضیح و تصریح قرآن مجید فرقان حمید میں مکرر مکرر بیان فرما دی گئی ہے اور جو کوئی اس وضاحت کے باوجود بھی حق کو قرآن سے باہر تلاش کرتا ہے وہ اپنے تئیں باطل کے سپرد کر دیتا ہے۔ اور یہ حقیقت ظاہر و باہر ہے کہ جو رسول اللہ ﷺ کو حق تسلیم کرتا ہے اس سے شرک سرزد نہیں ہوسکتا بلکہ شرک تو خاصا ہی ان پیروکارانِ باطل کا ہے جو رسول کو حق تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہیں، اور منکرین نہیں جانتے کہ ان کی یہ نفرت و کراہت رسول کے حق ہونے میں کوئی تشکیک پیدا نہیں کرسکتی بلکہ یہ تو وہ حق ہے جو غالب آکر رہے گا **"هو الذى ارسل رسوله بالهدى و دين الحق ليظهره على الدين كله ولو كره المشركون"** (الصف:۹) ''وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے پڑے برا مانیں مشرک۔'' اللہ کی شان تو یہ ہے کہ اس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ وہ اسے سب دینون پر غالب کرے اگرچہ مشرک لوگ کیسا ہی برا مانتے رہیں...... اور جو کوئی اس زعم میں مبتلا ہے کہ وہ حق کی حقانیت کو باطل کے ساتھ باہم ملا کر نوعِ انسانی کو گمراہ کرسکے گا اسے قرآن کریم کی اس پیش گوئی پر غور کرلینا چاہیے۔ **"ويمح الله الباطل ويحق الحق بكلماته"** (الشوریٰ:۲۴)

''اور مٹاتا ہے باطل کو اور حق کو ثابت فرماتا ہے اپنی باتوں سے۔''

''اللہ تعالیٰ اپنے کلام سے باطل کو مٹا دے گا اور حق کی حقانیت کو ثابت کرے گا۔''

ﷺ سے ہوئی ہے اور اگر محمد ﷺ پر آپ کے رب کی طرف سے ان تعلیمات کا بلکہ اس سے بھی بڑھ کر حق کی پہچان یوں بھی کروادی۔ کہ
"جب حق آتا ہے تو باطل چلا جاتا ہے۔"

ارشاد ہوتا ہے "قل جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا"
(بنی اسرائیل:۸۱)

"اور فرماؤ کہ حق آیا اور باطل مٹ گیا بے شک باطل کو مٹنا ہی تھا۔"

یہاں پر لفظ "بکلماتہ" مکرر غور طلب ہے کہ باطل کو محو کرنے اور حق کو ثابت کرنے کا کام کلماتِ الٰہیہ کا ہے اور کلام اللہ کی تاثیر ہی یہ ہے کہ اس کے سامنے باطل ٹھہر ہی نہیں سکتا۔ اور اسی اصول کے پیش نظر ہم جب بھی سیرت محمدی ﷺ کی بات کرتے ہیں تو ہمارا ماخذ کلام اللہ قرآنِ مجید ہی ہوتا ہے۔

اور ہماری آج کی آیہ کریمہ کے حوالے سے خدا تعالیٰ نے سیرتِ نبوی ﷺ کے ضمن میں جو بات متلاشیانِ حق کو بیان فرمائی ہے وہ یہی ہے کہ اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اس پر جو محمد (ﷺ) پر نازل کیا گیا ہے۔ یہ بات اچھی طرح سمجھ لو کہ یہی حق ہے اور اسی پر عمل پیرا ہو کر تمہیں حلاوتِ ایمان و اطمینانِ قلب میسر آسکتا ہے اور بجز اس کے باطل ہی باطل ہے۔ لہٰذا تم تعلیماتِ محمدی ﷺ پر کامل ایمان لاؤ تا کہ تمہارا یہ ایمان تمہارے اعمال کو صالح کر دے اور باطل دور دور تک بھی تمہاری زندگی پر اثر انداز نہ ہو سکے۔"

کسے خبر کہ ہزاروں مقام رکھتا ہے
وہ فقر جس میں ہے بے پردہ روح قرآنی
یہ جبر و قہر نہیں ہے یہ عشق و مستی ہے
کہ جبر و قہر سے ممکن نہیں جہانبانی

وما علينا الا البلغ المبين

اپنے رب کے حضور میں

مرے رب، مجھ پہ رحمت کی نظر ہو
یہ بندہ دہر میں کیوں دربدر ہو
مجھے توفیق دے یوں بندگی کی
ہمیشہ کے لیے سجدہ میں سر ہو
تری صورت رہے نظروں میں ہردم
مری یہ زندگی یوں ہی بسر ہو
ہمیشہ سے یہی میری طلب ہے
محمد (ﷺ) کی محبت بیشتر ہے
مرے سر پہ رہے ظلِ محمد
محمد کی مرے دل پر نظر ہو
مری فکر و نظر میں روح و دل میں
محمد کی ہمیشہ رہ گزر ہو
کروں ہر وقت یوں ذکرِ محمد
نہ مجھ کو غیر کی کچھ بھی خبر ہو
رخ و زلفِ محمد کے تصدق
مری تبلیغ و دعوت معتبر ہو
محمد ہی محمد ہو لبوں پر
مقدر میں مرے سوزِ جگر ہو
ترے فضل و کرم سے حشر کے دن
مجھے ہرگز نہ کچھ خوف و خطر ہو
تری رحمت رہے نقوی پہ ہردم
مری سب لغزشوں سے درگزر ہو

(السید محمد امین علی نقوی ...... فیصل آباد)

دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

ہے لبِ عیسیٰ سے جاں بخشی نرالی ہاتھ میں
سنگریزے پاتے ہیں شیریں مقالی ہاتھ میں
بینواؤں کی نگاہیں ہیں کہاں تحریر دست
رہ گئیں جو پا کے جودِ لا نرالی ہاتھ میں
کیا لکیروں میں ید اللہ خط سرو آسا
راہ یوں اس راز لکھنے کی نکالی ہاتھ میں
جودِ شاہِ کوثر اپنے پیاسوں کا جویا ہے آپ
کیا عجب اُڑ کر جو آپ آئے پیالی ہاتھ میں
ابرِ نیساں مومنوں کو تیغِ عریاں کفر پر
جمع ہیں شانِ جمالی و جلالی ہاتھ میں
مالک کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں
سایہ افگن سر پہ ہو پرچم الٰہی جھوم کر
جب لواءُ الحمد لے امت کا والی ہاتھ میں
ہر خطِ کف ہے یہاں اے دستِ بیضائے کلیم
موجزن دریائے نورِ بے مثالی ہاتھ میں
وہ گراں سنگیٔ قدرِ مس وہ ارزانیٔ جود
نوعیہ بدلا کیے سنگ و لآلی ہاتھ میں
دستگیرِ ہر دو عالم کر دیا سبطین کو
اے میں قرباں جانِ جاں انگشت کیا لی ہاتھ میں
آہ وہ عالم کہ آنکھیں بند اور لب پر درود
وقفِ سنگِ در جبیں روضہ کی جالی ہاتھ میں
جس نے بیعت کی بہارِ حسن پر قرباں رہا
ہیں لکیریں نقشِ تسخیرِ جمالی ہاتھ میں
ق
کاش ہو جاؤں لبِ کوثر میں یوں وارفتہ ہوش
لے کر اس جانِ کرم کا ذیلِ عالی ہاتھ میں
آنکھ محوِ جلوۂ دیدار، دل پرجوشِ وجد
لب پہ شکرِ بخششِ ساقی پیالی ہاتھ میں
حشر میں کیا کیا مزے وارفتگی کے لوں رضا!
لوٹ جاؤں پا کے وہ دامانِ عالی ہاتھ میں

(امام احمد رضا خاں قادری قدس سرہ العزیز)

حضور سرور کائنات ﷺ کی نماز جنازہ اور صحابہ کرام

شارحِ بخاری علامہ سید محمود احمد رضوی محدث لاہوری رحمہ اللہ تعالیٰ (المتوفی ۱۴۲۰ھ) ماضی قریب میں ایک مقتدر اور جید محقق اور دینی سکالر گزرے ہیں خوارج و روافض عیسائیوں، دہریوں اور پرویزیوں وغیرہ کی طرف سے وقتاً فوقتاً مسلکِ مہذب اہلسنت و جماعت پر وارد کئے جانے والے اعتراضات و الزامات کا علم و تحقیق کی زبان میں جواب دینا ساری زندگی ان کا معمول رہا زیر نظر علمی و تحقیقی مضمون اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے جس میں انھوں نے معتبر و مستند مذہبی کتابوں کے حوالے سے ثابت فرمایا کہ خلفاء ثلاثہ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور دیگر تمام صحابہ کرام نے حضور اکرم ﷺ کی نماز جنازہ میں شرکت کی۔ پڑھیے اور علم میں اضافہ، ایمان کی تازگی اور روح کی مسرت کا اہتمام کیجئے.................(محبوب قادری)

اکثر یہ سوال کیا گیا کہ صحابہ کرام نے حضور علیہ السلام کی نماز جنازہ پڑھی؟ اگر پڑھی؟ تو اس کا ثبوت فریقین کی معتبر مذہبی کتب سے دیا جائے۔ یہ سوال کیا جاتا ہے کہ صحابہ کرنے حضور علیہ السلام کی نماز جنازہ میں شرکت کی؟ اگر کی تو اس کا ثبوت فریقین کی معتبر مذہبی کتب سے دیا جائے۔ یہ مضمون اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ اصل مسئلہ پر گفتگو سے قبل یہ بات ہر خاص و عام کے علم میں آجانی چاہیے کہ مسلمان کی نماز جنازہ میں شرکت کرنا فرض کفایہ ہے۔ فرض کفایہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر اس شہر کے یا گاؤں کے ایک فرد نے بھی نماز جنازہ پڑھ لی تو سب بری الذمہ ہو جائیں گے۔ کیونکہ کسی مسلمان کی نماز جنازہ میں اس شہر یا گاؤں کے تمام مسلمانوں کا شرکت کرنا ضروری نہیں ہے۔

دوم۔ اور اگر بالفرض شہر کے کسی فرد نے بھی نماز جنازہ ادا نہ کی تو محض شرکت کی بنا پر ان کو نہ کافر کہا جائے گا اور نہ منافق، صرف اتنا کہہ سکیں گے کہ ان لوگوں نے اپنے مسلمان بھائی کی نماز

جنازہ نہ پڑھ کر اس کی حق تلفی کی یا برا کیا۔ اور گنہگار ہوئے۔ لیکن یہ حکم بھی صرف اسی صورت میں لگایا جائے گا جبکہ اس شہر کے کسی فرد نے بھی نماز جنازہ نہ پڑھی ہو۔ اور اگر ایک مسلمان نے بھی نماز ادا کر لی تو باقی افراد پر کسی قسم کا کوئی الزام قائم نہیں کیا جائے گا۔

اس اصول کے تذکرہ سے ہمارا مقصد صرف یہ بتانا ہے کہ نماز جنازہ کا مسئلہ سرے سے ایسا ہے ہی نہیں کہ جس کے پڑھنے یا نہ پڑھنے کی بنیاد پر کسی کو کافر یا منافق کہا جائے اور یہ مسئلہ اصول دین سے تعلق نہیں رکھتا۔ اس کی دینی حیثیت صرف یہ ہے کہ یہ فرض کفایہ ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ فرضی افسانہ لوگوں نے خود گھڑا ہے تا کہ اس کی آڑ میں صحابہ کرام کی شان میں بے ادبی کی جائے اور مسلمانوں کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو والہانہ عشق و محبت ہے اس سے ناجائز فائدہ اٹھا کر یہ تاثر پیدا کیا جائے کہ لو صحابہ نے تو حضور ﷺ کی نماز جنازہ بھی نہیں پڑھی؟ بہر حال اگر صحابہ کرام کے ایمان و اخلاص کا معیار ان کے نزدیک یہ ہی ہے کہ ان کی مذہبی کتب سے جنازۂ رسول ﷺ میں صحابہ کی شرکت ثابت کی جائے تو ہم اس کے لیے بھی تیار ہیں۔ معتبر مذہبی کتب سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ صحابہ علیہ الرحمۃ والرضوان نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دفن سے قبل نماز جنازہ ادا کی۔ انصار و مہاجرین حتیٰ کہ مدینہ کے تمام صغیر و کبیر مرد و عورت سب نے جنازہ میں شرکت کی۔ ملاحظہ کیجئے۔

۱۔ عن ابی جعفر علیہ السلام قال لما قبض النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلت علیہ الملئکۃ والمھاجرون والانصار فوجا (اصول کافی ص ۲۳۶)

امام جعفر صادق سے روایت ہے انھوں نے فرمایا حضور علیہ السلام کی وفات ہوئی تو نماز پڑھی آپ پر ملائکہ نے اور انصار و مہاجرین نے گروہ در گروہ ہو کر

۲۔ احتجاج طبرسی مطبوعہ ایران جو ایک نہایت معتبر کتاب ہے اس میں ہے:۔

ثم ادخل عشرۃ من المھاجرین و عشرۃ من الانصار فیصلون و یخرجون حتی لم یبق من المھاجرین والانصار الا صلی علیہ (احتجاج طبرسی ص ۴۵)

پھر داخل کیے دس آدمی مہاجرین سے اور دس انصار سے، پس وہ باری باری نماز پڑھتے تھے اور حجرہ سے نکلتے تھے یہاں تک کہ مہاجرین اور انصار سے کوئی شخص ایسا نہیں رہا جس حضور ﷺ پر نماز نہ پڑھی ہو۔

۳۔ کلینی بسند معتبر امام محمد باقر روایت کردہ است کہ چوں حضرت رسالت رحلت فرمود نماز کروند بر اوجمیع ملائکہ ومہاجرین وانصار فوج فوج۔

محمد بن یعقوب کلینی امام محمد باقر سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضورﷺ نے وفات پائی تو آپ پر تمام فرشتوں اور مہاجر وانصار نے فوج فوج ہوکر نماز پڑھی۔
(حیات القلوب ج۲ص۸۶۶)

قارئین! ان تین حوالوں سے جو اصول کافی، احتجاج طبرسی اور حیات القلوب کے ہیں اور جو مخالفین کی معتبر مذہبی کتابیں ہیں، ان سے ثابت ہوا کہ خلفائے ثلاثہ ہی نے نہیں بلکہ ملائکہ، تمام انصاریوں اور تمام مہاجرین نے حضور کی نماز جنازہ پڑھی اور آپ کو اس وقت تک قبر مبارک میں نہیں رکھا جب تک کہ تمام لوگوں نے نماز کی سعادت حاصل نہ کرلی۔

۴۔ حیات القلوب مصنفہ ملا باقر مجلسی میں ہے:۔

شیخ طبرسی از امام محمد باقر روایت کردہ است کہ دہ دہ نفر داخل مے شوند د چنیں آنحضرت نمازمے کروند بے امامے در روز دو شنبہ شب سہ شنبہ تاصبح و روز سہ شنبہ تا شام، تا آنکہ خورد و بزرگ و مرد و زن از اہل مدینہ و اہل اطراف مدینہ ہمہ بر آنجناب چنیں نماز کروند

شیخ طبرسی نے امام محمد باقر سے روایت کی کہ دس دس آدمی حجرہ رسولﷺ میں داخل ہوتے جاتے تھے اور اس طرح آنحضرتﷺ پر نماز پڑھتے جاتے تھے بغیر امام کے، پیر کے دن اور سہ شنبہ (منگل) کی رات صبح تک اور سہ شنبہ (منگل) کے دن میں شام تک، یہاں تک کہ بچے بوڑھے مرد اور عورتیں اہل مدینہ اور مدینہ کے اردگرد رہنے والوں، تمام نے حضورﷺ پر اسی طرح نماز پڑھی۔

(حیات القلوب ج۲ص۸۶۶ مراۃ العقول ص۳۷۱۔ صافی ص۷۳)

۵۔ یہ ہی مضمون بعینہٖ اخبار ماتم جلد۱ ص۶۵ پر ہے۔

عن ابی جعفر علیه السلام قال قال الناس کیف الصلوة علیه فقال علی علیه السلام ان رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم امامنا حیاً و میتاً فدخلوا علیه عشرة عشرة فصلوا علیه یوم الاثنین ولیلة الثلثا حتی الصبح ویوم الثلثا حتی صلی علیه صغیرهم وکبیرهم و ذکرهم و انثاهم ونواحی المدینه بغیر امام (اخبار ماتم ص۶۵)

ابی جعفر علیہ السلام سے روایت ہے لوگوں نے کہا۔ حضورﷺ پر کیسے نماز ہوگی تو حضرت علی نے فرمایا کہ حضورﷺ حیات و وفات میں ہمارے امام ہیں۔ پس داخل ہوئے دس دس آدمی اور نماز پڑھتے تھے آپ پر اور یہ نماز پیر کے دن اور منگل کی رات اور منگل کے دن تک جاری رہی، یہاں تک کہ ہر صغیر و کبیر مرد و عورت اور مدینہ کے اردگرد کے تمام افراد نے نماز پڑھی بغیر امام کے۔

اخبار ماتم اور حیات القلوب کی اس روایت سے معلوم ہوا:۔

۱۔ حضور ﷺ کی نماز جنازہ میں امام کوئی نہ تھا۔

۲۔ نماز بوڑھوں نے بھی پڑھی اور جوانوں نے بھی، مردوں نے بھی اور عورتوں نے بھی۔

۳۔ تمام مدینہ کے رہنے والوں نے بھی حتیٰ کہ جو لوگ مدینہ کے اردگرد رہتے تھے انھوں نے بھی پڑھی۔

۴۔ پھر یہ نماز دو شبانہ روز جاری رہی جس سے یہ اعتراض بھی باطل ہوگیا کہ خلیفہ کے تقرر کی وجہ سے تدفین میں کئی روز کی تاخیر ہوگئی۔ کیونکہ اس روایت سے تاخیر کیوجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ جگہ کی تنگی اور نمازیوں کی کثرت کی وجہ سے دو شبانہ روز نماز ہوتی رہی۔

۵۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ یہ نماز دفن کے بعد نہیں بلکہ دفن سے پہلے ہوئی۔ تا آنکہ دفن سے پہلے مدینہ اور اطراف مدینہ کے رہنے والوں میں سے کوئی بچہ، کوئی بوڑھا، کوئی مرد، کوئی عورت آپ کی نماز جنازہ پڑھنے سے باقی نہ رہا۔

☆ اب اگر اتنی واضح وضاحت کے باوجود بھی لوگ یہ ہی کہتے رہیں کہ خلفاء ثلاثہ نے نماز نہیں پڑھی تو اس ڈھٹائی کا واقعی کوئی علاج نہیں ہے۔ مگر ان کی مذہبی کتب تو یہ ہی بتا رہی ہیں کہ

مہاجرین وانصار، چھوٹے بڑے مرد وعورت اور تمام اہل مدینہ نے نماز پڑھی۔ تو کیا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مہاجر نہیں تھے یا عثمان رضی اللہ عنہ مہاجر نہیں تھے؟ کیا یہ لوگ اہل مدینہ سے نہیں تھے۔ صحابہ مردوں اور عورتوں، بڑوں اور چھوٹوں، جوانوں اور بوڑھوں میں شامل نہیں تھے۔ اگر تھے اور یقینا تھے تو انہی کے متعلق یہ ہے کہ ان سب نے دفن سے پہلے نماز پڑھی۔ پھر کس قدر ظلم اور کتنا بڑا افترا ہے کہ خلفاء ثلاثہ اور صحابہ پر یہ الزام لگایا جائے کہ یہ تو نبی ﷺ کے جنازہ میں بھی شریک نہیں ہوئے۔

☆ اصول کافی کی ایک روایت پر غور کیجئے۔

عن ابی عبد الله علیه السلام قال اتی العباس امیر المومنین فقال ان الناس اجتمعوا ان یدفنوا رسول الله فی البقیع المصلیٰ وان یومهم رجل منهم فخرج امیر المومنین الی النسا فقال، ایها الناس ان رسول الله صلی الله علیه وسلم امام حیا و میتا وقال انی ادفن فی البقعة التی اقبض فیها ثم قام علی الباب فصلی علیه ثم امر الناس عشرة عشرة یصلون علی ثم یخرجون. (اصول کافی، ص ۴۸۶)

ابی عبد اللہ جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے۔ انھوں نے فرمایا۔ حضرت عباس امیر المومنین علی کے پاس آئے اور کہا کہ لوگوں نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ حضور ﷺ کو جنت البقیع میں دفن کیا جائے اور امامت بھی انہیں کا ایک آدمی کرے تو یہ سن کر امیر المومین باہر آئے اور آپ نے لوگوں سے فرمایا تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حیات اور وفات میں ہمارے امام ہیں اور حضور ﷺ نے فرمایا تھا میں اسی جگہ دفن ہوں گا جہاں میری وفات ہوگی۔ تو حضرت علی دروازہ پر کھڑے ہوئے اور آپ اس نے نماز پڑھی پھر دس آدمیوں کو آپ نے نماز پڑھنے کا حکم دیا۔ وہ نماز پڑھتے جاتے اور باہر نکلتے جاتے تھے۔

اس روایت سے یہ ثابت ہوا کہ لوگوں نے حضور ﷺ کو جنت البقیع میں دفن کرنے اور امامت کے لیے کسی کو مقرر کرنے کا خیال کیا تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو

اطلاع دی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی حدیث سنائی کہ آپ نے فرمایا ہے کہ میں تو اسی حجرہ میں دفن ہوں گا۔ جہاں میری وفات ہوگی۔ اس کے بعد آپ نے خود نماز پڑھی اور پھر اوروں کو اجازت دی۔ لوگ دس دس کی تعداد میں آتے تھے اور نماز پڑھتے تھے۔ لیکن اہل سنت کی روایات میں یہ آیا ہے کہ یہ حدیث کہ ''نبی کا جس جگہ وصال ہوتا ہے اسی جگہ دفن ہوتا ہے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سنائی تھی اور آپ کے سنانے کے بعد سب لوگ اس امر پر متفق ہوگئے کہ آپ کو اسی حجرہ میں دفن کیا جائے، جس میں آپ کا وصال ہوا ہے (یعنی ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ کے حجرہ میں) تو اس سے اصل موضوع پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ سوال تو یہ ہے کہ صحابہ نے نماز پڑھی یا نہیں تو یہ مذکورہ بالا حوالوں سے اظہر من الشمس ہوگیا۔

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا نام:

اس کے علاوہ ..... حیات القلوب ..... کے اسی صفحہ پر ایک اور طویل روایت بھی ہے جس میں بوقت نماز جنازہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موجودگی کی تصریح ہے۔ البتہ اسمیں شیعہ عقائد کے مطابق یہ بھی تحریر ہے کہ مہاجرین و انصار حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو امام بنا کر باجماعت نماز جنازہ پڑھنا چاہتے تھے۔ لیکن حضرت علی نے باجماعت نماز جنازہ پڑھے جانے سے اختلاف کیا اور یہ تجویز کی کہ دس دس آدمی تنہا نماز ادا کریں۔ چنانچہ اسی طرح پڑھی گئی۔ ہم کو اس وقت اس سے بحث نہیں کہ یہ واقعہ صحیح ہے یا غلط کہ مہاجرین و انصار حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو امام بنانا چاہتے تھے۔ ہم تو اس روایت کو صرف اس لیے آپ کے سامنے رکھ رہے ہیں کہ اس میں دو باتیں قابل غور ہیں ایک تو یہ بوقت نماز جنازہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے نام کے ساتھ ان کی موجودگی کی تصریح ہے۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں مردم اتفاق کردہ است کہ حضرت رسول را در بقیع دفن کنند و ابوبکر پیش ایستد و او بہ آنحضرت نماز کند (حیات القلوب ج ۲ ص ۲۸۸) ..... کہ لوگوں نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ حضور ﷺ کو جنت البقیع میں دفن کیا جائے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ امامت کرائیں۔

ان لفظوں سے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی بوقت جنازہ رسول ﷺ موجودگی ثابت ہوئی نہ

صرف یہ بلکہ اس وقت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا موجود ہونا ثابت ہوا۔ جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ کیونکہ اس کے بعد یہ لفظ ہیں پس حضرت در پیش ایستادہ خود براو نماز کردہ پس حضرت علی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور آپ نے حضور ﷺ پر نماز پڑھی۔ ان لفظوں سے بھی ثابت ہوا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس وقت موجود تھے جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تنہا سب سے پہلے نماز پڑھی۔ اس کے بعد یہ لفظ ہیں...... بعد ازاں صحابہ را فرمودند کہ دہ نفر دہ نفر داخل میشدند...... کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھنے کے بعد صحابہ سے فرمایا کہ...... اب دس دس کی تعداد میں آکر نماز پڑھو...... اس کے بعد یہ جملے ہیں کہ...... تا آنکہ مدینہ و اطراف مدینہ ہمہ بر آنجناب صلوات فرستادند...... (حیات القلوب ج ۲ ص ۸۶۶) ...... یہاں تک کہ مدینہ اور مدینہ کے اردگرد رہنے والے سب نے نماز پڑھی...... اب بالکل واضح ہوگیا کہ جس دن اور جس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز ادا کی اسی دن اور اسی وقت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی وہاں موجود تھے۔ پھر مدینہ اور اطراف مدینہ کے تمام لوگوں نے نماز کی سعادت حاصل کی جس سے واضح ہوگیا کہ تمام صحابہ نے حضور ﷺ کی نماز جنازہ ادا فرمائی۔

توضیح...... بعض لوگ یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کا جنازہ تین دن تک پڑا رہا۔ یہ ''پڑا رہا'' کا لفظ صحابہ کرام کو بدنام کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ اس وقت بولا جاتا ہے جبکہ لاش کا کوئی پرسان حال ہی نہ ہو۔ حالانکہ ملا باقر مجلسی کے لفظ یہ ہیں...... روز دوشنبہ و شب سہ شنبہ تا صبح و روز سہ شنبہ تا شام...... کہ پیر کے دن، منگل کی رات اور منگل کے دن شام تک نماز ہوتی رہی۔ جب اس سارے عرصہ میں نماز ہوتی رہی، تو اس پر ''پڑا رہا'' کا لفظ بولنا کہاں تک صحیح ہے؟ البتہ یہ کہیے کہ تدفین میں تاخیر ہوئی اور اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ نماز پڑھنے والوں کی کثرت تھی اور ایک دن میں سب لوگ نماز کی سعادت نہیں حاصل کر سکتے تھے۔ اس لیے ایسا ہوا جیسا کہ شیعی کتب کے حوالوں سے ظاہر ہے۔ بہرحال اگر تین دن بھی مان لیے جائیں تو اس کی وجہ صرف جگہ کی قلت اور ہجوم کی کثرت ہی تھی نہ یہ کہ حضور ﷺ کی تجہیز و تکفین کی طرف کسی نے توجہ نہ کی۔ ثانیاً۔ اگر تین روز تک جنازۂ رسول ﷺ کا رکھا رہنا کوئی اعتراض کی بات ہے تو یہ اعتراض

خود حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اہل بیت پر بھی آتا ہے کہ اگر بالفرض والمحال صحابہ کرام خلافت کے قضیہ میں منہمک ہوگئے تھے تو پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اہل بیت نبوت ہی اس کام کو سرانجام دے دیتے اور تین روز تک جنازہ نہ رکھا رہنے دیتے۔ لیکن انھوں نے بھی ایسا نہیں کیا۔ ثالثاً۔ تاخیر میں اس قاعدہ کی رعایت بھی ملحوظ ہوگئی کہ بادشاہ کی وفات کے بعد حکومتیں اس وقت تک اس کے وجود کو حوالۂ قبر نہیں کرتیں جب تک کہ اس کے قائم مقام کا انتخاب نہ ہو جائے۔ خصوصاً ایسی صورت میں جبکہ خلافت کا مسئلہ شیعہ حضرات کے نزدیک نبوت ہی کی طرح ہے، چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس وقت تک حضور ﷺ کے جسم اقدس کو قبر مبارک میں جلوہ ریز نہیں کیا جب تک کہ مسلمانوں نے آپ کے قائم مقام کا انتخاب نہ کر لیا۔ تاخیر کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے۔ مگر ہمارے نزدیک تاخیر کی اصل وجہ صرف یہ تھی کہ کثرت ہجوم کی وجہ سے ایسا ہوا۔ کیونکہ ایک دن میں تمام انصار و مہاجرین شرکت جنازہ کی سعادت حاصل نہیں کر سکتے تھے۔ اس لیے دو شبانہ روز تک متواتر نماز جنازہ ہوتی رہی۔ اس کو ظاہری طور پر تاخیر کہہ لیجئے۔ حقیقت میں یہ تاخیر تھی ہی نہیں۔ کیونکہ تاخیر یا پڑے رہنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ کسی نے توجہ ہی نہ کی۔ اس معنی میں تاخیر کا لفظ استعمال کرنا حق و صداقت کا خون کرنا ہے۔ رابعاً۔ پڑے رہنے کا اعتراض ہی سرے سے لغو اور لچر ہے۔ کیونکہ انبیاء اور خصوصاً حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اقدس کو عام لوگوں کے جسم سے مناسبت ہی نہیں ہے۔ حضور ﷺ حیات النبی ہیں۔ آپ کے جسم پاک کو اللہ تعالیٰ نے مٹی پر حرام کر دیا ہے۔ طبرانی کی حدیث ہے کہ

ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حی یرزق ان اللہ حرم علی الارض اجساد الانبیاء (ابو داؤد)

اللہ نے زمین کے لیے حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کے جسموں کو کھائے۔ اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے اور اس کو رزق دیا جاتا ہے۔ اللہ نے زمین کے لیے انبیاء کے جسموں کو حرام کر دیا ہے۔

تو جب حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم زندہ رسول ہیں اور ایک آن کے لیے وعدہ الٰہی کے مطابق آپ پر موت طاری ہوئی تھی اور پھر مثل سابق وہی آپ کی حیات جسمانی ہے تو ایسی صورت میں ''پڑے رہنے'' کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ اس باب میں ہمارا عقیدہ تو یہ ہے کہ حضور ﷺ کا جسم

صرف یہ بلکہ اس وقت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا موجود ہونا ثابت ہوا۔ جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ کیونکہ اس کے بعد یہ لفظ ہیں پس حضرت درپیش ایستادہ خود براو نماز کردہ پس حضرت علی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور آپ نے حضور ﷺ پر نماز پڑھی۔ ان لفظوں سے بھی ثابت ہوا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس وقت موجود تھے جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تنہا سب سے پہلے نماز پڑھی۔ اس کے بعد یہ لفظ ہیں...... بعد ازاں صحابہ را فرمودند کہ دہ نفر دہ نفر داخل میشدند...... کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھنے کے بعد صحابہ سے فرمایا کہ...... اب دس دس کی تعداد میں آکر نماز پڑھو...... اس کے بعد یہ جملے ہیں کہ...... تا آنکہ مدینہ و اطراف مدینہ ہمہ برآنجناب صلوات فرستادند...... (حیات القلوب ج ۲ ص ۸۶۶)...... یہاں تک کہ مدینہ اور مدینہ کے اردگرد رہنے والے سب نے نماز پڑھی...... اب بالکل واضح ہوگیا کہ جس دن اور جس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز ادا کی اسی دن اور اسی وقت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی وہاں موجود تھے۔ پھر مدینہ اور اطراف مدینہ کے تمام لوگوں نے نماز کی سعادت حاصل کی جس سے واضح ہوگیا کہ تمام صحابہ نے حضور ﷺ کی نماز جنازہ ادا فرمائی۔

توضیح...... بعض لوگ یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کا جنازہ تین دن تک پڑا رہا۔ یہ ''پڑا رہا'' کا لفظ صحابہ کرام کو بدنام کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ اس وقت بولا جاتا ہے جبکہ لاش کا کوئی پرسان حال ہی نہ ہو۔ حالانکہ ملا باقر مجلسی کے لفظ یہ ہیں...... روز دوشنبہ وشب سہ شنبہ تا صبح وروز سہ شنبہ تا شام...... کہ پیر کے دن، منگل کی رات اور منگل کے دن شام تک نماز ہوتی رہی۔ جب اس سارے عرصہ میں نماز ہوتی رہی، تو اس پر ''پڑا رہا'' کا لفظ بولنا کہاں تک صحیح ہے؟ البتہ یہ کہیے کہ تدفین میں تاخیر ہوئی اور اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ نماز پڑھنے والوں کی کثرت تھی اور ایک دن میں سب لوگ نماز کی سعادت نہیں حاصل کر سکتے تھے۔ اس لیے ایسا ہوا جیسا کہ شیعی کتب کے حوالوں سے ظاہر ہے۔ بہرحال اگر تین دن بھی مان لیے جائیں تو اس کی وجہ صرف جگہ کی قلت اور ہجوم کی کثرت ہی تھی نہ یہ کہ حضور ﷺ کی تجہیز و تکفین کی طرف کسی نے توجہ ہی نہ کی۔ ثانیاً۔ اگر تین روز تک جنازۂ رسول ﷺ کا رکھا رہنا کوئی اعتراض کی بات ہے تو یہ اعتراض

خود حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اہل بیت پر بھی آتا ہے کہ اگر بالفرض والمحال صحابہ کرام خلافت کے قضیہ میں منہمک ہو گئے تھے تو پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اہل بیت نبوت ہی اس کام کو سرانجام دے دیتے اور تین روز تک جنازہ نہ رکھا رہنے دیتے۔ لیکن انھوں نے بھی ایسا نہیں کیا۔ ثالثاً۔ تاخیر میں اس قاعدہ کی رعایت بھی ملحوظ ہوگئی کہ بادشاہ کی وفات کے بعد حکومتیں اس وقت تک اس کے وجود کو حوالۂ قبر نہیں کرتیں جب تک کہ اس کے قائم مقام کا انتخاب نہ ہو جائے۔ خصوصاً ایسی صورت میں جبکہ خلافت کا مسئلہ شیعہ حضرات کے نزدیک نبوت ہی کی طرح ہے، چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس وقت تک حضور ﷺ کے جسم اقدس کو قبر مبارک میں جلوہ ریز نہیں کیا جب تک کہ مسلمانوں نے آپ کے قائم مقام کا انتخاب نہ کرلیا۔ تاخیر کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے۔ مگر ہمارے نزدیک تاخیر کی اصل وجہ صرف یہ تھی کہ کثرت ہجوم کی وجہ سے ایسا ہوا۔ کیونکہ ایک دن میں تمام انصار و مہاجرین شرکت جنازہ کی سعادت حاصل نہیں کر سکتے تھے۔ اس لیے دو شبانہ روز تک متواتر نماز جنازہ ہوتی رہی۔ اس کو ظاہری طور پر تاخیر کہہ لیجئے۔ حقیقت میں یہ تاخیر تھی ہی نہیں۔ کیونکہ تاخیر یا پڑے رہنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ کسی نے توجہ ہی نہ کی۔ اس معنی میں تاخیر کا لفظ استعمال کرنا حق وصداقت کا خون کرنا ہے۔ رابعاً۔ پڑے رہنے کا اعتراض ہی سرے سے لغو اور لچر ہے۔ کیونکہ انبیاء اور خصوصاً حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اقدس کو عام لوگوں کے جسم سے مناسبت ہی نہیں ہے۔ حضور ﷺ حیات النبی ہیں۔ آپ کے جسم پاک کو اللہ تعالیٰ نے مٹی پر حرام کر دیا ہے۔ طبرانی کی حدیث ہے کہ

ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حی یرزق ان اللہ حرم علی الارض اجساد الانبیاء (ابو دائود)

اللہ نے زمین کے لیے حرام کردیا ہے کہ وہ انبیاء کے جسموں کو کھائے۔ اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے اور اس کو رزق دیا جاتا ہے۔ اللہ نے زمین کے لیے انبیاء کے جسموں کو حرام کردیا ہے۔

تو جب حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم زندہ رسول ہیں اور ایک آن کے لیے وعدہ الٰہی کے مطابق آپ پر موت طاری ہوئی تھی اور پھر مثل سابق وہی آپ کی حیات جسمانی ہے تو ایسی صورت میں ''پڑے رہنے'' کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ اس باب میں ہمارا عقیدہ تو یہ ہے کہ حضور ﷺ کا جسم

مبارک قیامت تک اسی طرح جلوہ ریز رہتا تو آپ کے جسم کا کچھ بھی نہ بگڑتا۔ اس لیے "پڑے رہنے" کا لفظ ہی استعمال کرنا بے معنی اور لغو ہے۔ بہر حال جب معتبر مذہبی کتب سے یہ ثابت ہے کہ تمام مہاجرین وانصار نے جنازہ میں شرکت کی سعادت حاصل کی تو ایسی صورت میں صحابہ کرام اور خصوصاً خلفاء اربعہ پُر بے بنیاد الزام لگانا اوران کی شان اقدس میں بے ادبی کرنا کسی بھی سلیم العقل کے نزدیک صحیح نہیں ہوسکتا۔ ان معتبر مذہبی کتب سے حوالوں کے ہوتے ہوئے بھی لوگ صحابہ پر یہ الزام لگائیں کہ صحابہ تو جنازۂ رسول ﷺ میں شریک نہیں ہوئے تو اس کے متعلق ہم صرف یہ کہیں گے کہ اللہ ان کو ہدایت دے۔

وفات نبوی کا مختصر حال:

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس موقع پر ہم وفات نبوی ﷺ کا مختصر تذکرہ بھی کردیں۔ جس سے اس مسئلہ کی وضاحت بھی ہوگی اور صحابہ کے ساتھ حضور ﷺ کو اور حضور ﷺ کے ساتھ صحابہ کو جو عشق ومحبت تھا اس کا حال بھی معلوم ہو جائے گا۔

۱۱ ہجری...... یہ وہ سال ہے جس میں حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے حق رسالت ادا کرنے کے بعد اپنے بھیجنے والے کی طرف رجوع فرمایا۔ رحلت سے چھ ماہ قبل سورنہ اذاجاء کا نزول ہوا جس میں یہ بشارت تھی رایت الناس یدخلون فی دین اللّٰہ افواجا ۔ آپ نے دیکھا کہ لوگ فوج درفوج دین الٰہی میں داخل ہوتے ہیں۔ آخری رمضان ۱۰ ہجری میں آپ نے ۲۰ یوم کا اعتکاف فرمایا۔ حالانکہ دس یوم اعتکاف فرماتے تھے۔ وفات کے سال جبریل امین کے ساتھ دو مرتبہ قرآن کا دور فرمایا۔ حالانکہ سال میں ایک دفعہ رمضان میں پورا قرآن زبانی سنتے تھے حجۃ الوداع کے موقعہ پر جو خطبہ ارشاد فرمایا اس میں بھی فرمادیا تھا کہ مجھے امید نہیں کہ آئندہ سال تم سے مل سکوں شروع ماہ صفر ۱۱ ہجری میں احد تشریف لے گئے اور شہداء احد کو اپنی زیارت سے مشرف فرمایا اور تمام مسلمانوں کو اپنے فیض دیدار سے مشرف فرمایا۔ آدھی رات کے وقت جنت البقیع میں تشریف لے گئے جو مسلمانوں کا قبرستان تھا۔ واپس تشریف لائے تو مزاج اقدس ناساز تھا۔ پانچ دن متواتر باری باری ازواج مطہرات کو مشرف فرمایا۔ بالآخر آخری قیام حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

کے یہاں فرمایا۔ آمدورفت کی جب تک قوت رہی آپ مسجد میں نماز پڑھانے تشریف لاتے رہے۔ سب سے آخری نماز جو حضور ﷺ نے پڑھائی وہ مغرب یا ظہر کی تھی چونکہ سر میں درد تھا اس لیے آپ رومال باندھ کر تشریف لائے تھے۔ اس میں آپ نے والمرسلات عرفا کی قرأت فرمائی تھی عشاء کی نماز کا وقت آیا تو دریافت فرمایا کہ نماز ہوچکی؟ صحابہ نے عرض کی سب کو حضور ﷺ کا انتظار ہے تین بار غسل فرمایا۔ آخری غسل کے موقع پر بھی سوال فرمایا۔ صحابہ نے وہی جواب دیا، اٹھنا چاہا مگر ضعف آگیا۔ جب افاقہ ہوا تو فرمایا ابوبکر نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ وہ رقیق القلب ہیں آپ کی جگہ وہ کھڑے نہ ہوسکیں گے۔ مگر آپ ﷺ نے یہ ہی حکم دیا کہ ابوبکر نماز پڑھائیں چنانچہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حیات نبوی ﷺ میں تین روز یا ۱۷ اوقت کی نمازیں پڑھائیں۔ وفات سے دو یوم قبل ظہر کی نماز کے وقت آپ کی طبیعت سکون پذیر ہوئی۔ غسل فرمایا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ تھام کر آپ ﷺ کو مسجد میں لائے۔ جماعت کھڑی ہوچکی تھی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز پڑھا رہے تھے۔ آہٹ پاکر پیچھے ہٹے حضور ﷺ نے اشارہ سے روکا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں بیٹھ کر نماز پڑھائی۔ یعنی آپ کو دیکھ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر لوگ نماز کے ارکان ادا کرتے جاتے تھے۔ نماز کے بعد حضور ﷺ نے خطبہ دیا جو آپ کا آخری خطبہ تھا۔ فرمایا...... خدا نے اپنے ایک بندہ کو اختیار دیا ہے کہ وہ آخرت کو قبول کرے یا دنیا کو۔ تو اس بندے نے آخرت کو قبول کیا ہے...... یہ سن کر ابوبکر...... رو پڑے لوگوں نے تعجب سے ان کی طرف دیکھا کہ حضور ﷺ تو ایک شخص کا واقعہ بیان فرمارہے ہیں کہ اس نے آخرت کو قبول کیا ہے۔ یہ رونے کی کونسی بات ہے مگر رازدار نبوت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سمجھ چکے کہ وہ بندہ خود حضور ﷺ کی اپنی ذات ہے حضور ﷺ نے اپنے خطبہ میں یہ بھی فرمایا کہ سب سے زیادہ میں جس کی محبت اور دولت کا ممنون ہوں وہ ابوبکر ہیں۔ مسجد کے رخ کوئی اور دریچہ ابوبکر کے دریچہ کے سوا باقی نہ رکھا جائے۔ ادھر انصار کا یہ حال تھا کہ حضور ﷺ کی علالت کی خبر معلوم کرکے روتے تھے۔ صحابہ کرام پریشان وغمگین تھے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حضور ﷺ نے بتادیا تھا کہ میرا وصال اسی مرض میں ہو

گا۔ غرضیکہ مرض میں اضافہ اور تخفیف ہوتا رہتا تھا۔ آخری دن یعنی پیر کے روز بظاہر طبیعت پرسکون تھی۔ حجرہ مبارک جو مسجد سے ملا ہوا تھا آپ نے صبح کے وقت پردہ اٹھا کر دیکھا صحابہ فجر کی نماز پڑھ رہے تھے اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ امامت فرما رہے تھے۔ تھوڑی دیر حضور ﷺ نماز کا منظر ملاحظہ فرماتے رہے۔ اس نظارہ سے رخ انور پر بشاشت اور ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ حضور ﷺ مسکرا دیئے۔ صحابہ نے دل تھام لیے۔ شوق اور اضطراب سے یہ حال ہوگیا کہ رخ نوری کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سمجھے کہ حضور ﷺ کا نماز میں آنے کا ارادہ ہے۔ پیچھے ہٹنے لگے کہ حضور ﷺ نے ہاتھ سے اشارہ فرما دیا اور آپ حجرہ میں داخل ہوگئے اور پردے ڈال دیئے اور اب وہ ساعت آئی کہ روح پاک عالم قدس میں پہنچ گئی۔ خبر وفات سے صحابہ سراسیمہ ہوگئے۔ کوئی حیران ہوکر جنگل کو نکل گیا اور کوئی ششدر ہوکر جہاں تھا وہیں رہ گیا۔ اللھم صل علیہ و آلہ اصحابہ صلوۃ کثیرا کثیرا۔ عقیدتمندوں کو یقین ہی نہ آتا تھا کہ حضور ﷺ نے الوداع کہا۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تلوار کھینچ لی۔ اور فرمانے لگے کہ جو یہ کہے حضور ﷺ نے وفات پائی اس کا سر اڑا دوں گا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ گھر میں گئے۔ جسم اطہر کو دیکھا پیشانی منور کو چوما۔ آنسو نکل پڑے۔ پھر زبان سے کہا میرے پدر و مادر حضور ﷺ پر نثار...... پھر مسجد میں آئے اور وفات نبوی کی اطلاع دی۔

غسل و تکفین...... تجہیز و تکفین کا کام دوسرے دن منگل کو ہی شروع ہوگیا تھا۔ ابن اسحاق نے سیرت میں لکھا ہے کہ وفات دوپہر کو ہوئی تھی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بخاری کی روایت یہ ہے کہ آخر یوم یعنی پیر کے آخر وقت وصال ہوا۔ حافظ ابن حجر نے دونوں روایتوں میں یہ تطبیق دی کہ وصال اس وقت ہوا جبکہ دوپہر ڈھل چکی تھی اور سہ پہر کا وقت تھا۔ گویا پیر کے دن غروب آفتاب کے قریب آپ کا وصال ہوا۔ اس کے بعد اتنا وقت نہیں رہا تھا، کہ غروب آفتاب سے پہلے تجہیز و تکفین سے فراغت ہو سکے۔ اس لیے دوسرے دن منگل کو پورا انتظام ہوا۔ اور اسی دن جسم اقدس کو حجرہ مطہرہ میں رکھ دیا گیا۔ جس حجرہ میں آپ نے وفات پائی تھی، وہیں لوگ علی الترتیب تھوڑے تھوڑے کرکے جاتے تھے اور نماز جنازہ ادا کرتے تھے۔ اس لیے بھی دیر لگی اور سہ شنبہ یعنی

منگل کا دن گزار کر شام کو فراغت ہوئی۔ ابن سعد وغیرہ کی بعض روایتوں میں یہ ہے کہ چہارشنبہ (بدھ) کو تدفین ہوئی لیکن یہ تمام روایتیں موضوع ہیں۔ خود ابن سعد میں جو صحیح روایات ہیں ان میں یہ ہے کہ منگل کے دن تدفین ہوئی۔ البتہ بدھ کی شام شروع ہوگئی تھی۔ (یاد رہے کہ اسلامی تاریخ بعد از غروب آفتاب شروع ہوتی ہے) ابن ماجہ کتاب الجنائز میں بھی یہی ہے

فلما فرغو من جھازہ یوم الثلثا — اور جب فارغ ہوئے حضور ﷺ کی تجہیز سے منگل کے دن

بہرحال یہ بات دونوں فریق کی کتب سے ثابت ہے کہ وصال پیر کے دن ہوا اور منگل کے دن تدفین ہوئی۔ البتہ منگل کا سارا دن صرف ہوا۔ یہاں تک کہ شام ہوگئی یا رات شروع ہوگئی یہ بدھ کی رات ہے نیز قبر کنی کا کام غسل کے بعد شروع ہوا۔ اس لیے بھی دیر لگی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے غسل دیا۔ فضل بن عباس اور اسامہ بن زید نے پردہ کیا۔ اوس بن خولی انصاری پانی کا گھڑا لاتے تھے۔ حضرت عباس کے دونوں صاحبزادے قثم اور فضل مدد دیتے تھے۔ تین سوتی سفید کپڑے جو سحول کے بنے ہوئے تھے کفن میں استعمال ہوئے۔ غسل و کفن کے بعد سوال پیدا ہوا کہ آپ کو دفن کہاں کیا جائے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا نبی جس جگہ وفات پاتا ہے، وہیں دفن ہوتا ہے۔ چنانچہ اسی جگہ جہاں وصال ہوا قبر کھودنا تجویز ہوا۔ قبر ابوطلحہ نے لحدی کھودی۔ یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ ابوعبیدہ صندوقی قبر کھودتے تھے اور طلحہ لحدی۔ جب اس بات پر مشورہ ہوا کہ قبر کیسی کھودی جائے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ان دونوں صاحبوں کے پاس آدمی بھیجا جائے جو پہلے آجائے وہی قبر کھودے۔ لوگوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کو پسند کیا اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ ہی گھر پر ملے اور ان کے سپرد یہ خدمت ہوئی۔

جنازہ مبارکہ...... جب جنازہ تیار ہوگیا تو لوگ نماز کی سعادت حاصل کرنے کے لیے ٹوٹ پڑے۔ ترمذی کی روایت میں ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ دس آدمی باری باری آئیں اور نماز پڑھیں۔ چنانچہ مردوں نے پھر بچوں نے غرضیکہ تمام صحابہ کرام، انصار و مہاجرین نے نماز پڑھی۔ امام کوئی نہ تھا۔

وفاتِ نبوی کا واقعہ ہم نے نہایت اختصار سے پیش کیا ہے اور بہت سے واقعات چھوڑ دیے ہیں۔ ان سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ صحابہ کو حضور ﷺ سے اور حضور ﷺ کو صحابہ سے کس قدر محبت تھی۔ خصوصاً صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا نماز پڑھانا اور حضور ﷺ کا ان کے متعلق یہ فرمانا کہ صدیق کے احسان مجھ پر بہت ہیں یہ وہ حقائق ہیں جن کو دیکھ کر کوئی صاحب عقل ایک لمحہ کے لیے بھی یہ تصور نہیں کرسکتا کہ صحابہ تو جنازہ نبوی میں بھی شریک نہ ہوئے۔

دعا و کیفیت نماز جنازہ...... لوگ پوچھا کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کی نماز جنازہ کس طرح ہوئی تو جواب یہ ہے کہ حضور ﷺ کی نماز جنازہ میں کوئی امام نہ تھا۔ اور نہ اس میں وہ دعائیں پڑھی گئیں جو عام جنازوں میں پڑھی جاتی ہیں حضور ﷺ کی نماز جنازہ یہ تھی کہ لوگ نہایت ادب و احترام کے ساتھ حاضر ہوتے تھے اور صلوٰۃ و سلام عرض کر کے واپس ہو جاتے تھے۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو یہ نماز قیامت تک جاری ہے اور جو لوگ روضہ اقدس پر حاضری دیتے ہیں اور سلام عرض کرتے ہیں وہ اس معنی میں آج بھی نماز جنازہ ہی پڑھتے ہیں۔

ابن ماجہ میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

لما فرغوا من جهازه صلى الله عليه وسلم يوم الثلثا وضع علىٰ سريره فى بيته ثم دخل الناس على رسول الله صلى الله عليه وسلم ارسلا يصلون عليه حتىٰ اذا. فرغوا. ادخلوا النساء حتى اذا فرغوا. ادخل الصبيان. ولم يوم الناس عليه صلى الله عليه وسلم احدر (ابن ماجہ)

سہ شنبہ (منگل) کے دن جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز و تکفین سے فراغت ہوئی تو سرکار اقدس کو آپ کے مبارک گھر میں تخت پر رکھ دیا گیا اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین گروہ در گروہ آکر تنہا تنہا نماز پڑھنے لگے جب فارغ ہوئے تو صحابیات داخل ہوئیں۔ ان کے بعد نابالغ بچے آئے

(۱) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ میں کسی شخص نے لوگوں کی امامت نہیں کی۔

(۲) مواہب لدنیہ میں ایک روایت میں وارد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلے

ملائکہ نے فوج در فوج نماز پڑھی۔ پھر آپ کے اہل بیت کرام نے پھر اور لوگوں نے گروہ در گروہ نماز جنازہ پڑھی۔ اس کے بعد آخر میں ازواج مطہرات نے نماز جنازہ ادا کی۔

(۳) اور روایت کیا گیا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کرام نے نماز جنازہ پڑھی تو لوگوں کو یہ معلوم نہ ہو سکا، کہ وہ کیا پڑھیں تو انھوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا۔ انھوں نے فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے ارشاد فرمایا کہ تم یہ دعا پڑھو۔

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ...... آخر آیت تک

......لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَ سَعْدَيْكَ صَلٰوةُ اللّٰهِ الْبَرِّ الرَّحِيْمِ وَمَلَآئِكَتِهِ الْمُقَرَّبِيْنَ وَالنَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصَّالِحِيْنَ وَمَا سَبَّحَ لَكَ مِنْ شَيْءٍ يَارَبَّ الْعَالَمِيْنَ عَلٰى مُحَمَّدِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ وَسَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَ اِمَامِ الْمُتَّقِيْنَ وَرَسُوْلِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ الشَّاهِدِ الْبَشِيْرِ اَلدَّاعِيْ اِلَيْكَ بِاِذْنِكَ السِّرَاجِ الْمُنِيْرِ وَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَ ذَكَرَهُ الشَّيْخُ زَيْنُ الدِّيْنِ ابْنِ الْحُسَيْنِ الْمُرَاغِيُّ فِيْ كِتَابِهٖ تَحْقِيْقِ النُّصْرَةِ۔ اس حدیث کو شیخ زین الدین ابن الحسین المراغی نے اپنی کتاب تحقیق النصرۃ میں ذکر کیا...... (مواہب لدنیہ جلد ثانی ص ۲۸۰ زرقانی ج ۲۹۳)

بہر حال جنازہ رسول ﷺ کا مسئلہ تو قطعاً ایک فرضی افسانہ تھا جو صرف اس لیے تصنیف کیا گیا کہ اس کی آڑ میں خلفاء ثلاثہ پر طعن کیا جائے۔ حالانکہ کتب معتبرہ میں ہے۔

۱۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے خلفاء ثلاثہ کے ہاتھ پر بیعت کی (احتجاج طبرسی)

۲۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ برابر خلفائے ثلاثہ کے پیچھے نمازیں پڑھتے رہے (احتجاج طبرسی ص ۵۳)

۳۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ خلفائے ثلاثہ کی مدح و ثنا کرتے رہے (نہج البلاغہ)

۴۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی صاحبزادی جو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نکاح میں دی (کافی)

۵۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خلفائے راشدین کے ناموں پر اپنے صاحبزادوں کے نام ابو

بکر و عمر و عثمان رکھے۔ (جلاء العیون)

۶۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نماز جنازہ میں شرکت کی (تاریخ طبری)

۷۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے فضائل بیان کیے اور ان کے لیے دعائے رحمت و مغفرت کی۔ (شرح نہج البلاغت میسم بحرانی)

۸۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انصار کو اسلام کا پرورش کرنے والا فرمایا (نہج البلاغہ)

۹۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو ایمان میں اپنے برابر قرار دیا (نہج البلاغہ)

تو جب معتبر مذہبی کتب سے یہ ثابت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خلفائے ثلاثہ کو مومن اور مسلمان سمجھتے تھے۔ آپ نے ان کی تعریف و توصیف کی۔ ان کی خلافت کو تسلیم کیا۔ حتی کہ ان کی اقتداء میں نمازیں پڑھیں۔ تو ایسی صورت میں ان لوگوں کا فرضی افسانے تصنیف کر کے خلفائے ثلاثہ پر طعن کرنا دراصل حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جھٹلانا ہے۔ ورنہ ہمیں بتایا جائے کہ اگر خلفائے ثلاثہ حق پر نہیں تھے اور انھوں نے حضور ﷺ کی نماز جنازہ بھی نہیں پڑھی تھی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خلفائے ثلاثہ کی بیعت کیوں کی۔ اور ان کی خلافت کو کیوں تسلیم کیا؟

(ان مسائل کی مزید تفصیل کے لیے کتاب ''شان صحابہ'' مکتبہ رضوان یا جامعہ حزب الاحناف گنج بخش روڈ لاہور سے منگوائیں)

نعت رسول مقبول ﷺ

ہے مرا ربطِ غلامی شہِ ابرار کے ساتھ
اب غرض ہے کسی سلطاں نہ جہاں دار کے ساتھ

حُبِّ توحید ہے اس کے لیے بالکل بے سود
جس موحّد کو محبت نہیں سرکار کے ساتھ

ان کے گستاخ کا مقبول نہیں کوئی عمل
لاکھ سجدے کرے وہ کعبہ کی دیوار کے ساتھ

دن کا ہر لمحہ تھا خوش بو کی طرح طیبہ میں
ہر گھڑی شب کی بسر ہوتی تھی انوار کے ساتھ

بے زُبانی ہی مواجہ میں ہے اندازِ بیاں
کون جاتا ہے وہاں طاقتِ گفتار کے ساتھ

ہیں سیوطی کی طرح لوگ کئی خوش قسمت
دیکھ لیتے ہیں انہیں دیدۂ بیدار کے ساتھ

یاد ہے اب بھی مدینے سے جدائی کا سماں
ہم بھی روئے تھے لپٹ کر در و دیوار کے ساتھ

حشر تک مجھ کو عطا کر دے جگہ تھوڑی سی
اے خدا، سرورِ کونین کے دربار کے ساتھ

ان کو کیا خوف دوعالم میں جو رکھتے ہیں نیاز
مدنی، مطلبی، ہاشمی سردار کے ساتھ

خوب تر ان کی ثنا کی تو رضا نے کی ہے
نعت لکھی ہے تو اقبال نے معیار کے ساتھ

ان کی مدحت ہو دمِ نزع زباں پر طارق
حشر آئے تو اٹھوں نعتیہ اشعار کے ساتھ

طارق سلطان پوری

✿✿✿✿✿

عالم اسلام کے لیے عظیم خوشخبری

حدیثِ نور کی سند اور حدیثِ سایہ کی بازیافت

از قلم...... مفتی محمد خان قادری

(۱)

ارشاد نبوی ﷺ ہے اے جابر! سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے تیرے نبی کا نور پیدا کیا، اس فرمان مقدس کو اپنی اپنی کتب میں محدثین، مفسرین اور اہل سیر، مصنف عبدالرزاق کے حوالہ سے صدیوں سے نقل کرتے چلے آرہے ہیں تمام امتِ مسلمہ نے اسے قبول کیا اور یہی عقیدہ رکھا کہ تخلیق اول "نور محمدی" ہے اس حدیث اور دیگر احادیث مبارکہ اول ما خلق الله القلم (اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم پیدا کیا) اول ما خلق الله العقل (اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے عقل پیدا فرمایا) کے درمیان موافقت و تطبیق دیتے ہوئے یہی لکھا ہے اولیت حقیقی نور محمدی کو ہی حاصل ہے۔ (زرقانی علی المواہب......مرقاۃ المفاتیح) کچھ عرصہ سے جلد باز لوگوں نے بزرگوں پر عدم اعتماد کرتے ہوئے اس کا انکار کیا، پھر ان کا انکار اس وقت اپنے عروج پر گیا جب مصنف کا نسخہ انڈیا سے شائع ہوا کیونکہ اس نسخہ میں یہ روایت نہ تھی، اس کے بعد تو یہ چیلنج شروع ہو گیا کہ یہ حدیث ہرگز نہیں اگر اس کا وجود ہے تو ثابت کر کے دکھاؤ، اہل علم نے واضح کیا کہ یہ مصنف کا مطبوعہ نسخہ ناقص ہے کیونکہ اس کے محقق مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی نے چوتھی جلد کی ابتداء میں اس کے ناقص ہونے پر تصریح کردی ہے۔ مگر میں نہ مانوں کی رٹ اب تک جاری ہے، اللہ تعالیٰ نے فضل و لطف فرمایا افغانستان سے مصنف کا کامل نسخہ مخطوط کی صورت میں دستیاب ہو گیا جو عنقریب شائع ہو رہا ہے اس میں یہ حدیث نور اس سند اور الفاظ کے ساتھ موجود ہے اس کا متن و ترجمہ شائع کیا جارہا ہے۔

(۱۰) عبدالرزاق عن معمر عن ابن جريج قال كان البراء يكثر من قول : اللهم صل على سيدنا محمد و على آله بحر أنوارك و معدن أسرارك (إسناده منقطعا لأن ابن جريج ما روى عن البراء)

(۱۲) عبد الرزاق أخبرني ابن عيينة عن مالك انه كان يقول دائماً :اللهم صل على سيدنا محمد السابق للخلق نوره (إسناده صحيح إلى مالك)

(۱٤) عبدالرزاق عن ابن جريج قال ، قال لي زياد : لا تنسى أن تقول ، بالغدو والآصال : اللهم صل على من منه انشقت الأنهار وانفلقت الأنوار .... (زياد هو ابن سعد بن عبدالرحمن الخراساني أبو عبدالرحمن ابن جريج سكن مكة ، ثقة ثبت)

(۱۵) عبدالرزاق عن معمر عن ابن أبي زائدة عن ابن عون قال : علمني شيخي أن أقول ليل نهار : اللهم صل على من خلقت من نوره كل شيء (ابن أبي زائدة هو يحي بن زكريا أبو سعيد ، و ابن عون هو عبدالله بن عون بن أرطبان البصري ثقة ثبت ، و اسناده منقطع لأن معمر لم يروي عن ابن أبي زائدة)

(۱٦) عبدالرزاق عن ابن جريج عن سالم قال علمني سعيد بن أبي سعيد أن أقول دوما : اللهم صل على كاشف الغمة و مجلي الظلمة و مولي النعمة و مولي الرحمة (سعيد بن أبي سعيد وهو المقبري ، تابعي ثقة ثبت إمام)

(۱۷) عبدالرزاق عن ابن جريج عن الزهري عن سالم عن أبيه ، أنه قال : رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم بعينين هاتين و كان نورًا كله بل نورًا من نور الله ، من رآه بديها هابه و من رآه مرارًا استحبه أشد استحباب. (إسناده صحيح)

(۱۸) عبدالرزاق عن معمر عن ابن المنكدر ، عن جابر ، قال : سألت رسول الله صلى الله عليه وسلم ، عن أول شيء خلقه الله تعالى ؟ فقال: هو نور نبيك يا جابر ، خلق الله ثم خلق فيه كل خير و خلق بعده كل شيء، و حين خلقه أقامه قدامه من مقام القرب اثني عشر ألف سنة ، ثم جعله أربعة أقسام ، فخلق العرش والكرسي من قسم و حملة العرش و خزنة الكرسي من قسم و أقام قسم الرابع في مقام الحب اثني عشر ألف سنة ثم جعله أربعة أقسام فخلق القلم من قسم و اللوح من قسم والجنة من قسم ثم أقام القسم الرابع في مقام الخوف اثني عشر ألف سنة ثم جعله أربعة أجزاء ، فخلق الملائكة من جزء والشمس من جزء والقمر من جزء والكواكب من جزء و أقام الجزء الرابع في مقام الرجاء اثني عشر ألف سنة، ثم جعله أربعة أجزاء ، فخلق العقل من جزء والعلم من جزء والحكمة من جزء والعصمة والتوفيق من جزء و أقام الجزء الرابع في مقام الحياء اثني عشر ألف سنة ، ثم نظر الله عزوجل إليه فترشح النور عرقا فقط منه مائة ألف و أربعة و عشرون

ألـــف قطرة من نور ، فخلق الله من كل قطرة روح نبي أو روح رسول ثم تنفست أرواح الأنبياء فخلـــق الله من أنفاسهم الأولياء والشهداء والسعداء والمطيعين إلى يوم القيامة ، فالعرش والكرسي مـــن نوري ، والكروبيون من نوري ، والروحانيون من نوري والملائكة من نوري ، والجنة و ما فـــيها من النعيم من نوري ، و ملائكة السموات السبع من نوري ، والشمس والقمر والكواكب من نوري ، والعقل والتوفيق من نوري ، و أرواح الرسل و الأنبياء من نوري ، والشهداء والسعداء والصـــالحون مـــن نتاج نوري ، ثم خلق الله اثنى عشر ألف حجاب ، فأقام الله نوري و هو الجزء الـــرابع في كـــل حجـــاب ألف سنة ، و هي مقامات العبودية والسكينة والصبر والصدق واليقين فغمـــس الله ذلك النور في كل حجاب الف سنة ، فلما اخرج الله النور من الحجب ركبه الله في الأرض فكـــان يضيء منها ما بين المشرق والمغرب كالسراج في الليل المظلم ، ثم خلق الله آدم من الأرض فركـــب فيه النور في جبينه و ثم انتقل منه إلى شيث وكان ينتقل من طاهر إلى طيب و من طيب إلى طاهر إلى أن أوصله الله صلب عبد الله بن عبد المطلب ومنه إلى رحم آمنة بنت وهب ثم أخـــرجني إلى الدنيا فجعلني سيد المرسلين و خاتم النبيين و رحمة للعالمين و قائد الغر المحجلين هكذا كان بدء خلق نبيك يا جابر

امام عبدالرزاق فرماتے ہیں مجھے حضرت معمر ان سے ابن منکدر اور انہیں حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے کونسی شے پیدا کی ؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا اے جابر! وہ تیرے نبی کا نور ہے، اللہ نے اسے پیدا فرما کر اس میں سے ہر خیر پیدا کی اور اس کے بعد ہر شے پیدا کی، جب اس نور کو پیدا فرمایا تو اسے بارہ ہزار سال تک مقام قرب پہ سامنے فائز رکھا۔ پھر اس کے چار حصص کیے ایک حصہ سے عرش و کرسی، دوسرے سے حاملین عرش اور خازنین کرسی پیدا کیے۔ پھر چوتھے حصہ کو مقام محبت پر بارہ ہزار سال رکھا پھر اسے چار میں تقسیم کیا ایک سے قلم، دوسرے سے جنت بنائی پھر چوتھے کو مقام خوف پر بارہ ہزار سال رکھا پھر اس کے چار اجزاء کیے ایک جز سے ملائکہ، دوسرے سے شمس، تیسرے سے قمر اور ایک جز سے ستارے بنائے پھر چوتھے جز کو مقام رجا پر بارہ ہزار سال تک رکھا پھر اس کے چار اجزاء بنائے ایک سے عقل، دوسرے سے علم، تیسرے سے حکمت اور چوتھے سے عصمت و توفیق بنائی۔ پھر چوتھے کو مقام حیا پر بارہ ہزار سال تک رکھا پھر اللہ تعالیٰ نے اس پر نظر کرم فرمائی تو اس نور کو پسینہ آیا جس سے ایک لاکھ چوبیس ہزار نور کے قطرے جھڑے تو اللہ تعالیٰ نے ہر قطرہ سے نبی

کی روح یا رسول کی روح پیدا کی، پھر ارواح انبیاء نے سانس لیا تو اللہ تعالیٰ نے ان انفاس سے تا قیامت اولیاء، شہداء، سعدا اور فرمانبرداروں کو پیدا فرمایا تو عرش و کرسی میرے نور سے، کروبین میرے نور سے، روحانیین میرے نور سے، ملائکہ میرے نور سے، جنت اور اس کی تمام نعمتیں میرے نور سے، ملائکہ سبع سموات میرے نور سے، شمس، قمر اور ستارے میرے نور سے، عقل و توفیق میرے نور سے، ارواح رسل و انبیاء میرے نور سے، شہداء، اور صالحین میرے نور کے فیض سے ہیں پھر اللہ تعالیٰ نے بارہ ہزار پردے پیدا فرمائے تو اللہ تعالیٰ نے میرے نور کے جز رابع کو ہر پردہ میں ہزار سال رکھا اور یہ مقامات عبودیت، سکینہ، صبر، صدق و یقین تھے، تو اللہ تعالیٰ نے اس نور کو ہزار سال تک اس پردہ میں غوطہ زن رکھا، جب اسے اس پردہ سے نکالا اور اسے زمین کی طرف بھیجا تو اس سے مشرق و مغرب یوں روشن ہوئے جیسے تاریک رات میں چراغ، پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو زمین سے پیدا کیا تو ان کی پیشانی میں نور رکھا پھر اسے حضرت شیث کی طرف منتقل کیا پھر وہ طاہر سے طاہر کی طرف منتقل ہوتا ہوا عبداللہ بن عبدالمطلب کی پشت میں اور آمنہ بنت وہب کے شکم میں آیا پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے دنیا میں پیدا فرما کر رسل کا سردار، آخری نبی رحمۃ للعالمین اور تمام روشن اعضاء والوں کا قائد بنایا تو جابر! یوں تیرے نبی کی تخلیق سے ابتداء ہوئی۔ (مصنف عبدالرزاق ۱: حدیث ۱۸)

(۲)

امت میں مانی چلی آرہی ہے کہ آپ ﷺ چونکہ نور ہیں اس لیے آپ ﷺ کے جسم اقدس کا سایہ نہیں اس پر دیگر دلائل کے علاوہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول گرامی بھی ہے کہ آپ ﷺ کے جسم اقدس کا سایہ نہ تھا اسے بہت سے بزرگوں نے نقل کیا مگر سند نہ تھی، بعض لوگوں نے سند نہ ہونے کی وجہ سے اسے قبول نہ کیا الحمدللہ مذکورہ مصنف کے نسخہ میں اس کی بھی سند موجود ہے، ہم متن مع سند شائع کر رہے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(٤) عبدالرزاق عن ابن جريج قال أخبرني نافع ان ابن عباس قال: لم يكن لرسول الله صلى الله عليه وسلم ظل ولم يقم مع شمس قط الا غلب ضوءه الشمس و لم يقم مع السراج قط الا غلب ضوءه السراج (سنده صحيح)

امام عبدالرزاق فرماتے ہیں مجھے ابن جریج انہیں امام نافع اور وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ کا سایہ مبارک نہ تھا، جب آپ سورج کے سامنے کھڑے ہوتے تو آپ کے نور کی روشنی کا شمس پر غلبہ ہوتا، اس طرح کسی چراغ کے سامنے قیام ہوتا تو آپ کے نور کی روشنی پر چراغ پر غلبہ ہوتا۔ (ایضاً، حدیث)

ہمیں مخطوطہ کی یہ احادیث مولانا محمد عباس رضوی مقیم دبئی کے ذریعے ملی ہیں ان کے شکریہ کے ساتھ ہم شائع کر رہے ہیں اور دعا گو ہیں کہ یہ مصنف کا کامل نسخہ جلد شائع ہو جائے تا کہ امت کے افتراق و انتشار میں کمی واقع ہو سکے۔

نوٹ: اس سے یہ سبق بھی حاصل کر لینا چاہیے کہ ہمیں ہمیشہ امت کے مسلمہ بزرگوں پر اعتماد کرنا چاہیے اگر انھوں نے کوئی بات لکھی ہے تو جلدی سے اس کا انکار مناسب نہیں اس کی بنیاد کی تلاش میں رہنا چاہیے۔ بلکہ ہمارے لیے ان کا لکھ دینا ہی کافی ہے۔ ہمارا علم و مطالعہ تقویٰ ان جیسا کہاں؟ وہ لاکھوں احادیث کو سامنے رکھتے ہوئے فیصلہ دیتے ہیں جبکہ ہمارے لیے فقط عبارت بھی مشکل ہوتی ہے۔

اعترافِ عظمت

دیارِ کفر میں تجلیاتِ ذکرِ مصطفیٰ ﷺ

علامہ صاحبزادہ محمد رفیق چشتی سیالوی...... برمنگھم

اللہ تعالیٰ جل شانہ نے اپنے محبوب کریم ﷺ کے ذکر خیر کو سارے جہان میں عام فرمایا اور آپ ﷺ کی خاطر آپ ﷺ کے ذکر مبارک کو بلند فرمایا گویا ارشاد الٰہی ہے ورفعنا لک ذکرک۔ اس وقت میرے پیش نظر ذکر مصطفیٰ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حوالے سے وہ جہت ہے کہ میرے آقا حضور ﷺ کی بارگاہ میں غیر مسلم زعما و مستشرقین کے باشعور طبقات کس انداز میں نذر گزار ہوتے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ آپ ملاحظہ کریں گے تو حب رسول ﷺ کی عظیم نعمت سے بھی سرشار ہوں گے اور عظمتِ رسالت مآب ﷺ سے بھی واقف و شناسا ہوں گے آیئے دیارِ کفر میں تجلیاتِ ذکر مصطفیٰ ﷺ سے ہم بھی اپنے دامنِ تمنا کو بھرتے ہیں لیکن یہ سب کچھ پڑھتے ہوئے یہ بات ذہن نشین رہے کہ یہ تاثرات مسلم زعماء کے نہیں بلکہ غیر مسلموں کی طرف سے اعترافِ عظمت ہے۔

مشہور غیر مسلم سکالر کارلال کا کہنا ہے کہ "محمد ﷺ بغیر کسی شک کے تمام پیغمبروں علیہم السلام میں سب سے باکمال پیغمبر تھے۔ میں خود آپ ﷺ کی صداقت کا معترف ہوں۔ لوگوں نے مذہبی جوش میں آکر آپ ﷺ کے متعلق جو غلط بیانیاں کی ہیں۔ وہ ہم سب کے لئے نہایت شرمناک ہیں۔ آج خدا کی مخلوق کی ایک کثیر تعداد محمد ﷺ کے فرمودات پر ایمان رکھتی ہے۔ وہ دنیا میں کسی اور چیز کو اس طرح ماننے کے لئے تیار نہیں ہے جس طرح اسلام کے احکام کو۔ کیا ہم یقین کر سکتے ہیں کہ یہ سب کچھ ایک قسم کا مذہبی فریب ہے جسے خدا کے کروڑوں بندوں نے جن میں سے کتنے مر گئے اور کتنے زندہ ہیں اسے قبول کر لیا ہے؟ میں تو کم سے کم اس قسم کا خیال بھی ذہن میں نہیں لا سکتا اور کچھ

اگر کہا جائے تو شاید مجھے یقین آ جائے لیکن اس بات کو میں کسی طرح بھی مان نہیں سکتا۔ اگر دنیا میں فریب اس قدر ترقی کر سکے تو کون بتا سکتا ہے کہ اس وقت دنیا کا کیا حال ہو جائے گا۔ اس لئے ہم آپ ﷺ کے متعلق یہ ہرگز نہیں کہہ سکتے کہ (نعوذ باللہ) آپ دھوکہ باز اور بازیگر تھے۔''

اور تھامس کارلائل کے مطابق'' آنحضرت ﷺ نے وحی الٰہی سے مالا مال ہونے کے بعد لوگوں کو سیدھا راستہ بتلانے کے لئے اپنا پیغام پہنچانا شروع کیا۔ آپ ﷺ کی تعلیم پر تعجب کیا گیا اور اس سے نفرت وحقارت بھی کی گئی۔ جیسا کہ کسی نئی تحریک کے ساتھ عام طور پر یہ کہا جاتا ہے۔ روشن دماغ والوں اور دور رس نگاہ والوں نے آپ ﷺ کی بات سنی اور جو کچھ آپ نے پیش فرمایا۔ اس کو قبول کیا مگر اس کے برعکس جامد دماغ والوں نے آپ ﷺ کی توہین کی اور خیال کیا کہ آپ ﷺ کی باتیں ان کے عقائد کو ملیامیٹ کرنے والی ہیں۔ حضرت محمد ﷺ کی طبیعت کبھی بھی تعیش کی طرف مائل نہ تھی یہ ایک بڑی اور عظیم غلطی ہو گی اگر آپ ﷺ کے متعلق یہ تصور کیا جائے کہ آپ ﷺ نفس پرست تھے۔ آپ کسی قسم کے بھی آرام و عیش کو پسند نہ فرماتے تھے۔ آپ کا گھریلو اسباب بہت ہی معمولی تھا۔ آپ ﷺ کی غذا جو کی روٹی تھی۔ بسا اوقات کئی کئی ماہ کاشانہ نبوی میں آگ روشن نہ ہوتی تھی۔ تاریخ اسلام میں یہ ایک بڑے فخر کی بات ہے کہ آپ ﷺ اپنے پاپوش کی خود مرمت فرما لیا کرتے تھے۔ اپنے کپڑوں میں آپ خود پیوند لگا لیتے تھے۔ آپ ﷺ نے زندگی محنت پسندی اور عسرت میں بسر فرمائی۔ لیکن دنیا میں کسی تاجپوش شہنشاہ کے احکام کی کبھی ایسی اطاعت نہیں کی گئی۔ جیسی پیوند پوش حضرت محمد (ﷺ) کی گئی ہے۔''

پروفیسر غلام جیلانی برق نے نپولین بونا پارٹ کے ویوز یوں بیان کئے ہیں۔'' موسیٰ نے وجود خدا کا اعلان بنی اسرائیل کے سامنے کیا تھا۔ مسیح نے رومی دنیا کے سامنے اور محمد ﷺ نے دنیا کے قدیم ترین براعظم یعنی ایشیا کے سامنے محمد ﷺ نے اس دنیا کو ابراہیم علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کے خدا کی پرستش کی طرف بلایا۔ جسے آریاؤں اور چند دیگر مذہبی اقوام نے بت پرست بنا دیا تھا۔ وہ وقت دور نہیں جب

میں دنیا کے تمام تعلیم یافتہ، دانا اور مذہبی انسانوں کو قرآن کی صداقتوں پر دوبارہ جمع کروں گا۔ قرآن وہ واحد کتاب ہے جس کی تعلیمات میں صداقت ہے اور جو دنیا کو مسرت سے ہم کنار کر سکتی ہے۔''

جارج برنارڈ شا نے لکھا ہے کہ'' میں رسولِ اکرم ﷺ کے دین کو ہمیشہ ہی عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ یہ الزام قطعی بے بنیاد ہے کہ آپ ﷺ عیسائیوں کے دشمن تھے۔ میں نے اس حیرت انگیز شخصیت کی سوانح مبارک کا گہرا مطالعہ کیا ہے میری رائے میں آپ ﷺ پورے بنی نوع انسان کے محافظ تھے۔''

برنارڈ شا مزید رقم طراز ہیں۔'' آنے والے سو سال میں ہماری دنیا کا مذہب اسلام ہو گا۔ مگر یہ موجودہ زمانے کا اسلام نہ ہو گا بلکہ وہ اسلام ہو گا۔ جو محمد رسول اللہ ﷺ کے ماننے میں دلوں، دماغوں اور روحوں میں جاگزیں تھا۔''

اسفاذک برگردنج کے اقوال کو دیکھنے سے انسان حیران رہ جاتا ہے اور اسلام کی حقانیت کے حوالے سے اس کے تاثرات نہایت روح پرور ہیں۔'' اسلام کے خلاف جو کچھ بیان کیا گیا ہے یا جو الزام اس پر لگائے گئے ہیں انہیں یورپ نے بہت شوق سے سنا ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ ہمارے آباؤ اجداد نے جو تصویر دینِ اسلام کی پیش کی ہے وہ حقیقت کے خلاف ہے۔ اس لیے اس زمانے میں اسلام کی خوبیوں کا اعتراف کیا جانے لگا ہے۔ الی مسرنی بہت سے یہودیوں اور عیسائیوں کے قبولِ اسلام کی وجہ سوائے اس کے اور کچھ نہیں بتلا سکا کہ فی الحقیقت اسلام میں وہ صداقت موجود ہے جو عیسائیت سے سبقت لے گئی ہے اور جو بالکل فطرت کے مطابق ہے فی الحقیقت مسلمان اپنے اخلاق وصفات سے بسا اوقات ہم کو شرمندہ کر دیتے ہیں اور اسلام کے متعلق صحیح حالات معلوم کرنے کے بعد ہمارا تکبر وفخر خاک میں مل جاتا ہے۔''

باسورتھ اسمتھ اپنی کتاب ''محمد اینڈ محمڈن ازم'' میں لکھتے ہیں۔ ''تمام مذاہب کے ابتدائی مرحلوں کے طے کرنے والوں کے متعلق ہمارا علم بہت محدود ہے۔ صرف ان کے رفقاء کے متعلق ہمیں کچھ معلومات بہم پہنچی ہیں۔ زرتشت اور کنفیوشس کے بارے میں

ہم سولن اور سقراط سے بھی کم واقفیت رکھتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بدھ کی نسبت سے ہمیں ایمبر وز اور آگسٹائن سے بھی کم معلومات ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی کے متعلق ہمیں بہت ہی کم واقفیت ہے۔ ہمیں ان کی خانگی زندگی، آغازِ وحی اور مراحل رسالت کے متعلق کچھ معلوم نہیں ہے۔ لیکن اسلام میں ایسا نہیں ہے۔ یہاں بجائے تاریکی اور بعید از فہم واقعات کے مکمل تاریخ موجود ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے زمانہ کے واقعات پر نظر کرتے ہوئے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی غیر محدود عزت کو دیکھتے ہوئے اور عیسائی پادریوں سے مقابلہ کرتے ہوئے میرے خیال میں محمد ﷺ سے متعلق تعجب خیز امر یہ ہے کہ انہوں نے قوت معجزہ سے کچھ نہیں کیا جو وہ کر سکتے تھے۔ وہی کہتے تھے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے آخری وقت تک وہی خطاب رکھا جو شروع سے انہوں نے اختیار کیا تھا اور مجھے یقین ہے کہ فلسفہ اور عیسویت ایک دن اتفاق کامل کے ساتھ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت کو تسلیم کرنے پر مجبور ہوں گے۔'' انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ ''وہ (آنحضرت ﷺ) جس طرح ایک مذہب کے پیشوا تھے۔ اسی طرح ایک حکومت کے سب سے بڑے مدبر بھی تھے۔ وہ قیصر اور پوپ کا مجموعہ تھے۔ ان کے پاس باڈی گارڈ نہ تھے۔ کوئی قلعہ یا محل نہ تھا۔ تاہم ان کے ہاتھ میں ساری قوت تھی۔ خدا کی قدرت نے انہیں تین چیزوں کا بانی بنایا تھا۔ (۱) واحد قومیت (۲) واحد حکومت (۳) واحد مذہب۔ آخری وقت تک وہ ایک ہی چیز .... توحیدِ الٰہی کی دعوت دیتے رہے اور یہی وہ سب سے اعلیٰ فلسفہ تھا جس کے سامنے مجھے یقین ہے کہ ایک نہ ایک دن سچی عیسائیت کو بھی سر جھکانا پڑے گا اور انہیں خدا کا سچا پیغمبر تسلیم کرنا پڑے گا۔'' مزید لکھتے ہیں کہ ''حضرت محمد (ﷺ) کا خلوص اور ان کا عزم و جزم ایک واقعہ ہے۔ جس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔ آنحضرت ﷺ بے حد اچھے انسان تھے۔ اس میں ذرا بھی شک نہیں ہے کہ ان میں اور دوسرے نیک آدمیوں میں ایک نمایاں فرق تھا۔''

سرولیم میور نے عظمت مصطفےٰ ﷺ پر ان الفاظ میں شہادت پیش کی ''ہمیں بغیر کسی پس و پیش کے اقرار کرنا پڑتا ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات نے توہمات کا

ہمیشہ کے لئے قلع قمع کر دیا ہے جو زمانہ دراز سے جزیرہ نما عرب پر محیط تھا۔ اسلام میں تمام اجتماعی خصوصیات موجود ہیں۔ برادرانہ محبت اس مذہب کا خاص جزو ہے۔ یتیموں کے حقوق کی بھی حفاظت کی گئی ہے غلاموں کے ساتھ اچھے برتاؤ کا حکم ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ منشیات سے منع کیا گیا ہے جس کے لئے صرف یہی مذہب فخر کر سکتا ہے۔'' مزید لکھتے ہیں کہ '' یہ امر حضرت محمد ﷺ کی صداقت کا بڑے زور سے مؤید ہے۔ کہ جن لوگوں نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا وہ راست باز لوگ تھے۔ وہ آپ ﷺ کے محرم راز دوست اور آپ ﷺ کے خاندان کے لوگ تھے جو آپ ﷺ کی پرائیویٹ زندگی سے کامل آگاہی رکھتے تھے اور اس اختلاف سے بے خبر نہ تھے جو ایک مفتری کی اندرونی و بیرونی زندگی میں لازمی طور سے ہوتا ہے میں یہ تسلیم کرتا ہوں کہ آپ ﷺ کے مذہب اسلام میں پرہیز گاری، خدا ترسی ایسی کامل درجہ پر ہے جو دوسرے مذاہب میں ہرگز نہیں پائی جاتی اور میں یہ بھی مانتا ہوں کہ اخلاقِ انسانی کی ترقی کا باعث صرف اسلام ہی ہوا ہے۔''

ڈاکٹر گبن کے الفاظ میں ''محمد رسول اللہ ﷺ کی نرم دلی نہ تو صرف قبیلہ قریش تک محدود تھی اور نہ مکہ کی چار دیواری تک، مقدس رسومات کے موقع پر آپ ﷺ اکثر خانہ کعبہ میں جایا کرتے تھے جہاں ہر قبیلہ کے لوگوں سے آپ ﷺ ملاقات کرتے تھے اور ان سے انفرادی طور پر بھی گفتگو فرماتے تھے اور انہیں ایک خدا کی پرستش کی تلقین کرتے تھے آپ ﷺ ہر شخص کو اس کے ضمیر کی آزادی دیتے تھے کسی سے درشتی یا زیادتی کا برتاؤ نہ کرتے تھے۔ البتہ قوم عاد و ثمود کے واقعات سے انہیں عبرت کا سبق دیتے تھے۔ مذہبی اور رسمی مواقع پر آپ ﷺ اپنے احباب (صحابہ کرام) کو نہایت فیاضی اور کشادہ دلی سے ضیافتیں دیا کرتے تھے اور گھر میں بہتر سے بہتر جو کچھ کھانے کو ہوتا تھا اسے پیش کرنے میں کبھی دریغ نہ فرماتے تھے لیکن اس کے مقابلے میں آپ ﷺ کی خانگی زندگی کے کتنے ہفتے ایسے گزرے ہوں گے کہ چولہے میں آگ جلنے کی نوبت نہیں آئی۔''

جارج سیل رقم طراز ہیں ''میں نے اپنی تحقیقات میں کوئی ثبوت ایسا نہیں پایا۔ جس سے حضرت محمد ﷺ کے دعویٰ رسالت میں شبہ ہو سکے۔ یا آپ ﷺ کی مقدس ذات

پر (نعوذ باللہ) مکر و فریب کا الزام لگایا جا سکے۔"

لیفٹیننٹ کرنل سائکس کو پڑھیے "حضرت محمد ﷺ کے خیالات و زندگی پر نظر ڈالنے کے بعد کوئی انصاف پسند شخص ان کی اولوالعزمی، اخلاقی جرأت، خلوص نیت، سادگی اور رحم و کرم کا اقرار کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ پھر ان ہی صفات کے ساتھ استقلال و عزم اور حق پسندی و معاملہ فہمی کی قابلیت کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا اور یہ یقینی بات ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی سادگی، لطف و کرم اور اخلاق کو با خیال و مرتبہ قائم رکھا ہے۔"

جے۔ ڈبلیو۔ لوگراف قرآن اور صاحب قرآن ﷺ کی بارگاہ میں یوں نذر گزار نظر آتا ہے "قرآن وہ واحد کتاب ہے جس کے الہامی ہونے پر بے شمار تاریخی دلائل موجود ہیں اور محمد ﷺ وہ واحد رسول ہیں جن کی زندگی کا کوئی حصہ ہم سے مخفی نہیں۔ اسلام ایک ایسا فطری اور سادہ سا مذہب ہے جو اوہام و خرافات سے پاک ہے۔ قرآن نے اس مذہب کی تفصیل پیش کی اور رسول اللہ ﷺ نے اس پر عمل کر کے دکھایا۔ قول و عمل کا یہ حسین امتزاج کہیں اور نظر نہیں آتا۔"

ولیم داؤ کا کہنا ہے کہ "آپ ﷺ کا وہ کمال جو آپ ﷺ نے فتح مکہ کے بعد منافقوں کے حق میں ظاہر کیا۔ اخلاق انسانی کا ایک حیرت انگیز نمونہ ہے۔"

ریوانڈ آرمیکویئل رقم طراز ہیں "اگر آپ کی تعلیم پر انصاف و ایمان داری سے تنقیدی نظر ڈالی جائے تو یہ کہنا ہی پڑتا ہے کہ وہ مرسل اور مامور من اللہ تھے۔"

ماؤنٹ ٹالسٹائی لکھتے ہیں "حضرت محمد ﷺ کا طرزِ عمل اخلاق انسانی کا حیرت انگیز کارنامہ ہے ہم یقین کرنے پر مجبور ہوں گے کہ حضرت محمد (ﷺ) کی تبلیغ و ہدایت خاص سچائی پر مبنی تھی۔"

جان ولیم ڈریپر کے بقول "بنی نوع انسان پر جس شخص کی زندگی سب سے زیادہ اثر انداز ہوئی۔ وہ رسولِ خدا حضرت محمد ﷺ کی ذات مبارک ہے۔ آپ ﷺ نے بڑی بے باکی سے قادرِ مطلق کی وحدت کی طرف نوع انسان کو بلایا ہے اور اب جو شخص بھی یہ معلوم کرنا چاہتا ہے کہ دنیا نے اس بے باک دعوتِ حق کا کیسا جواب دیا، تو اسے

چاہیئے کہ وہ اس کا جواب آج کرۂ ارض کے نقشہ پر تلاش کرے۔ اسے اسلامی ممالک میں آپ ﷺ کی تعلیمات کے وہ نقوش ملیں گے جو تلبیس دریا سے بہت بلند ہیں۔"

بشپ بوڈ کارنپٹر کا نظریہ ہے "نبی اکرم ﷺ کو اکثر مورخین نے اس دھندلکے میں دیکھا ہے جب کہ چاروں طرف خوف اور جہالت پھیلی ہوئی تھی۔ ایسے مورخین نبی اکرم ﷺ کے متعلق کوئی بھی غلط بات بیان کر سکتے ہیں لیکن اب تعصب اور جہالت کا ابر افق سے ہٹ چکا ہے اور ہم اب بانی اسلام حضرت محمد ﷺ کو پوری روشنی اور تابناکی میں دیکھ سکتے ہیں اور ان کے لائے ہوئے مذہب کی معقولیت کا اعتراف کر سکتے ہیں۔"

ایڈمنڈ برک کے مطابق "حضرت محمد ﷺ کا لایا ہوا قانون، صاحب تاج بادشاہوں کے لئے اتنا ہی ضروری ہے جتنا غریب سے غریب بے سہارا انسانوں کے لئے اس کی ضرورت و اہمیت ہے۔ ان قوانین کو بہت سنجیدہ انداز، مفکرانہ ذہن، عالمانہ رنگ اور عملی سہولتوں کی خوبیوں کے ساتھ ساری دنیا کے سامنے پیش کیا گیا ہے۔

اور ڈاکٹر برنگھم کہتے ہیں "مجھ کو کسی وقت بھی یہ خیال نہ ہوا کہ اسلام کی ترقی تلوار کی مرہون منت ہے۔ ...... نہیں، بلکہ اسلام کی کامیابی رسول اللہ ﷺ کی سادہ و بے لوث زندگی، ایفائے وعدہ، اصحاب و پیروؤں کی غیر معمولی حمایت، توکل خدا اور ذاتی جرأت و استقلال سے وابستہ ہے۔

میلاد النبی ﷺ

مبارک اہل ایماں کو کہ ختم المرسلیں آئے
مبارک صد مبارک، بانیٔ دینِ مبیں آئے
مبارک ہو کہ دنیا میں شہ دنیا و دیں آئے
چراغِ طور آئے، زینت عرشِ بریں آئے
کہ حسن ذات، دینے کے لیے ذوقِ یقیں آئے
مبارک ہر جہاں کو "رحمۃ للعالمیں" آئے

یہ روزِ کُن سے بھی پہلے زمانے کی کہانی ہے!
دو عالم میں محمد (ﷺ) کا نہ تھا ثانی، نہ ثانی ہے!
فنا زیرِ قدم، اُن کی بقا پر حکمرانی ہے!
محمد کے غلاموں تک کی ہستی جاودانی ہے!
سراپا عشق حق بن کر حسینوں کے حسیں آئے
مبارک ہر جہاں کو "رحمۃ للعالمیں" آئے

وہی حٰم وطٰہٰ ہیں، مُدَّثِر ہیں، مُزَمِّل ہیں
وہ کَرَّمْنَا بَنِیْ آدم کی تفسیر مکمل ہیں
امام الانبیاء ہیں، نور ہیں، انسان کامل ہیں
"خدا خود میر مجلس ہے محمد (ﷺ) شمع محفل ہیں!"
دلوں کو نور دینے کے لیے نور مبیں آئے
مبارک ہر جہاں کو "رحمۃ للعالمیں" آئے

دمِ عیسیٰ، یدِ بیضا، سے آگے ہے مقام ان کا
کلامُ اللّٰہ کی تفسیر ہے گویا کلام ان کا
حیات جاوداں دیتا ہے دنیا کو پیام ان کا
خدا ہی جانتا ہے کس قدر پیارا ہے نام ان کا
گنہ گارو نہ گھبراؤ شفیع المذنبیں آئے
مبارک ہر جہاں کو "رحمۃ للعالمیں" آئے

در و دیوار طیبہ کے خوشی سے جگمگاتے ہیں
فضائیں رقص کرتی ہیں، پرندے چہچہاتے ہیں
ملائک حور و غلماں راہ میں آنکھیں بچھاتے ہیں
کہ سلطان زمانہ، دہر میں تشریف لاتے ہیں
جبینِ آسماں جھکتی ہوئی سوئے زمیں آئے
مبارک ہر جہاں کو "رحمۃ للعالمیں" آئے

دو عالم کے دلوں کو نور دیتا ہے جمال ان کا
یہ جاں ان کی، یہ دل ان کا، صفت ان کی، کمال ان کا
یہ دن ان کا، چراغ ان کے، فراق ان کا، وصال ان کا
غلام کم تریں، واصف علی کو ہے خیال ان کا
محمد کی غلامی میں قلوب العاشقیں آئے
مبارک ہر جہاں کو "رحمۃ للعالمیں" آئے

واصف علی واصف

❀❀❀❀❀

طاہر سلطانی کی نعت گوئی

محسن بھوپالی

حضور اکرم ﷺ سے محبت بلکہ والہانہ عقیدت ہر مسلمان کے ایمان کا جزو لازم ہے اور وہ اپنی آرزوؤں، تمناؤں اور دعاؤں میں صبح و مسا اس کا اظہار کرتا رہتا ہے لیکن شاعر کو یہ اختصاص حاصل ہے کہ وہ اپنے جذبات اور احساسات کو نعت کی شکل میں پیش کرنے کی سعادت سے بہرہ مند ہوتا ہے۔ عربی، فارسی اور پھر اردو ادب میں نعت گوئی کی ایک طویل تاریخ ہے۔ اس صنفِ سخن میں چند مخصوص شعراء کو یہ سعادت حاصل رہی ہے کہ انہوں نے اپنی زندگی نعت گوئی کے لئے وقف کر دی اور اس صنف سخن میں شہرتِ دوام حاصل کی۔

اردو شاعری میں بھی حضرت امیر مینائی، حضرت احمد رضا خان فاضل بریلوی، حضرت محسن کاکوروی اور دیگر شعراء نے نعت کی شمع کو نہ صرف روشن رکھا بلکہ اس کا اجالا چار دانگ عالم میں پھیلایا ہے۔ قیامِ پاکستان کے بعد بالخصوص ابھی پچھلی صدی میں نعت گوئی کو قابلِ رشک حد تک فروغ حاصل ہوا ہے اور اب تک صرف نعت پر مشتمل شعری مجموعوں کی تعداد سیکڑوں تک پہنچ چکی ہے۔ چند ایک رسائل بھی صرف حمد و نعت کی اشاعت کے لئے مخصوص ہو گئے ہیں۔ اس کے علاوہ نعتیہ مشاعروں اور نعتیہ نشستوں کی روح پرور محفلوں کی ایک مستحکم روایت قائم ہو چکی ہے پاکستان کے اہم نعت گو شعراء:

حنیف اسعدی، حفیظ تائب، شاعر لکھنوی، حافظ لدھیانوی، صبا اکبر آبادی، ریاض سہروردی اور مظفر وارثی کے بعد کی نسل کے شاعروں میں صبیح رحمانی اور طاہر سلطانی کے نام خصوصیت کے ساتھ لئے جا سکتے ہیں۔ طاہر سلطانی ایک عرصے سے جہانِ حمد کے نام سے اپنی نوعیت کا منفرد مجلّہ شائع کر رہے ہیں۔ ان کا مجموعہ حمد ''حمد میری بندگی'' شائع ہو چکا ہے اور وہ حمدیہ کلام پر مشتمل ایک اہم انتخاب ''خزینۂ حمد'' کے نام سے مرتب کر چکے ہیں۔ اس انتخاب میں چار سو چار شعراء و شاعرات کا حمدیہ کلام شامل ہے۔ عربی،

فارسی، اردو کے علاوہ انگریزی، سندھی، پشتو، پنجابی، بلوچی، گجراتی، سرائیکی زبانوں میں حمدیہ کلام اردو ترجمہ کے ساتھ شامل کیا گیا ہے۔ طاہر سلطانی کے نعتیہ کلام کا میں نے بہ نظرِ استحسان مطالعہ کیا ہے۔ یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ نعت کہنے کے لئے بنے بنائے سانچوں اور مقبولِ عام زمینوں کے ساتھ ساتھ ان کے ذہن رسا نے نئی زمینوں میں شعر کہنے کے علاوہ بعض نئی زمینیں بھی پیدا کی ہیں اور اُن میں نعت کے خوبصورت شعر نکالے ہیں۔ چند اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

ان کے آنے کی خوشی ہے اب مکاں تا لامکاں
روشنی ہی روشنی ہے اب مکاں تا لا مکاں

یہ فضائے مدینہ ہے کیا اللہ اللہ
ساتے نہیں ہیں، نظر میں اُجالے

یہ نورِ شہِ دیں کی تابانیاں ہیں
کہ رقصاں ہیں شمس و قمر میں اُجالے

تھے منوّر اس قدر پہلے کہاں شمس و قمر
نورِ آقا سے ہوئے ہیں ضوفشاں شمس و قمر

ہر سمت ہیں منوّر انوار کے دریچے
گویا کھلے ہیں سب پر دیدار کے دریچے

شہرِ پُر انوار کی مہکی ہوئی رعنائیاں
ہیں مرے پیشِ نظر منزل بہ منزل دل بہ دل

ان کے اس رجحان کے سلسلے میں مجھے یہ کہنے میں کوئی باک نہیں ہے کہ وہ بعض اشعار میں ردیفیں بنانے کی سعی میں شعری معیار برقرار نہیں رکھ سکے ہیں لیکن یہ کوئی فنی نقص نہیں ہے۔ ایسی مثالیں اساتذہ کے ہاں بھی مل جاتی ہیں بلکہ حق بات تو یہ ہے کہ کوئی شاعر اس سے مبرا نہیں ہے۔ بالخصوص نعت گوئی کے میدان میں نیت ارادت اور جذبے کو بہر طور فوقیت حاصل ہوتی ہے اس ضمن میں مجھے اپنا مقطع یاد آ رہا ہے۔

الفاظ ناسزا سے نادم نہیں ہوں محسنؔ
جذبے کی قدر ہے یہ دربارِ مصطفیٰ ہے

بہر حال یہ بات باعثِ تشکر و امتنان ہے کہ طاہر سلطانی کی نعتیہ شاعری میں عقیدت آفریں جذبات کی فراوانی اور خیالات کی روانی کے ساتھ ساتھ مضامین کا تنوع پایا جاتا ہے جو بلاشبہ ان کی نعت گوئی کی قدرت پر دلالت کرتا ہے ان کا ایک شعر ہے۔

خدا کا قرب ملے اس کو یہ ہے ناممکن
جسے وسیلۂ شاہِ اُمم گراں گزرے

مندرجہ بالا شعر میں انہوں نے ایک بنیادی عقیدے کو کس سلیقے سے شعر کے قالب میں ڈھالا ہے۔ پہلے مصرع میں ایک بات انہوں نے اس قطعیت کے ساتھ کہی ہے کہ دوسرا مصرع پہنچانا آسان نہیں تھا لیکن انہوں نے نہایت رواں مصرع بہم پہنچایا ہے۔

جسے وسیلۂ شاہِ اُمم گراں گزرے

طاہر سلطانی کی نعتوں کی ایک خصوصیت سلاست روانی اور برجستگی بھی ہے وہ ایسے رواں شعر کہتے ہیں جو پڑھنے والے کو بغیر کاوش کے یاد ہو جاتے ہیں۔

جاری ہے دوعالم میں ترے فیض کا چشمہ
تو بحرِ کرم، بحرِ عطا بحرِ سخا ہے
حبیبِ خالقِ کون و مکاں کی آمد سے
رہِ جہاں میں جلے ہیں محبتوں کے چراغ
سفر ہی لکھا ہے جو قسمت میں میری
مدینے کا رب سے سفر مانگ لوں گا
ان کی سیرت کا عکس ہو جس میں
رو برو ایسا آئینہ رکھئے
اب زندگی خوشی میں بسر ہو کہ غم کے ساتھ
ہوں مطمئن کہ آپ کی نسبت کے دم کے ساتھ

یہ آخری شعر خود سپردگی کا مظہر تو ہے ہی لیکن اس میں شاعر نے جس توکل کا اظہار کیا ہے اسے مؤمن کا سرمایہ کہا گیا ہے۔ طاہر سلطانی نے ایک نعت میں ایک لفظ کی تین بار تکرار سے ردیف کا کام لیا ہے اس نعت کو پڑھنے کا لطف ہی کچھ اور ہے۔

جس کو بھی مل گئی خیر سے آپ کی رہبری رہبری رہبری
اس کو راہِ حقیقت میں حاصل ہوئی بندگی بندگی بندگی

ایسی مشکل ردیف کا نبھانا استادانِ فن کا ہی کام ہے۔ پچاس کی دہائی میں کراچی کے مشاعروں میں چراغ دہلوی کی ایک غزل کی بڑی دھوم تھی جس کا مطلع یاد آ گیا ہے۔

آپ جسے کہہ دیں دیوانہ، دیوانہ، دیوانہ ہے
سارے زمانے سے بیگانہ، بیگانہ، بیگانہ ہے

اس باب میں ولی دکنی فرما گئے ہیں۔

راہِ مضمون تازہ بند نہیں
تا قیامت کھلا ہے بابِ سخن

طاہر سلطانی کے مجموعے میں جا بجا ایسے اشعار ملیں گے جو رسالت پر ان کے ایمان اور رسول اکرم سے ان کی والہانہ مودت و ارادت اور ان کی شفاعت پر ایقان کی بین دلیل ہیں۔

ہادیِ عالم کے ادنیٰ خادموں کے واسطے
راستے خود ہی گھٹا لیتے ہیں اپنا فاصلہ
خوف تیرہ شبی کیا بھلا کیا
روشنی روشنی ان کی یادیں
درِ نبی پہ ہی گزرے یہ باقی عمر مری   ہے زندگی میں مجھے ایسی زندگی کی تلاش
اے غمِ دوراں تری راہوں سے ہم کو کیا غرض   زندگی نے پا لیا پیارے نبی کا راستہ

یہ آخری شعر طاہر سلطانی کے ہی جذبۂ ایمانی کا مظہر نہیں ہے بلکہ یہ اہلِ ایمان کے دل کی آواز ہے، پیارے نبی کا راستہ ہی صراطِ مستقیم ہے اور صراطِ مستقیم ہی خالقِ حقیقی تک پہنچنے کی واحد سبیل ہے۔

علامہ جاوید القادری کی شاہکار منظوم تصنیف

سیرت طیبہ کا اجمالی جائزہ

ملک محبوب الرسول قادری

کیا فکر کی جولانی کیا عرضِ ہنر مندی
توصیف پیمبر ہے توفیقِ خداوندی

علامہ جاوید القادری گزشتہ آٹھ سال سے برطانیہ میں دینی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ برطانیہ میں آپ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں۔ آپ ایک نامور سکالر، صاحب طرز انشا پرداز، کہنہ مشق استاذ، روشن خیال عالم دین اور صاحب طرز خطیب ہیں۔ برطانیہ میں نوجوان نسل کیلئے آپ کی تربیتی خدمات ان کی دینی وتحریکی زندگی کا ایک روشن باب ہیں۔ اپنی بے مثل انگریزی خطابت کی وجہ سے پورے برطانیہ میں ایک منفرد مقام رکھتے ہیں۔ گونا گوں دینی و ملی خدمات کے ساتھ ساتھ رب تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کے صدقے علامہ صاحب پر اپنے لطف و کرم کا جو ایک منفرد باب کھولا ہے اور حالیہ تین سالوں میں انہیں بارگاہ مصطفیٰ سے لطف و الطاف کی جو خیرات نصیب ہوئی ہے اس کا تعارف نہایت ضروری اور اس کا اعتراف اہل فکر و نظر کے ذمے ایک قرض ہے۔ بقول علامہ صاحب شعر و سخن کبھی بھی ان کا ذریعہ اظہار نہیں رہا۔ آج سے کوئی چار پانچ سال پہلے انہوں نے سرور انبیاء ﷺ کی سیرت طیبہ پر ایک کتاب لکھنے کا آغاز کیا۔ ایک باب جس میں صحابہ کرام کے رسالتماب ﷺ کے ساتھ عشق و محبت کے مظاہر کا بیان تھا اسے قلمبند کرتے ہوئے ان کے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ ہر واقعے کا عنوان ایک مصرعے کی صورت میں ہو تو کتاب کا حسن دوبالا ہو جائے گا چنانچہ مختلف شعراء کا کلام یا جتنے بھی نعتیہ اشعار ان کے ذہن میں تھے ان میں سے بعض مصرعے انہوں نے عنوان کے طور پر مختلف واقعات پر چسپاں کر دیئے۔ کئی واقعات ایسے رہ گئے جن کیلئے کوئی مناسب حال مصرعہ انہیں نہ مل سکا چنانچہ خود مصرعے وضع کرنے لگے۔ مصرعے آہستہ آہستہ شعروں میں بدلنے لگے اور اشعار نعتوں میں

ڈھلتے گئے اس طرح چند ماہ میں سو کے قریب نعتیں ہو گئیں۔ آج سے تین سال قبل ربیع الاول ہی کے مبارک دنوں میں ان کے دل میں ایک خواہش پیدا ہوئی جو دعائیہ انداز میں بارگاہ خداوندی میں پیش کی گئی کہ رب العالمین جس طرح تو نے مجھے اپنی اور اپنے محبوب کی حمد وثنا اور نعت نگاری کی سعادت بخشی ہے مجھے یہ توفیق اور ہمت بھی عطا کر دے کہ تیرے محبوب ﷺ کی پوری حیات طیبہ منظوم لکھ سکوں۔ وہ گھڑی قبولیت کی گھڑی تھی جس کے بعد بقول علامہ صاحب ان کا ذہن بھی چل نکلا اور قلم بھی۔ ابتداءً علامہ نور بخش توکلی کی کتاب سیرت رسول عربی ﷺ کی روشنی میں اور غزوۂ بدر کے بعد سے وصال النبی ﷺ تک کا دور ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری کی تصنیف لطیف ضیاء النبی ﷺ کی روشنی میں منظوم قلمبند کر چکے ہیں۔ رب العزت نے اپنے محبوب ﷺ کے طفیل انہیں استقامت و یکسوئی فکر و نظر کی ندرت اور اظہار و بیان کی چاشنی عطا کی جس کے نتیجے میں تین سال کے مختصر عرصے میں کم و بیش چوبیس ہزار اشعار منصۂ شہود پر آ گئے اور اب سیرت طیبہ کے عنوان سے سرور انبیاء ﷺ کی منظوم سیرت دو ضخیم جلدوں میں شائع کی جا رہی ہے۔ ان جلدوں میں حضور کی حیات طیبہ کے مختلف ادوار کے ایمان افروز ذکر کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کے فضائل و شمائل معجزات و کمالات، تعلیمات، ارکان اسلام، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، وغیرہ کی فرضیت اور ان کا فلسفہ اور گوناگوں اعتقادی و نظری مسائل پر قرآن و حدیث کی روشنی میں استدلال کیا گیا ہے۔ اس پراجیکٹ پر مزید کام جاری ہے اور تیسری جلد میں انشاء اللہ محبوب خدا کے حسن سیرت و حسن صورت آپ کے خصائص و امتیازات، اسوہ حسنہ کے مختلف گوشوں اور بالخصوص آپ ﷺ کی تعلیماتِ سیرت کو موضوع بنایا جائے گا۔ تکمیل کے بعد علامہ صاحب کی یہ کاوش بحمد اللہ تعالیٰ سیرت النبی ﷺ پر منظوم انسائیکلو پیڈیا کا مقام حاصل کر لے گی۔ علامہ صاحب نے سرور انبیاء ﷺ کی حیات طیبہ کے بیان کا آغاز آپ کے نور اقدس کی تخلیق سے کیا ہے پھر مرحلہ وار مختلف ادوار میں اس کی جلوہ سامانیاں، عہد الست و میثاق انبیاء میں اس کی مرکزیت، پیشانیٔ آدم میں جلوہ گری پھر نسلِ آدم میں اصلاب طاہرہ سے ارحام پاکیزہ میں نور محمدی کا سفر،

سیدہ آمنہ کی گود میں ظہور، نورانی بچپن، جوانی، بعثت، تبلیغ و دعوت، سراپا و غزوات غرضیکہ وصال مبارک تک کے تمام واقعات کا ایمان افروز تذکرہ، عشاق مصطفیٰ ﷺ کیلئے ایک گرانقدر تحفہ ہے۔ بلاشبہ یہ کام سیرت نگاری کی تاریخ میں اولیں منظوم تصنیف اور شعر و ادب کے سفر میں شاہنامہ اسلام کے بعد دوسری منفرد کاوش ہے۔ زیر نظر کاوش علامہ صاحب کو علم و فن کے میدان میں صدیوں زندہ رکھے گی۔ ان کی کاوش ایک ایسا آفتاب درخشاں ہے جو تا قیامت اہل محبت کے قلب و باطن کو گرماتا اور منور کرتا رہے گا۔

ہماری دعا ہے کہ حق تعالیٰ ان کی اس کاوش کو شرف قبولیت عطا فرمائے آمین۔ انہیں اپنے محبوب کی بارگاہ مین قرب عطا کرے اور اس تاریخی و تاریخ ساز دستاویز کے فیوضات کو چہار دانگ عالم میں پھیلائے۔ آپکے ذوق سلیم کی تسکین کیلئے چند مقامات پیش خدمت ہیں۔

نور محمدی ﷺ کی تخلیق اور اس پر انعامات ربانی

ذات باری تھی مصداقِ کنزِ نہاں
اس نے چاہا یہ، اے ملتِ خوش گماں

کوئی پہچانے مجھ کو بھی آخر بھلا
اپنے جلووں میں کب تک رہوں میں چھپا

اپنی پہچان کے واسطے جان جاں
اور اسرار قدرت کو کرنے عیاں

علم و قدرت کی اک منفرد شان سے
اپنے انوار وحدت کے فیضان سے

اس نے نور محمد کو پیدا کیا
اول اول وہی نقش خلقت ہوا

پھر مشیت سے اس کی وہ نورِ مبیں
پرتوِ نورِ باری تھا جو بالیقیں

جس جگہ اس نے چاہا وہ ٹھہرا رہا
نور ہی نور میں نور ٹھہرا رہا

ایک نکتہ مگر ہے عیاں دوستو
اس کو رکھنا سدا حرزِ جاں دوستو

ایک ذات خدا دوجے خیر الوریٰ
دو ہی تھے اور نہ تھا کوئی بھی تیسرا

تھے محب دونوں اور دونوں محبوب بھی
اور دونوں کی تھی شان کیا خوب ہی

دونوں ناظر تھے دونوں ہی منظور تھے
دوئی سے ماوراء غیر سے دور تھے

ایک تو رب تھا ان میں سے اور دوسرا
اس کا مربوب و منظور و محبوب تھا

تھی مشیت پہ رب کی نہ قدغن کوئی
نہ رکاوٹ کوئی نہ ہی بندھن کوئی

رکھ کے محبوب کو عالم نور میں
ایک دنیائے محجوب و مستور میں

دستِ قدرت سے رب نے سجایا اسے
اپنے جلووں کا مسکن بنایا اسے

اپنی شانوں کا مظہر بنایا اتم
ذی وجاہت کیا دے کے جاہ و حشم

علم و عرفاں کے سارے خزانے دئے
کاملیت کے سب رنگ اس کو دئے

فیض ذات و صفات و کمالات سے
ماورائے گماں لطف و الطاف سے

نور محبوب کو یوں مزین کیا
جیسے چاہا بنایا جو چاہا دیا

ایسی تصویر محبوب کی کھینچ دی
حسن کی جس سے آگے نہ حد تھی کوئی

نور محمدی ﷺ سے عالم خلق و عالم امر کی تخلیق

اب مشیت نے اس کی بنو کیا کیا
نورِ وحدت کو کثرت کا جلوہ دیا

ہر سو جلوے اب اس کے بکھیرے گئے
سلسلے خلق در خلق چھیڑے گئے

نور احمد سے پیدا کئے دو جہاں
کرسی و عرش، لوح و قلم، قدسیاں

خلد و جنت بھی اس پیکرِ نور سے
بالیقیں دستِ قدرت نے پیدا کئے

نور احمد کی خوب ہو چکی جب نمود
اب مشیت نے روحوں کو بخشا وجود

چاند سورج ستارے بنائے گئے
یہ زمیں آسماں جگمگائے گئے

کائنات حسین کی بچھی اک بساط
رنگ ہی رنگ سے سج گئی کائنات

سج گئی بزم ہر سمت انوار کی
اصل ہر دو جہاں رب کے شہکار کی

وقت چلتا رہا اور بدلتا رہا
نورِ احمد سمٹتا بکھرتا رہا

اصلابِ طاہرہ سے ارحامِ پاکیزہ میں نور محمدی ﷺ کا سفر

پھر جو آدم زمیں پر بسائے گئے
صلب میں نور احمد سجائے گئے

دامنِ گردش ماہ و ایام میں
پاک اصلاب سے پاک ارحام میں

نور احمد کا جاری رہا جب سفر / اس کے انور سے ملتِ حق نگر
جگمگاتے رہے خوش نصیبوں کے گھر / روز و شب، سارے اوقاتِ شام و سحر
ان کو حاصل رہیں ان گنت برکتیں / رحمتیں، عظمتیں، سطوتیں رفعتیں
نوح کی صلب میں یہ امانت رہا / اس کی برکت سے بیڑہ سلامت رہا
نار نمرود میں بندۂ باصفا / جب گئے ڈالے حضرت ابوالانبیاء
صلب میں چونکہ تھا نور محبوب رب / ہوگئی نار گلزار اس کے سبب
اسکی برکت سے اور اس کے فیضان سے / فضل حق، رحمتِ رب ذیشان سے
ہوگیا سرخرو اپنے رب کا خلیل / دشمنِ حق ہوا نامراد و ذلیل

صلب اسماعیل علیہ السلام اور آل اسماعیل علیہ السلام میں نور محمدی ﷺ کی جلوہ سامانیاں

پھر جو پسرِ براہیم کی صلب میں / آن پہنچا یہ نور مبیں تو سنیں
اک عجب شان سے چمکا نورِ نبی / اس کے فیضان کی حد رہی نہ کوئی
تن ناز پر نازنیں جان کی / چل رہی تھی چھری عبد رحمٰن کی
پر نہ تھا حکم اس کو کہ کاٹے گلا / کیوں کہ تھا صلب میں نور احمد سجا
اب جو پہنچے جوانی کو پسر خلیل / بالیقیں ٹھہرے محبوبِ ربِ جلیل
حق سے ان کو نبوت کی نعمت ملی / ساتھ نور محمد کی برکت ملی
آل کو ان کی اعزاز بخشا گیا / نسل در نسل اعجاز بخشا گیا
پاک اصلاب سے پاک ارحام میں / ان کے عالی نسب نسلِ ذیشان میں
نور احمد کا جاری سفر یہ رہا / جس سے پاکیزہ تن جگمگائے سدا
پرتوِ نور حق، نور خیرالوریٰ / منتخب روحوں کو جگمگاتا ہوا
چلتے چلتے جو آپہنچا ہاشم کے گھر / ہوگئے ضوفشاں گھر کے دیوار و در

نور محمدی ﷺ حضرت عبداللہ کی صلبِ اطہر میں

یوں تو فرزند تھے ان کے لائق سبھی / اس امانت کے قابل ہوئے بس وہی
نام نامی تھا عبداللہ جن کو ملا / لے کے آئے تھے حق سے نصیبا بڑا
نور سے جگمگاتی تھی ان کی جبیں / کوئی دیکھا گیا تھا نہ ان سا حسیں
حسن کے ان کے چرچے ہوئے چار سو / ان کو شہرت ملی دوبدو کو بہ کو
وہ جو دنیائے خوباں کے سلطان تھے / ہر نفس کیلئے راحت جاں تھے
سارے نور محمد کے فیضان تھے / سارے نور محمد کے فیضان تھے

حضرت عبداللہ کا حضرت آمنہ کے ساتھ عقد، امانتِ نور کی بطنِ آمنہ میں منتقلی اور اس دور میں نور اقدس کی برکات کا بیان نہایت ایمان افروز اور روح پرور ہے تاہم اختصار بیان کے پیش نظر ہم صرف محبوب خدا ﷺ کی ولادت باسعادت کا تذکرہ پیش کررہے ہیں۔

محبوب خدا ﷺ کی ولادت باسعادت

بارہ تاریخ ماہِ ربیع الاول / پیر کے دن کی اک ساعتِ بے بدل
صبح صادق کی پر نور دلکش گھڑی / اجلی اجلی فضا چاند تاروں جڑی
چاند عبداللہ کا، ماں کا نور نظر / شہر مکہ میں جب عبدالمطلب کے گھر
عالم آب و گل میں ہوا جلوہ گر / ہوگئے ضوفشاں سارے دیوار و در
ایک نعمت جو انمول ذیشان تھی / فضل حق، رحمتِ رب رحمان تھی
جو دعائے ابراہیم کا تھی ثمر / تھی نوید مسیحا بھی جو سر بسر
آمنہ مائی کی گود میں آگئی / ہر طرف نور کی اک رو چھا گئی

سرور انبیاء کی ولادت طیبہ کے موقع پر جن عجائب و غرائب اور خوارق کا ظہور ہوا ان کا بیان اور پھر قرآن و حدیث کی روشنی میں ان تعقل پسند افراد کا پرزور رد جو ان خوارق و عجائبات کو رطب و یابس یا قصے کہانیاں قرار دیتے ہیں اپنی مثال آپ ہے۔ زیر نظر مقامات

کا انتخاب ہی سخت مشکل کام ہے۔ اس مختصر تعارفی کتابچے صرف چند مقامات کا تذکرہ ہی کیا جاسکتا ہے۔

حضرت حلیمہ سعدیہ کی گود میں سرور انبیاء ﷺ کی رضاعت کے نورانی دور کا ایک ایک لحہ ایمان افروز اور وجد انگیز ہے صرف ایک منظر ملاحظہ فرمائیں۔

حلیمہ کا مقدر جگمگا اٹھا

اُن کی باتوں میں امید کی جو کرن
اِن کو آئی نظر اترا رنج و محن
ساتھ ان کے چلیں ان کے گھر سعدیہ
آمنہ کے دوارے چلیں سعدیہ
چاند سے پیارے چہرے پہ پہلی نظر
آکے ڈالی جو دیکھا اسے آنکھ بھر
روح تک سعدیہ کی مچلنے لگی
اب حلیمہ کی قسمت بدلنے لگی
اک عجب کیفیت' اک عجب رنگ تھا
رب کے لطف و کرم کا عجب ڈھنگ تھا
لال کو آمنہ کے اٹھایا ہی تھا
اور سینے سے اپنے لگایا ہی تھا
سینے میں ان کے دل جو مچلنے لگا
دودھ کا گویا چشمہ ابلنے لگا
سعدیہ تیری قسمت پہ قربان میں
اس شرف اس فضیلت پہ قربان میں
رب کی سرکار سے تجھ کو کیا مل گیا
پرورش کو حبیب خدا مل گیا

مقصد بعثت نبوی کے تناظر میں اس وقت کے مذہبی' سیاسی اور معاشرتی و اخلاقی حالات بیان کرنے کے بعد ضرورت بعثت کے حوالے سے ایک مقام ملاحظہ فرمایئے۔

وقت کی پکار

صرف ملک عرب میں نہ تھا یہ ستم
ظلم کی چکی میں پس رہا تھا عجم
چین و ہندوستان اور ایران میں
مصر و افریقہ میں اور یونان میں
طاری تھیں ظلمتیں ظلم کا راج تھا
کفر کا دور تھا شرک کا راج تھا
کرۂ ارض پر دوستو ہر جہت
شرق اور غرب میں دوستو ہر طرف

اب یہ ظلمت تھی جتنی کڑی دوستو
اتنی ہی تھی ضرورت بڑی دوستو
حق و انصاف اِک سراج منیر
ہو نمودار جس سے صغیر و کبیر
روشنی پائیں ہوں باوقار و حشم
مصر و ایران ہوں یا کہ عرب و عجم

نوید بہار

چل چکا شرک کا جبکہ سکہ بہت
ہوچکا ظلم کا دور دورہ بہت
رب رحمٰن کی اب رضا یہ ہوئی
دھر میں اب جلے شمع توحید کی
بھیجا جائے اب اس نور ذیشان کو
سر بسر رحمتِ ربِ رحمٰن کو
نور وہ جس سے سب ظلمتیں دور ہوں
جس کی ضو سے اندھیرے یہ کافور ہوں
رحمت ایسی جو ہر دکھ کا درماں بنے
واسطے غمزداں راحتِ جاں بنے
جس کے آتے ہی اصنام اوندھے گریں
سارے شیطاں صفت موت اپنی مریں
بھٹکے انسان پر واضح ہو حق کی راہ
ہرگز ہرگز نہ باطل رہے سد راہ
ظلمتیں دور ہوں' ظلم کافور ہوں
کفر اور شرک کی لعنتیں دور ہوں
بندہ پھر سے بنے خوگرِ بندگی
بند ہو اس طرح بابِ شرمندگی
پھر ملے روح کو اک نئی تازگی
قلبِ تاریک کو بھی ملے روشنی
بند ابواب ہوں ظلم و عدوان کے
ختم ہوں ظلم انساں پہ انساں کے
جس کے انوار سے جس کے فیضان سے
جس کے فکر و ہدایت کے سامان سے
پھر سے شیرازہ بندی ہو انسان کی
پھر سے بٹنے لگے دولت ایمان کی
جتنے مے کش الستی ہیں بیدار ہوں
ذوق و مستی کے پھر سے سزاوار ہوں
جتنے جھوٹی خدائی کے ہیں دعویدار
قبضے سے ان کے اب کعبہ ہو واگذار
ہو تروتازہ پھر حسنِ انسانیت
بنت حوا کو پھر سے ملے عافیت
اس قدر جو تقاضے ہوئے مجتمع
ان کی تکمیل کے واسطے با خدا
حق نے اے دوستو اپنے محبوب کو
راحتِ انس و جاں بندۂ خوب کو

فن نعت گوئی و نعت خوانی

ثواب یا تجارت کا ذریعہ؟

اقبال آرزو

نعت گوئی و نعت خوانی ایک پاکیزہ مقدس اور شیریں عمل ہے دراصل یہ فخر الانبیا و رحمت عالم سیدنا احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذاتِ گرامی کا وہ تذکرہ ہے جس کے آگے ملائکہ کی گردنیں بھی خم ہو جاتی ہیں چنانچہ حقیقی محبت کا تقاضہ یہ ہے کہ آپ کی زندگی، سیرت اور آپ کے ارشادات کو پیش نظر رکھتے ہوئے آپ کی توصیف بیان کی جائے۔

یہ ایمان و عشق کا تقاضہ ہے کہ ہر مسلمان اللہ اور اس کے رسول شہنشاہِ دو عالم حضرت محمد ﷺ کے پیغام کو نہ صرف یہ کہ عام کرے بلکہ اس کی ترویج و ترقی کے لیے بھی شب و روز کوشاں رہے اب چاہے یہ تبلیغ نظم کی صورت میں ہو یا نثر کی صورت میں۔ بحیثیت مسلمان ہم پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے نظم چونکہ نثر کے مقابلے میں زیادہ اثر انگیز ہوتی ہے اس لیے اہلِ سخن حضرات نے زیادہ زور نظم پر دیا ہے اور اپنی عقیدت کے اظہار کے لیے اس کو چُنا اس سلسلے میں بڑے بڑے صحابہ کرام اور تابعین کے نام شامل ہیں کچھ نام صدیاں گزرنے کے باوجود آج بھی معروف ہیں جن میں حضرت حسان بن ثابتؓ اور حضرت کعب بن زہیر جیسی ہستیاں شامل ہیں حضرت حسان بن ثابت تو دربارِ رسالت کے وہ ثناخواں ہیں جو مسجد نبوی میں صحابہ کرام کے جھرمٹ میں اللہ کے سچے نبی آقائے مدینہ حضرت محمد ﷺ کی سچی تعریف کرتے اور کفار کو دندان شکن جواب دیتے آپؐ حضرت حسان بن ثابتؓ سے نعت شریف سن کر خوشی کا اظہار فرماتے اور ان کے حق میں دعا

فرماتے ایک مرتبہ کعب بن مالک نے حضور اکرم حضرت محمد ﷺ سے دریافت کیا کہ نعت کی کیا اہمیت ہے آپ نے فرمایا بے شک مومن اپنی تلوار اور زبان سے جہاد کرتا ہے ثابت ہوا کہ نعت کا ایک شعر بھی کافر کے لیے تلوار کا کام کرتا ہے۔

کاروانِ نعت کے مسافروں میں حضرت شیخ سعدیؒ، حضرت جامیؒ، حضرت امیر خسروؒ اور دیگر بزرگانِ دین اور اولیاء کرام میں ایسا کون ہے جس نے بے لوث ہو کر سرکارِ مدینہ حضرت محمد ﷺ کی بارگاہ اقدس میں عقیدت کے پھول نچھاور نہیں کیے یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے اور قیامت تک جاری و ساری رہے گا دورِ حاضر میں بے شمار شعراء کرام ایسے ہیں جن کا کلام زبان زدِ عام ہے اور ان کے کلام کو مختلف ثناخواں حضرات اپنی خوش الحان آوازوں میں پڑھ کر ایمانوں کو جلا بخش رہے ہیں اور دلوں کو منور کر رہے ہیں۔ نعت خدا کی رضا، سید الکونین ﷺ کی خوشنودی ایمان کی تازگی، روح کی بالیدگی، قلب کی پاکیزگی، دنیا کی کامرانی اور آخرت کی کامیابی کا مستند ذریعہ ہے نعت عقیدت کا ترانہ بھی ہے اور بے پایاں لگاؤ کا نام ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ نعت سوچنا، نعت کہنا، نعت سنانا اور نعت سننا سب ایمانی سالمے کے وہ برقی ذرّات ہیں جو اپنے مرکز یعنی محبت رسولؐ کے گرد گھومتے ہیں۔

نعت کا اصل موضوع حضور پر نور محمد ﷺ کا ذکرِ مبارک ہے نعت گوئی صرف شعری صنفِ سخن نہیں کہ اسے محض اوزان کے حوالے سے جانچا جائے بلکہ اس میں شعری حُسن کے ساتھ ساتھ نبی کریم حضرت محمد ﷺ کے ساتھ اپنی والہانہ عقیدت اور لگاؤ کا محتاط انداز میں اس طرح اظہار کرنا ہوتا ہے کہ محبت نبوی ﷺ حد ادب کا دائرہ عبور کر کے شرک کی حدود میں داخل نہ ہو جائے یہی وجہ ہے کہ سینکڑوں شاعروں کی طویل قطار میں مستند اور جید اور نامور شعراء کی تعداد نہایت ہی مختصر نظر آتی ہے نعتیہ شاعری کا اپنا ایک تقدس ہے اور یہ اردو ادب میں ایک مشکل مقام کا درجہ رکھتی ہے۔ اس لیے حد ادب سے تجاوز کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے اور نہ ہی نعتیہ شاعری میں تو، تڑاک، یار، ڈھول وغیرہ نازیبا الفاظ حضورؐ کی ذات گرامی سے منسوب کرنے چاہئیں جن سے نعت کا تقدس مجروح ہوتا ہو اس حقیقت کے اعتراف کے بغیر چارہ نہیں کہ نعت خواں یا نعت گو شاعر کے لیے طبعی

ذوق، بلند کرداری، عشقِ سرکارِ مدینہ ﷺ عجز و ادب اور نعتیہ فن وغیرہ ہی ضروری ہیں بلکہ علم ایک اضافی خوبی ہے گدھے پر کتابیں لاد دینے سے کوئی شخص عالم فاضل نہیں بن جاتا۔ علم کے ساتھ ساتھ اس میں شخصی صفات مثلاً اخلاق و اخلاص، خیالات کی پاکیزگی، انکسار، وسیع النظری اور اعلیٰ ظرفی جیسی خوبیاں بھی ہونا ضروری ہیں۔ آنحضرت ﷺ کے زرین اصولوں نے ہمیں ہمارے قول و فعل کے کچھ آداب بتائے ہیں ان تمام آداب کی کما حقہ رعایت کے بغیر کوئی نعت نہ شریعت کے مطابق ہو سکتی ہے اور نہ ہی یہ حقیقی محبت کا تقاضہ ہے کہ محبوبِ خدا حضرت محمد ﷺ کے ارشادات کی خلاف ورزی کر کے ان کی تعریف بیان کی جائے۔ جو نعت ایمان و اطاعت اور پاکیزگی کے بغیر کہی جائے اس سے نعت کا حق کیسے ادا ہو سکتا ہے نعت گو شاعر ہو یا نعت خواں اگر وہ پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کی سنتوں پر حتی المقدور عمل کرنے کی بھی کوشش نہیں کرتا، اذان کی آواز سن کر وہ نماز کو نہیں جاتا، مبالغہ آرائی، حسد و بغض، تکبر اور مذہب سے غفلت کو اس نے اپنا شیوہ بنایا ہوا ہے تو وہ ایک سچا عاشقِ رسول ہرگز نہیں ہو سکتا۔ یہ لمحہ فکر اور افسوس کا مقام ہے کہ نعت جیسے مقدس شعبے میں آج کل کچھ نعت خواں حضرات اور نعت گو شعراء عجیب رنگ اور ڈھنگ اپنائے ہوئے ہیں بیشتر نعت خواں پروفیشنل بن گئے ہیں وہ محافل میں شریک ہونے کا منہ مانگا معاوضہ طلب کرتے ہیں جبکہ ان میں بعض ایسے بھی ہیں جو صاحبِ حیثیت ہیں اور ماشاء اللہ ان کے ذاتی کاروبار ہیں اعلیٰ ملازمتیں ہیں اس سلسلے میں ان کا موقف یہ ہے کہ ہم سرکار ﷺ کے کرم کا صدقہ کھاتے ہیں لیکن غور طلب اور قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ صدقے کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ کسی کی مجبوری سے ناجائز فائدہ اٹھایا جائے اور اس سے منہ مانگا معاوضہ طلب کیا جائے بلکہ ہونا یہ چاہیے کہ ملنے والے نذرانے کو ہی صدقہ سمجھ کر اس پر اکتفا کرنا چاہیے کیونکہ نعت مغفرت کا ذریعہ اور ذریعہ نجات ہے تجارت نہیں!

ایک فنکار اپنی پرفارمنس دکھا کر اپنی اداکاری یا گلوکاری کا معاوضہ قبول کرتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ فن اداکاری یا صوت و صدا [illegible] جبکہ نعت اسلوب زیست ہے اور

اخلاقِ عالیہ کی تبلیغ کا ذریعہ بھی، بہر حال یہ ایک عبادت ہے نعت سے رغبت رکھنے والے نعت خواں اور نظامت کرنے والے نعت گو شاعر نعت کے پروگرام میں شرکت کا باقاعدہ ایڈوانس وصول کرتے ہیں بعض ان میں ایسے بھی ہیں جنہوں نے اس کام کے لیے اپنے سکریٹری رکھے ہوئے ہیں خوش قسمتی سے اگر ان کی آڈیو اور سی ڈی وغیرہ بھی ریلیز ہو چکی ہو تو پھر ان کی پانچوں انگلیاں گھی میں ہوتی ہیں اور ان کی ڈیمانڈ مزید بڑھ جاتی ہے جن محافل میں لفافے نہیں چلتے وہاں یہ جانا پسند نہیں کرتے ان کا کہنا یہ ہے کہ اگر رقم کا مطالبہ نہ کیا جائے تو ویلیو نہیں بنتی جو ایک سراسر منفی سوچ ہے ایک نعت خواں کی ویلیو پیسے سے نہیں بلکہ اس کے ایفائے عہد، اخلاق و کردار، سچی انا اور بے لوث جذبوں سے قائم ہوتی ہے اب اگر ان کی طلب پیسوں کی ہی ہے تو انہیں چاہیے کہ یہ اپنے لیے کوئی اور شعبہ چن لیں نعت کے پاکیزہ مقدس عمل کو اپنی بے عملی سے اس طرح مبالغہ آرائی۔ غلط بیانی، اور طمع سے مجروح نہ کریں۔ محافل میں ہمیشہ یہ نعت خواں اس بات پر بضد رہتے ہیں کہ انہیں ب سے پہلے پڑھوایا جائے کیونکہ ان کا نظریہ یہ ہوتا ہے کہ نذرانے کے لحاظ سے محفل ابھی عروج پر ہے یہ نعت خواں مجلس ہو یا کیسٹ کا معاملہ اس نعت گو شاعر کا کلام پڑھتے ہیں جو صاحبِ حیثیت ہو اس طرح یہ نعت خواں حضرات ان شعراء کے منظورِ نظر رہتے ہیں یہی کچھ حال نعت گو شعراء اور آرگنائزر حضرات کا ہے ثنا خوانوں کے نام پر تنظیمیں قائم کر کے اور ان کو بیوقوف بنا کر ان سے پیسہ کھاتے ہیں لطف کی بات یہ ہے کہ مختلف لوگ اپنے گھروں میں چاند کی ماہانہ تاریخوں میں جن پروگراموں کا انعقاد کرتے ہیں انہیں یہ اپنی تنظیم کے نام سے منسوب کر لیتے ہیں جبکہ اس پروگرام کی نذر نیاز اور اس کے دیگر اخراجات کا اہتمام خود اہل خانہ کرتے ہیں لیکن آرگنائزر صاحب بڑے فخریہ انداز میں یہ اعلان پمفلٹ کے ذریعے اور زبانی طور پر کرتے نظر آتے ہیں کہ بزم کا چھیالیسواں یا ایک سو چھبیسواں پروگرام ہم نے منعقد کیا ہے اسی طرح مختلف علاقوں میں کچھ پروگرام مقابلہ نعت خوانی کے منعقد کیے جاتے ہیں۔ جن میں بندر بانٹ طریقے پر عمل درآمد کرتے ہوئے انتہائی بے رحمی کے ساتھ ناانصافی کرتے ہوئے ریوڑیاں اپنوں اپنوں میں تقسیم کر دی جاتی

ہیں نتیجتاً کچھ نعت خواں طالب علم انتہائی شکستہ دلی کے ساتھ نعتیہ پروگرام میں جانے کا ارادہ ہی ترک کر دیتے ہیں اس سلسلے میں کوئی واضح لائحہ عمل تیار ہونا چاہیے جس سے نعت خواں حضرات کی بہتر طور پر حوصلہ افزائی ہو سکے نعت خوانی کے مقابلوں میں اسناد و انعامات کی تقسیم مساوی ہونی چاہیے تا کہ نعت خواں حضرات کے ذوق کو مزید جلا ملے ہمارے ملک میں ہونے والے تمام کھیلوں اور شعبوں سے متعلق منعقد ہونے والے مقابلوں کے لیے تو فضا کسی حد تک سازگار ہے لیکن مقابلۂ نعت خوانی کے پروگرام کے لیے فضا و ماحول موزوں اور سازگار نہیں کیونکہ مروجہ طور طریقے غلط اصولوں پر مبنی ہیں حوصلہ شکنی اور ناانصافیوں کے سبب کچھ نعت خواں بچے محافل میں شرکت سے گریز کرنے لگتے ہیں اور ایسا کرنا یقیناً نعت کے فروغ کے لیے نقصان دہ ہے عموماً ایسے پروگراموں کے سامعین نعت سننے کے کم اور مقابلہ دیکھنے کے زیادہ مشتاق ہوتے ہیں چنانچہ کسی بھی قسم کی ذرا سی لغزش سے روحانی فیوض و برکات تو حاصل نہیں ہوتے البتہ الٹا گناہ ہی ملتا ہے۔

بعض نعت گو شعراء نو آموز شعراء کی اصلاح اس خوف سے نہیں کرتے یا نئے نعت خواں حضرات کو اپنی محافل میں مدعو کرنے سے اس لیے گریز کرتے ہیں کہ کہیں یہ ہم سے آگے نہ نکل جائیں نعت گو شعراء نعتیہ مجموعوں پر اپنی تصاویر اس انداز سے شائع کراتے ہیں کہ جیسے وہ کوئی غزل کا مجموعہ ہو نعت خواں حضرات اور نعت گو شعراء میں گروپ بندی اجارہ داری، منافقت اور اسی قسم کے دیگر رجحانات دیکھ کر انتہائی دکھ ہوتا ہے یہ ایسے اعمال ہیں جن سے نعت کی ترویج و ترقی نہیں ہو رہی اور نہ ہی اس شعبے کی اس طرح کوئی خدمت کی جا رہی ہے بات یہیں ختم نہیں ہو جاتی بلکہ بہت سی باتیں ایسی ہیں جن سے ان کے ظرف کا پتہ چلتا ہے شعبۂ نعت خوانی میں آنے والے نئے نعت خوانوں سے یہ ان کی آڈیو البم اور وی سی ڈی نکلوانے کے ہزاروں روپے وصول کر لیتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ نئے نعت خواں اس شعبے میں نئے ہوتے ہیں اور انہیں اس کے نشیب و فراز یا اس کے راستوں کا علم نہیں ہوتا اول تو یہ کام ہی پایہ تکمیل تک نہیں پہنچتا یہ رقم سینئر نعت خواں ہڑپ کر جاتے ہیں اور حسن اتفاق سے، اگر یہ کام ہو بھی جائے تو یہ اس جونیئر نعت خواں سے اس کی دوگنی رقم

وصول کرتے ہیں یہی نہیں بلکہ یہ مختلف آڈیو کمپنیز سے کیسٹیں چرانے کے الزام میں بھی ملوث پائے گئے ہیں۔

بعض نعت گو شاعر اخبارات و کتب کی سیل کرتے کرتے نعت گو شاعر بن گئے جب کہ ان کے خاندان کا علم و ادب کی ابجد سے بھی دور دور تک کا واسطہ نہیں کہنے کو یہ نعت گو شاعر ہیں لیکن افسوس کا مقام یہ ہے کہ انڈین اداکاروں کی عریاں تصویریں بڑی ڈھٹائی کے ساتھ فروخت کرتے ہیں موصوف موسیقی پر شدید نکتہ چینی کرتے ہیں لیکن خود اپنے ہاں ہونے والی خوشی کی تقریبات میں موسیقی کی محفلیں سجانا اپنے لیے باعثِ فخر سمجھتے ہیں وعدہ خلافی، دوسروں کے ساتھ ہتک آمیز رویہ اور تکبر ان کی طبیعت کا خاصہ ہے محترم روشن ضیائی مرحوم، بابا اسمعیل انیس اور ادیب رائے پوری جیسے سینئر شعراء کرام کے کلام اور مصرعوں پر ہاتھ صاف کرنے والے آج نعت گو شاعر بنے ہوئے بیٹھے ہیں۔ کچھ بابا بن کر لوگوں کو بیوقوف بنا رہے ہیں دوسروں پر تنقید اور نکتہ چینی کرنا اور خود پارسا بننا، محافل سے ملنے والے عمرے کے ٹکٹ بیچ کر کھا جانا مختلف قسم کی مشکوک سرگرمیوں میں ملوث ہونا ان کے خاص مشاغل ہیں۔ ریاکاری، بہروپیا پن اور ڈھونگ رچانے میں کراہیت ہے جو اللہ کے نزدیک ناپسندیدہ افعال ہیں۔

بیشتر نعت خوانوں کا اپنا کوئی انداز نہیں ان کی وقتی کامیابی محمد یوسف آزاد، اسمعیل آزاد اور ماسٹر حبیب نظامی کی پڑھی ہوئی قوالیوں کی مرہونِ منت ہے یہ دوسروں کی طرزیں اور کلام چرانے کے ساتھ ساتھ دوسرے نعت خواں حضرات کی کیسٹوں اور کتابوں کے نام چوری کرنے سے بھی نہیں چوکتے اور پھر اس پر طرۂ امتیاز یہ کہ بڑے فخریہ انداز سے یہ کہتے ہوئے پھرتے ہیں کہ یہ انداز ہمارا اپنا ہے یہ برسوں سے دف کے گول دائرے کے گرد ایک ہی انداز میں اور ایک ہی خول اور محور میں گھوم رہے ہیں اور آج تک کوئی تعمیری یا قابل فخر کارنامہ انجام نہیں دے سکے کوئی بابا بن کر خورشید احمد بنا ہوا ہے تو کوئی شہریار قدوسی کا انداز اپنا کر ان کے نام کی روٹیاں کھا رہا ہے کسی کو فصیح الدین سہروردی بننے کا شوق ہے تو وہ قاری کا روپ دھار کر اور بارہ تیرہ کیسٹیں نکال کر اپنے

آپ میں مگن ہے جب کہ ان کی کسی ایک کیسٹ کو بھی عوامی پذیرائی حاصل نہ ہو سکی چنانچہ یہ آج تک اپنی شناخت بنانے میں ناکام ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی نیتیں درست نہیں ہیں یہ صرف واویلا مچانے والے لوگ ہیں جو معیار پر نہیں بلکہ تعداد پر یقین رکھتے ہیں کچھ صاحبان نعت گوئی، نعت خوانی کی تاریخ سے بڑی دلچسپی رکھتے ہیں لیکن افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ وہ حقائق کو پس پشت ڈال کر نہ صرف یہ کہ نعت گوئی کی تاریخ کو مسخ کر رہے ہیں بلکہ نعت خوانی کی ترویج و ترقی میں بے لوث جذبوں کے ساتھ خدمات انجام دینے والوں کو بخل سے کام لیتے ہوئے نظر انداز بھی کر رہے ہیں اس لیے چند بے ضمیر اور بکے ہوئے افراد کی واہ واہ کے علاوہ مارکیٹ میں نہ تو ان کتابچوں کی کوئی ڈیمانڈ ہے اور نہ ہی جید صاحبانِ علم و دانش کی جانب سے انہیں کوئی خاص پذیرائی ملی ہے یہ ان لوگوں کے لیے کام کرتے ہیں جو انہیں پیشکش کرتے ہیں بس ان کا کام اس طرح چل رہا ہے کہ کلام کسی اور کا اور نام ان کا در حقیقت ان کا اپنا خود کچھ نہیں اور اس بات کو یہ خود بھی اچھی طرح جانتے ہیں کہ اگر یہ بیس سال اور بھی محنت کریں تو خورشید احمد، صدیق اسمٰعیل، سعید ہاشمی، فصیح الدین سہروردی اور شہریار قدوسی جیسا مقام حاصل کرنا ان کے لیے محال ہے یہ کیا چاہتے ہیں ان کی زندگی کا مقصد کیا ہے سب سمجھ سے بالا ہے اس فیلڈ میں رہ کر یہ ہزاروں روپے کما رہے ہیں اور اسی پر ہزاروں روپیہ صرف بھی کر رہے ہیں میں صرف ان سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ شعبۂ نعت خوانی اور نعت گوئی سے انہوں نے ملک اور قوم کو کیا فائدہ پہنچایا؟ کتنے غریب لوگوں کی مدد کی؟ کتنے گھروں کے چولہے جلائے یا جو کچھ کیا صرف اپنی جھوٹی اور سستی شہرت کے لیے کیا؟ مجھے بتایئے کہ ایک نعت خواں یا نعت گو شاعر کے لیے یہ شرم کا مقام نہیں تو کیا ہے؟ لوگ اگر ان کے اصلی چہرے دیکھ لیں تو ان سے نفرت کرنے لگیں اور کوئی بھی ان کی کیبل پر ویڈیو یا ان کی آڈیو سننا گوارا نہ کرے، نعت خوانی کا تقدس بحال رکھنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ تمام مذہبی جماعتیں اور نعت کی انجمنیں ایسے نعت خوانوں کی حوصلہ شکنی کریں جنہوں نے نعت خوانی کو کاروبار بنا لیا ہے۔

ایک اچھے نعت خواں اور نعت گو شاعر کی صفات یہ ہیں کہ وہ راست گو اور شفیق و باوقار ہو، صبر و تحمل، بردباری انکسار اور اخلاص اس کے پاس ہو اس کے دل میں خوف خدا ہو ایک عاشق رسول کسی کی امانت میں خیانت نہیں کرتا نہ ہی وہ لمبی لمبی امیدیں باندھتا ہے اور نہ وہ اپنا مطلب نکالنے کے لیے کسی کے قریب ہوتا ہے اس کی محبت بے لوث ہوتی ہے، اس کی خوشی اور ناراضگی صرف اللہ کے لیے ہوتی ہے حسن اخلاق اور بے لوث محبت کی نعمت صرف سعادت مندوں کا حصہ ہے اور ان کے لیے یہ اللہ رب العزت کا خاص الخاص انعام ہے اب نعت خواں اور نعت گو شعراء میرے خلاف کوئی بھی منصوبہ بنائیں مجھے اس کی پرواہ نہیں جن کے دل میں اللہ کا خوف ہو وہ کسی سے نہیں ڈرتے! میری کسی سے کوئی رقابت نہیں۔ میرا مطمع نظر صرف یہ ہے کہ اگر ہم نعت خوانی اور نعت گوئی کے فروغ کے لیے کوشاں رہنا چاہتے ہیں اور اس سلسلے میں ہم واقعی سنجیدہ ہیں تو ہمیں اپنے رویّوں میں تبدیلیاں لانی چاہئیں حقیقت سے چشم پوشی کرنا جرم ہے اور جابر حاکم کے سامنے کلمۂ حق کہنا جہاد ہے میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے نعت خواں حضرات اور نعت گو شعراء کی حالت پر رحم فرمائے اور ان لوگوں کو ترقی عطا فرمائے جو ان تمام باتوں سے بے نیاز ہو کر نعت خوانی اور نعت گوئی کے فروغ کے لیے شب و روز سرگرم عمل ہیں کیونکہ وہ اخلاق و اخلاص کا پیکر ہونے کے ساتھ ساتھ باکردار بھی ہیں اللہ عزوجل نعت گو اور نعت خواں حضرات کو پورے خلوص کے ساتھ حضور اکرم ﷺ کے حضور نذرانہ عقیدت پیش کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اگر نعت گوئی اور نعت خوانی میں عقیدت و خلاص کا جذبہ ہو تو کیوں نہ لطف زندگی مل جائے ہمیں چاہیے کہ ہم اپنی سیرت اور کردار کو آنحضرت ﷺ کی سیرت پاک کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کریں اس صورت میں ہم حقیقی کامیابی حاصل کر سکتے ہیں خداوند قدوس اپنے پیارے حبیب حضرت محمد ﷺ کے نعت خواں حضرت حسان بن ثابت کے نقش قدم پر تمام نعت گو شعراء اور نعت خواں حضرات اور دنیا کے تمام مسلمانوں کو چلنے اور گامزن رہنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)۔

☆☆☆☆☆

ملک کے ممتاز قانون دان اور عظیم نعت نگار

محترم عطاء الرحمٰن شیخ کے دوسرے مجموعہ نعت "فیوض الحرمین"

پر ایک بھرپور تاثر

تحریر........... پروفیسر حفیظ تائب

لاہور میں ایک چھوٹی سی سڑک وارث روڈ ہے اس سڑک کے ساتھ ایک فراخ گلی میں ایک خوبصورت گھر ہے جس کی پیشانی کے جگمگاتے کتبے پر خانہ سگِ سلطانی لکھا ہے۔ یہ گھر ایک سعید انسان عطاء الرحمٰن شیخ کا ہے اور اس کا کتبہ صاحب خانہ کی عقیدت و نسبت کو ظاہر کرتا ہے۔ عطاء الرحمٰن شیخ حضرت سلطان باہو رحمہ اللہ تعالیٰ سے والہانہ عقیدت رکھتے ہیں اور انہی کے سلسلے میں حضرت محمد حبیب سلطان رحمہ اللہ تعالیٰ سے ۱۹۵۶ء میں بیعت ہوئے۔ مرشد کے چھوٹے بھائی حضرت حافظ فیض سلطان کی کئی سال کی محبتوں اور صحبتوں سے بھی فیض یاب ہوئے۔ مرشد خانہ سے ارادت کا یہ عالم تھا کہ کئی سال ہر جمعہ حضرت باہو رحمہ اللہ تعالیٰ کے مزار شریف سے ملحقہ مسجد میں ادا کیا۔ ۱۹۸۲ء سے اپنے گھر میں میلاد النبی مبارک، معراج شریف، محرم الحرام اور رمضان المعظم میں محافلِ میلاد کا اہتمام شروع کیا۔ وہ محفلِ میلاد عجیب محبت اور عجز و نیاز سے برپا کرتے اور ثناء خوانوں کے پڑھے ہوئے کئی اشعار دل میں اتار لینے کی اپنی سی کوشش کرتے۔ اسی خلوصِ عمل میں خود بھی شعر کہنے لگے اور بجا طور پر کہا۔

ثنائے نبی ﷺ سے معطر ہوا
گھروں میں نمایاں میرا گھر ہوا

۱۹۷۹ء میں زیاراتِ حرمین شریفین کا سلسلہ جاری ہوا۔ پہلے سال بسال حاضری دیتے رہے۔ پھر سال میں دو دو بار، تین تین بار اور پھر اس سے بھی زیادہ حاضریاں ہونے لگیں اور وہ میلادِ النبی مبارک ﷺ، معراج شریف، محرم الحرام، رمضان المبارک میں سیدنا

علی کرم اللہ وجہہ کے یوم شہادت اور حضرت سلطان العارفین رحمہ اللہ تعالیٰ کے سالانہ عرس پاک کا اہتمام مدینہ منورہ میں کرنے لگے۔ رفتہ رفتہ حاضریوں اور حضوریوں کی کیفیات میں ڈوب کر مسلسل نعتیں کہنے لگے۔ یوں "عطائے حرمین" کا مسودہ تیار ہو گیا۔ جس کی جنوری ۱۹۹۸ء میں بڑی عمدگی کے ساتھ اشاعت ہوئی۔

بعد میں مسلسل حاضریوں میں فکرِ سخن کرتے ہوئے دوسرا مجموعہ نعت تیار ہو گیا جو فیوض الحرمین کے نام سے قارئین کے سامنے ہے۔ اس مجموعے کا بھی بڑا موضوع مدینہ کی تمنا اور حاضری و حضوری کی کیفیات ہیں کہ یہی عطاء الرحمٰن شیخ کی زندگی بن چکی ہیں۔ شہر نور سے روز بروز گہری ہوتی اس وابستگی اور تعلق سے معمور نغمات ان کے لئے حاصل حیات ہیں۔ باادب حاضری کے ساتھ مدینہ منورہ کی خاک، پُرانوار میں دفن ہونے کی آرزو ہر لحظہ ان کے ساتھ ہوتی ہے۔ وطن واپسی پر بھی ان پر حاضری کی کیفیت طاری رہتی ہے گویا ان کی ساری زندگی حاضری و حضوری سے عبارت ہو گئی ہے جس کے چند رنگ پیش کئے جاتے ہیں۔

مدینے کی پیارے تمنا عطا کی — سنی اور کیسے سنی بے نوا کی

☆☆☆

مناظر شہرِ آقا ﷺ کے مجھے کیا کیا دکھاتا ہے — سرِ مژگاں ستارہ سا کبھی جو جھلملاتا ہے

☆☆☆

فقیر کیسے تونگر بنائے جاتے ہیں — درِ حبیب ﷺ پہ جا کر ذرا کوئی دیکھے

☆☆☆

جو اٹھا وہ والہانہ بن گیا — وادیِ پُرنور کی جانب قدم

☆☆☆

ان کے در کا ملنگ ہے یارو — یہ جو اک شخص ہے عطا وہ بھی

☆☆☆

ہم دور تو ہوتے ہیں رہتے حضوری میں — آواز یہ آتی ہے سرکار ﷺ بلاتے ہیں

☆☆☆

آقا حضور ﷺ جاں کو اُداسی محیط ہے — پھر شہرِ نور بار میں مہمان کیجئے

☆☆☆

مل جائے اس وجود کی مٹی کو بھی قرار — قدموں میں ہو مزار یہ احسان کیجئے

☆☆☆

اس تمنا کے سوا اور تمنا کیا ہے — خاک مل جائے مدینے کی تو کہنا کیا ہے

☆☆☆

عطاء الرحمٰن شیخ، حضرت رحمۃ للعالمین ﷺ کا دستِ شفقت بہرحال اپنے سر پر محسوس کرتے ہیں اور قرب کا یہ مقام با آسانی ہاتھ نہیں آتا۔ پھر یہ پیرایہ بھی کتنا خاص ہے۔

نہیں جو مونس و ہمدرد میرا کوئی دنیا میں — تو پھر یہ سر پہ میرے ہاتھ رکھنے کون آتا ہے

☆☆☆

ہاتھ شفقت کا میرے سر پہ رکھا تو کھلا یہ — لطف کیا شے ہے، کرم کیا ہے، دلاسہ کیا ہے

☆☆☆

ان اپنے مخصوص موضوعات کے علاوہ عطاء الرحمٰن شیخ نے تعلیماتِ مصطفوی ﷺ اور دیگر مسائلِ حیات کی طرف بھی توجہ دلائی ہے۔

سبق سیرت مصطفیٰ ﷺ کا ہے یہ — کسی سے بھی دامن نہ الجھایئے

☆☆☆

دین ایک، خدا ایک، کتاب ایک، نبی ﷺ ایک — امت میں مگر دیکھئے کس درجہ دھڑے ہیں

☆☆☆

عطاء الرحمٰن شیخ کی نعت باریابی کا وسیلہ بن کر سامنے آتی ہے اور سادہ و دلکش پیرائے میں قربِ محبوبِ خدا ﷺ کے سلیقے سکھاتی چلی جاتی ہے۔

گنبد خضرا تاریخ کے آئینے میں

علامہ برکت علی قادری (انڈیا)

شہر مدینہ جو سرورکار دو عالم ﷺ کی تشریف آوری سے قبل بیماریوں اور پریشانیوں کا شہر تھا وہ سرور عالم روحی فداہ کی تشریف آوری سے مہبط وحی و سکینہ، مرکز اصلاح و تبلیغ، منبع رشد و ہدایت اور عاشقان مصطفیٰ ﷺ کے دلوں میں اس کا مقام کعبہ سے بھی بڑھ گیا جس کے بارے میں امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کبھی تو یوں رقمطراز ہیں:

حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے کعبے کا کعبہ دیکھو

اور کبھی یوں رقمطراز ہیں:

طیبہ نہ سہی افضل مکہ ہی بڑا زاہد
ہم عشق کے بندے ہیں کیوں بات بڑھائی ہے

مدینہ منورہ تشریف لانے کے بعد سب سے پہلے سرور دو جہاں ﷺ نے اللہ عزوجل کے مقدس گھر کی بنیاد رکھی اور مسجد نبوی کی تعمیر مکمل فرمائی اس کے بعد مسجد نبوی کے پاس ہی حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت سوداء رضی اللہ عنہما کے لیے حجرے بنوائے اس وقت یہی دونوں ازواج مطہرات سرکار دو عالم ﷺ کی زوجیت کے شرف سے مشرف ہوئیں تھیں۔ بعد میں جب ترتیب سے اور ازواج مطہرات کے حجرے بنے تو ان میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارکہ سے بالکل متصل تھا جس کی وجہ سے یہ دونوں معزز خواتین اپنے اپنے گھروں کے دروازے پر کھڑی ہو کر باہم گفتگو کرلیا کرتی تھیں حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کا حجرہ بھی حضرت عائشہ کے حجرہ کے ساتھ تھا دونوں کی دیوار ایک ہی تھی۔

یہ تمام حجرے کسی دنیا دار بادشاہ کی رانیوں کے شبستانوں اور عشرت کدوں کی طرح الف لیلوی ماحول رکھنے والے اور پرتکلف نہ تھے بلکہ آقائے کائنات ﷺ کی

مطہر و مقدس اور حب نبوی سے سرشار وفا شعار ازواج کے سادہ سہانے حجرے تھے جہاں عام ضرورت کی ہر چیز بھی موجود نہ تھی پکی اینٹوں کی دیوار، پلستر، پختہ چھت، دالان، نقش و نگار یا برآمدے کا تو کوئی تصور ہی نہ تھا کچی اینٹوں کے ساتھ تعمیرات میں کوئی کوئی اہتمام نہ کیا گیا تھا چھت بالکل نیچی تھی جسے ایک نابالغ بچہ بھی زمین سے چھو لیتا تھا اور بالکل سادہ و تکلفات سے مکمل پاک و صاف تھی بلکہ کھجور کے تنے تہہ بتہہ اینٹوں پر رکھ کر اور کھجور کی چھال ڈال کر اس پر گیلی مٹی کی لپائی کردی گئی تھی ان حجروں کا طول و عرض چھ سات ہاتھ تھا اور ان چاروں حجروں کے آگے پردے کی خاطر کھجور کی چھال کی باڑی کھڑی کردی گئی تھی اور پانچوں گھروں کے دروازے پر بالوں کے ٹاٹ کا پردہ پڑا رہتا تھا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کے "دروازے تھے جو اس حجرہ کی بڑی معنی خیز خصوصیت تھی کیونکہ اسی حجرہ میں محبوب کائنات کو وصال فرمانا تھا اور اسی میں جنازہ بصورت درود شریف و سلام مبارک پڑھ کر پروانوں کو ایک دروازے سے داخل ہو کر دوسرے دروازے سے نکلنا تھا اسی وجہ سے حکمت الٰہیہ کے مطابق پہلے ہی سے اس حجرہ کے دو دروازے رکھے گئے تاکہ عشق رسول کے سرمستوں اور دیوانوں کو آمدورفت میں دقت نہ ہو۔

سرور کائنات ﷺ مزاج اقدس کی ناسازی کے زمانہ میں بھی پانچ دن تک ازراہ عدل باری باری ازواج مطہرات میں سے ایک ایک زوجہ محترمہ کے حجرے میں تشریف لے جاتے رہے پھر جب مرض میں بہت زیادہ شدت پیدا ہوگئی تو ازواج مطہرات سے اجازت لے کر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ کو دائمی قیام کے لیے پسند فرمایا پھر بعد وفات صحابہ کرام نے باہم مشورہ کر کے حجرہ عائشہ کو آپ کی قبر انور کے لیے متعین کردیئے اس طور پر سرور کائنات ہمیشہ کے لیے حضرت عائشہ صدیقہ کے حجرہ میں آرام فرما ہوگئے اور حضرت عائشہ بھی اسی حجرہ میں رہتی تھیں لہٰذا بتقاضائے ادب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس حجرہ مبارکہ کے دو حصے کر دیئے تھے تاکہ ایک حصہ میں سیدہ عائشہ صدیقہ رہیں اور دوسرے حصہ میں قبر مبارک ہو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے **قسم بیت عائشہ باثنین قسم کان فیہ القبر وقسم کان تکون فیھا عائشہ بینھما حائطہ**

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کاشانہ نبوی کے اردگرد چہار دیواری بنوایا عمرو بن دینار اور عبیداللہ بن یزید فرماتے ہیں **لم یکن علی عھد النبی علی ﷺ بیت**

النبی صلی الله علیه وسلم حائطا وکان اول من لبی علیه جدارا عمر بن الخطاب۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے روضۂ مبارکہ کے گرد و پیش جو دیوار بنوائی تھی وہ زیادہ اونچی نہ تھی اس وجہ سے کچھ دور اندیشوں نے کچھ دنوں بعد سوچا کہ روضہ مبارکہ کو بند کر دینا بہتر ہے تاکہ کسی وقت فتنہ و فساد کی آگ نہ بھڑک جائے تو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے پہلے تو دیوار بلند کی اس کے بعد از سر نو اس کو بنوایا کان جدارہ قصیر ثم بناہ عبداللہ بن الزبیر فلما کان بعدالملک او عمر سدو او ستروا۔ اھ

اور علامہ سمہودی محمد بن عقیل سے روایت کرتے ہیں کہ بن عقیل فرماتے ہیں کہ شب کے آخری حصہ میں روضۂ اقدس کی حاضری دینا اور تہجد پڑھنا میرا روز کا معمول تھا ایک رات عادت کے مطابق میں گھر سے روانہ ہوا فضا خنک اور بھیگی ہوئی تھی جب میں دار مغیرہ بن شعبہ کے پاس پہنچا تو ایسی عجیب و غریب اور حیرت انگیز مہک نے استقبال کیا کہ جس کی تشبیہ بیان سے قاصر ہوں یوں محسوس ہوا کہ کروڑوں رشک جناں گلستانوں کے عنبر فشاں اور نکہت بیز جشن بہاراں میں آ گیا ہوں جہاں خوشبوؤں کی لپٹوں کا مقابلہ جاری ہے صورت حال نے ششدر کر دیا پھر جوں جوں روضۂ اقدس کے قریب پہنچا تو میرے ہوش اڑ گئے بارش کی وجہ سے روضہ اقدس کی دیوار گری ہوئی تھی اور قبور مبارکہ نظر آ رہی تھیں تو میں روضۂ اقدس میں داخل ہوا اور سرکار سے سلام عرض کیا اور تھوڑی دیر ٹھہرا اتنے میں کسی کے آنے کا احساس ہوا کہ بوئے یار نے محبوب کو کھینچ لیا تھا جناب عمر بن عبدالعزیز دکھائی دیئے جو قبر انور کو ننگا دیکھ کر خوف و اضطراب بے چینی اور تشویش سے اتنا روئے کہ اس دن سے زیادہ کبھی کسی نے ان کو رونے والا نہ دیکھا اور وہیں محبوب کائنات کے پہلو میں بیٹھ گئے اور سپیدی سحر کا انتظار کرنے لگے اور گریہ و زاری میں پوری رات گزار دی صبح سویرے مدینہ منورہ کے مشہور اور سعادت مند معمار وردان کو بلایا کہ جس نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ بنایا تھا اور اسے موقع دکھایا تو وہ بھی آبدیدہ ہو گیا اور آلات تعمیر کے ساتھ آ کر مٹی ٹھیک کرنے لگا اور ابھی ایک طرف سے مٹی ٹھیک کر ہی رہا تھا کہ اچانک ایک قدم مبارک پنڈلی تک نمایاں ہو گیا تو فوراً یہ منظر دیکھ کر حضرت عمر بن عبدالعزیز گھبرا کر کھڑے ہو گئے کہ شاید یہ رسول اللہ ﷺ کا قدم مبارک ہے تو

حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتایا کہ لا واللہ ماھی قدم النبی صلی الله علیه وسلم ماھی الاقدم عمر (قسم خدا کی یہ حضور سرور کائنات کا قدم مبارک نہیں ہے بلکہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قدم مبارک ہے) وامر اہا حفصہ مولیٰ عائشہ رضی اللہ عنہا وناسامعہ فبنوا الجدار (پھر آپ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے غلام ابو حفصہ کو حکم دیا تو انہوں نے دوسروں کے ساتھ مل کر دیوار بنائی اس کے بعد اندر جا کر صفائی کرنے کے لیے حضرت عمر بن عبدالعزیز سعادت حاصل کرنے اور ارادہ خود رکھتے تھے تو حضرت رجاء بن حیوۃ موجود تھے انہوں نے فرمایا کہ اے امیر المومنین اگر آپ اندر تشریف لے گئے تو ساری مخلوق بے قرار ہو کر ٹوٹ پڑے گی لہٰذا کسی اور کو اس سعادت کے لیے حکم فرمائیں اس سے رجاء بن حیوۃ خود اس سعادت سے بہرہ مند ہونا چاہتے تھے تو حضرت عمر نے فرمایا کہ ہم ہجوم کر کے روضۂ اقدس کے مکینوں کو تکلیف نہ دیں گے پھر آپ نے اپنے غلام مزاحم کو اس سعادت کے لیے حکم دیا تو جب مزاحم صفائی کے کام میں لگ گیا تو اس وقت حضرت عمر کی محبت حرف تمنا بن کر ہونٹوں پر آ گئی کہ اگر یہ سعادت میرے حصہ میں آتی تو ساری دنیا سے زیادہ مجھے محبوب ہوتی۔

پھر خلیفہ ہارون رشید کے عہد میں ان کی والدہ خیزران ۱۷۰ھ میں مدینہ طیبہ وارد ہوئیں انہیں مقدس مقامات پر عقیدت و محبت کے پھول پیش کرنے کا بہت شوق تھا ابراہیم بن فضل نے اس معاملہ میں ان کی رہنمائی فرمائی تو روضۂ اقدس اور مسجد نبوی کو خلوق خوشبو سے معطر کیا جو اس کی کنیز مونسہ کے ہاتھوں انجام پایا۔ پھر خلیفہ المتوکل نے ۲۳۳ھ میں روضہ اقدس کے گرد سنگ مرمر کا فرش بچھانے کا بطور خاص اہتمام کیا جس کے لیے ایک ماہر فن معمار اسحاق کو مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ کی تعمیرات کا مہتمم اعلیٰ مقرر کیا اور اسے حجرۂ پاک میں سنگ مرمر بچھانے کا حکم دیا۔

خلیفۃ المقتفی نے ۵۴۸ھ میں ان تعمیرات پر اور اضافہ کیا اور از سر نو سنگ مرمر بچھایا اور صندل و آبنوس کی نہایت خوبصورت اور پھولدار کھڑکیاں لگائی گئیں۔ اور مصری بادشاہ نور الدین کے وزیر جمال الدین نے حرم نبوی کو شفاف اور مراق پتھروں سے بڑی عقیدت و محبت کے ساتھ سجایا اور شاہان مصر کے وزیر حسن بن ہیجاء نے سفید ریشمی پردے لٹکائے جس پر سورۂ یٰسین لکھی ہوئی تھی۔

خلیفۃ المقتفی نے ۵۷۰ھ میں بنفشی رنگ کے ریشمی پردے تیار کرائے اور ان

کے چاروں کنارے پر ابوبکر، عمر، عثمان اور علی لکھوا کر وہاں لٹکائے۔

سلطان رکن الدین نے ۶۶۷ھ میں حج کرنے کے بعد روضۂ رسول ﷺ پر حاضری دی تو اس کے دل میں روضۂ اقدس کے اردگرد جالی لگانے کا خیال پیدا ہوا چنانچہ اس نے آنے والے سال جالی بنا کر بھیجی جو ۶۶۸ھ میں روضۂ اقدس کے اردگرد لگائی گئی۔ قلاودن خاندان کے لوگوں کی خدمات روضۂ اقدس ﷺ کے بارے میں بہت ہیں چنانچہ قلاودن کے پوتے سلطان الصالح اسماعیل نے ۷۶۰ھ میں ملک مصر میں ایک گاؤں خرید کر اس کی آمدنی کعبہ مقدسہ کے غلاف اور روضۂ اقدس کے پردے کے لیے وقف کردیا غلاف ہر سال اور پردے ہر پانچویں سال ڈالے جاتے رہے جیسا کہ علامہ سمہودی رقمطراز ہیں۔ اشتری قرية من بيت المال المسلمين بمصر ووقفها على كسوة الكعبة المشرفة فى كل سنة وعلى كسوة الحجرة المقدسة والممبر الشريف كل خمس سنين (وفاء الوفاء ص ۳۹)

پھر مصر پر ترکی سلاطین کے قبضہ کے بعد سلطان سلیمان اعظم نے ملک الصالح کے اس وقف میں سات گاؤں کا اور اضافہ کردیا جس کی آمدنی سے ہر سال کعبہ کا غلاف اور ہر پانچویں سال حجرۂ مبارکہ کے پردے اور ممبر نبوی کا غلاف مصر سے بن کر آنے لگا۔ اس کے بعد ۷۶۵ھ میں سلطان حسن بن محمد نے گنبد پاک کی از سر نو تعمیر کرائی پھر ۸۸۱ھ میں اس گنبد پاک کی تعمیر کا سلسلہ شروع ہوا جس کی تکمیل بروایت علامہ سمہودی ۸۹۲ میں ہوئی اور بروایت امام محمد مہدی صاحب مطالع المسرات ۸۸۶ھ میں ہوئی اور روضۂ رسول کی تعمیر اس صفت پر اب بھی ہے جیسا کہ امام محمد مہدی صاحب مطالع المسرات رقمطراز ہیں: وصفة الروضة الشريفة على ماهى عليه الآن بعد انشائها عام ستة وثمانين وثمان مائة (مطالع المسرات ص ۱۳۸) اور اس کے بعد ۱۲۳۳ھ میں عثمانی خلیفہ محمود خاں نے روضۂ اقدس کی تزئین میں کافی دلچسپی لی اور ذاتی طور پر حصہ لے کر گنبد پاک پر سبز رنگ کرایا اسی دن سے روضۂ اقدس ﷺ کو گنبد خضریٰ سے یاد کیا جانے لگا۔

نفسى الفداء لقبر انت ساكنه
فيه العفاف وفيه الجود والكرم

(بشکریہ ماہنامہ کنزالایمان، دہلی)

✿......✿......✿

شیخ شیوخ العالم سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ

پیر سید محمد فاروق القادری

یوں تو شخصیات کو پرکھنے کے دنیا میں کئی پیمانے ہیں، مگر شہرت عام اور مقبولیت انام ایک ایسا پیمانہ ہے جس کے ذریعے گردش ایام اور انقلاب عالم کو سامنے رکھتے ہوئے کسی بھی شخصیت کو بآسانی جانچ سکتے ہیں۔ علماء و مشائخ، ادباء و شعراء، سلاطین و ملوک اور ارباب فنون میں سے کئی لوگ آسمان شہرت کا ستارہ بن کر چمکے اور دنیا پر چھا گئے، لیکن وقت گزرنے کے ساتھ آہستہ آہستہ ان کی وہ شہرت گھٹتی چلی گئی، البتہ ان میں سے بعض ایسی نام ور ہستیاں اور قد آور شخصیتیں ہوگزری ہیں کہ اپنے علم و عمل اور گراں قدر خدمات کی بنا پر لوگوں کے دلوں میں وقت کے ساتھ ساتھ ان کی محبت وعقیدت بڑھتی جاتی ہے۔ اس نکتہ نگاہ سے اگر دیکھا جائے تو صوفیہ و مشائخ کے تمام سلاسل میں سب سے پہلے جس عظیم ہستی پر نگاہ پڑتی ہے، وہ قطب الاقطاب، شیخ شیوخ العالم، محبوب سبحانی، غوث صمدانی سید عبدالقادر جیلانی ؓ کی ذات گرامی ہے، جن کی عظمت اور عوام و خواص کے دلوں میں محبت وعقیدت، نوسوسالہ طویل عرصے کے حوادثات اور انقلاب کے باوجود قائم و دائم ہے۔ بلاشبہ یہی وہ عظیم لوگ ہیں جن کی محبت و عظمت کے جھنڈے انسانی قلوب میں گڑے ہوئے ہیں اور جن کی رفعتوں کے افسانے آفتاب و ماہتاب کی زبانوں پر ہیں۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

ابتدائی تعلیم

اسم گرامی عبدالقادر، کنیت ابومحمد اور لقب محی الدین قرار پایا۔ زبانِ خلق نے غوث اعظم، محبوب سبحانی، قطب ربانی اور پیران پیر، ایسے القابات نذر گزارے، جو اپنی واقعیت اور حقیت کی بناء پر ایک طرح کا نام ہوگئے۔ آپ ۴۷۰ھ اور ایک روایت میں ۴۷۱ھ میں طبرستان کے نواحی قصبے جیلان میں پیدا ہوئے [۱] اسی کو گیل اور گیلان بھی کہتے ہیں۔ بعض محققین کے مطابق جیلان یا گیلان سارے علاقے کا نام تھا، جس میں کئی قصبے شامل ہیں۔ ان محققین کے نزدیک آپ کی پیدائش قصبہ ''نیف'' میں ہوئی۔ [۲]

نسبی سیادت دونوں طرف سے حاصل تھی۔ والد گرامی کی طرف سے سلسلۂ نسب سیدنا امام حسن ؓ تک پہنچتا ہے اور والدہ ماجدہ کی طرف سے سیدنا امام حسین ؓ تک۔ گویا آپ کا سلسلۂ نسب، سلسلۃ الذہب ہے۔ نسب عالی یوں ہے:

''محی الدین ابومحمد عبدالقادر بن ابی صالح جنگی دوست [۳] موسیٰ بن ابی عبداللہ بن یحییٰ الزاہد بن محمد بن داؤد بن موسیٰ الجون بن عبداللہ المحض بن الحسن المثنی بن الحسن بن علی بن ابی طالب ؓ''-----[۴]

منقول ہے کہ رمضان المبارک میں دن کے وقت دودھ نہیں پیتے تھے، چناں چہ یہ بات عام مشہور ہوگئی کہ سادات کے گھرانے میں ایک ایسا بچہ پیدا ہوا ہے، جو رمضان میں دن کے وقت دودھ نہیں پیتا۔ [۵]

ابتدا ہی سے پیشانی مبارک سے رشد و ہدایت کے آثار ہویدا تھے۔ سب سے پہلے قرآن مجید حفظ کیا اور پھر دوسرے اسلامی علوم کی تحصیل میں مشغول ہوگئے۔ اٹھارہ برس کی مختصر عمر میں وطن مالوف کو خیرباد کہہ کر وقت کے مشہور علمی مرکز بغداد کا رخ کیا۔ والدہ ماجدہ نے رخصت ہوتے وقت چالیس دینار کی تھیلی ہاتھ میں تھماتے ہوئے نصیحت کی:

''راستی وصدق کسی حال میں نہ چھوڑنا''------

راستہ میں قافلہ پر ڈاکوؤں نے حملہ کیا، ہر شخص مال چھپانے، جان بچانے کی فکر میں ہوا، مگر اس سعادت مند فرزند اور اللہ کے برگزیدہ بندے نے صاف صاف اپنی مالیت بیان کردی۔ ڈاکو راست بازی اور دیانت کی اس کرامت پر دنگ رہ گئے اور تائب ہوکر داخل بیعت ہوئے۔ [۶]

بغداد پہنچ کر اپنے دور کے نام ور اور ماہر اساتذہ سے آپ نے علوم وفنون کی تکمیل فرمائی، بعض روایات کے مطابق مشہور اسلامی یونی ورسٹی نظامیہ میں بھی زیر تعلیم رہے۔ فطری صلاحیت اور علمی ماحول نے سونے پر سہاگے کا کام کیا اور تھوڑے ہی عرصے میں آپ ایک جید عالم دین اور نام ور بزرگ کے طور پر معروف ہوگئے۔

آپ کا علمی مقام

بغداد ہی میں مسند درس و تدریس اور افتاء پر متمکن ہوئے، صبح و شام دونوں وقت تفسیر، حدیث، مذہب، اخلاقیات، اصول اور نحو کا درس آپ کا معمول تھا، جلد ہی آپ کے علمی تبحر اور فتویٰ نویسی کی دھاک بیٹھ گئی۔ آپ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مسلک پر

فتوے دیتے تھے۔ بعض حضرات کے خیال میں ابتداءً آپ شافعی المسلک تھے، جب کہ آخری عمر
میں حنبلی مکتب فکر کی طرف میلان زیادہ ہو گیا تھا[۷] چنانچہ آپ کی ذات گرامی مرجع الکل اور امام
العلماء کی حیثیت اختیار کر گئی۔ اطراف واکناف کے علاوہ عالم اسلام کے دور دراز مقامات سے
تشنگان علوم کھچے چلے آنے لگے، عراق کے علماء تمام مشکل مسائل میں آپ ہی کی طرف رجوع
کرتے، چنانچہ بیسیوں ایسے مسائل جن کے حل میں علمائے وقت پریشان تھے، آپ کی بارگاہ سے
حل ہوئے۔ ایک دفعہ ایک شخص نے قسم اٹھائی کہ:

''اگر میں تنہا ایسی عبادت نہ کروں جو میرے بغیر اس وقت روئے زمین پر کوئی نہ
کر رہا ہو تو میری بیوی کو طلاق ہو''-----

علماء کے سامنے یہ مسئلہ پیش ہوا تو وہ حیران و پریشان ہوئے، بالآخر حضرت غوث اعظم ؓ
کی خدمت میں یہ سوال پیش کیا گیا، آپ نے فرمایا:

''وہ شخص مکہ مکرمہ جائے اور مطاف خالی کرا کر طواف کرے''-----

یہ سن کر سارے علماء سرنگوں ہو گئے اور پکار اٹھے، سبحان من انعم علیہ-----

ایک دفعہ مجلس مبارک میں ایک قاری نے قرآن مجید کی ایک آیت تلاوت کی، آپ نے اس
آیت کی تفسیر شروع کی، چنانچہ آپ نے گیارہ ایسی مختلف تفسیریں بیان فرمائیں جو حاضرین سمجھتے
رہے، اس کے بعد آپ نے وہ تفسیر شروع کی جسے سامعین سمجھنے کی طاقت نہ رکھتے تھے۔ اس آیت
کی چالیس مختلف تفسیریں اس انداز سے بیان فرمائیں کہ ہر تفسیر مدلل اور ہر ایک کی اس طرح
تشریح کی کہ سامعین عش عش کرا اٹھے۔ اس کے بعد فرمایا:

''اب ہم قال سے حال کی طرف آتے ہیں''-----

یہ سنتے ہی مجمع میں آہ و بکا کا وہ شور اٹھا کہ کسی کو تن بدن کا ہوش نہ رہا۔[۸]

آپ کا اپنا بیان ہے کہ ایک دفعہ میں صحرائے عراق میں عبادت میں مشغول تھا، میں نے
دیکھا کہ آسمان سے زمین تک نور پھیل گیا ہے، یکا یک اس میں سے آواز آئی:

''عبدالقادر! میں تیرا پروردگار ہوں، میں نے ساری حرام چیزیں تیرے لیے
حلال کر دی ہیں''-----

میں نے لاحول ولا قوۃ پڑھ کر کہا:

دور ہو اے لعین! اتنے میں وہ روشنی تاریکی سے بدل گئی اور آواز آئی:

''تو اپنے علم کی وجہ سے مجھ سے بچ گیا ہے، ورنہ میں اس طرح ستر کاملوں کو گمراہ
کر چکا ہوں''-----[۹]

مسند رشد و ہدایت

اہل تذکرہ کے مطابق آپ کی نسبت ارادت براہ راست سرور عالم ﷺ سے تھی اور انوار و
فیوض کا نزول بھی براہ راست خواجہ عالم ﷺ کی طرف سے ہوتا تھا[۱۰] تاہم ظاہری طور پر آپ
نے قاضی ابوسعید مبارک مُخَرِّمی [۱۱] سے نسبت قائم کی اور خرقۂ خلافت حاصل کیا۔ ان کے
علاوہ شیخ حماد، شیخ ابو یوسف اور یعقوب ہمدانی کی صحبت میں بھی رہے، شیخ حماد شیخ صحبت تھے۔
آپ کا ظاہری سلسلۂ ارشاد اس طرح ہے:

آپ نے خرقہ مبارکہ قاضی ابوسعید مبارک مخرمی سے، انہوں نے شیخ ابوالحسن علی بن محمد القرشی
سے، انہوں نے ابوالفرح طرطوسی سے، انہوں نے ابوالفضل عبدالوحد تمیمی سے، انہوں نے
معروف کرخی سے، انہوں نے داؤ طائی سے، انہوں نے حبیب عجمی سے، انہوں نے حسن بصری
سے، انہوں نے امیرالمومنین علی مرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم سے، انہوں نے مرشد کل آقا و مولی محمد
رسول اللہ ﷺ سے حاصل کیا۔ حضرت سیدنا غوث اعظم ؓ سے پوچھا گیا کہ وہ کون سی چیز ہے
جسے آں حضور ﷺ نے بارگاہ الوہیت سے حاصل کیا اور آگے مشائخ آپ سے حاصل کرتے
رہے؟ فرمایا:

''علم اور ادب''-----[۱۱]

ابوالفتح ہروی کا بیان ہے کہ میں نے پورے چالیس سال حضرت غوث اعظم ؓ کی خدمت
میں گزارے، آپ یہ سارا وقت عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا فرماتے رہے۔ انہی مجاہدات اور
ریاضتوں کے بعد آپ اس مقام پر فائز ہو گئے جو اس راہ کا آخری مقام یعنی ''درجۂ محبوبیت''
ہے۔ چنانچہ آپ ارشاد و تلقین، رشد و ہدایت اور وعظ و نصیحت کے منبر پر جلوہ فگن ہوئے، آپ
کے وعظ سلوک و معرفت، شریعت و طریقت اور فیوض و انوار الوہیت کا مظہر و سرچشمہ ہوتے۔
تھوڑے ہی عرصے میں ہزاروں کی تعداد میں لوگ ان نورانی مجلسوں میں شریک ہونے لگے
اور حاضرین کی تعداد ستر ستر ہزار تک ہوا کرتی تھی[۱۲] جن میں مشائخ عصر، علمائے دین،
مفتیان کرام اور رجال الغیب بھی شامل ہوتے۔ جب آپ کرسی پر رونق افروز ہوتے تو آپ کی

ہیبت کا یہ عالم ہوتا کہ حاضرین میں سے کوئی شخص ادھر ادھر دیکھتا نہ لعاب دہن پھینکتا، بلکہ تمام لوگ محو ہوتے۔ آپ کی اس پاکیزہ محفل میں بیک وقت چار چار سو قلم دوات آپ کی تقریر لکھ رہے ہوتے تھے[۱۳] اور کئی دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ کئی پروانے حقائق و معرفت کے ان رموز کی تاب نہ لاتے ہوئے دوران وعظ جام شہادت نوش کر گئے۔[۱۴]

آپ کے ہر وعظ میں جہاں سیکڑوں کی تعداد میں چور، ڈاکو اور دوسرے بدقماش لوگ تائب ہوتے، وہاں ہزاروں غیر مسلم یہودی، نصرانی اور مجوسی کلمہ طیبہ پڑھ کر حلقہ بگوش اسلام ہوتے۔ آپ کی تقاریر کا بنیادی فلسفہ کتاب و سنت کی پیروی، تعلق باللہ، توکل، مخلوق سے بے نیازی، ذکر خدا اور محبوبان بارگاہ بالخصوص مرشد کل آقا و مولیٰ حضرت محمد ﷺ کی ذات گرامی سے نسبت کی استواری ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

"بارگاہ الوہیت کی طرف کتاب و سنت کے پروں سے پرواز کرو اور آنحضور ﷺ کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دو، آپ کی ذات گرامی کو اپنا وزیر اور معلم بناؤ، وہی عالم ارواح کے حاکم، مریدوں کے مربی، مراد والوں کی مراد، نیکوکاروں کے امیر اور احوال و مقامات کے تقسیم کنندہ ہیں، کیوں کہ اللہ نے یہ چیزیں ان کے حوالے کر کے انہیں سب کا امیر بنا دیا ہے" -----[۱۵]

یوں تو تقریباً سب مشائخ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ کرامات اور خرق عادات کے لحاظ سے آپ کا کوئی ثانی نہیں، امام عبداللہ یافعی کا بیان ہے کہ آپ کی کرامات کی تعداد حد و شمار سے باہر ہے[۱۶] لیکن آپ کی مجلس وعظ تو بالخصوص کرامات کے ظہور کا مرکز اور ایک بہت بڑا ذریعہ تھی۔ چنانچہ آپ کی مجلس وعظ میں تمام انبیائے کرام، اولیائے عظام کی آمد بلکہ تربیت و تعلیم کے لیے خود سید المرسلین ﷺ کی تشریف آوری بھی متعدد بار ہوئی۔[۱۷]

روحانی مرتبہ

آپ کے روحانی مرتبے کے سلسلے میں یہ بات بجائے خود بڑی اہم ہے کہ آپ کے معاصرین اور بعد میں آنے والے ہر سلسلے کے مشائخ و صوفیہ نے آپ کے حضور اپنے اپنے مقام پر گلہائے عقیدت پیش کیے ہیں اور آپ کے ساتھ انتساب اپنے لیے باعث افتخار سمجھا ہے۔

آپ صدیقیت کے اس مقام پر فائز تھے، جہاں انسان فنا فی اللہ ہو کر لامحدود ہو جاتا ہے اور دنیا اپنی وسعتوں سمیت اس کے سامنے ذرۂ حقیر اور محکوم ہو کر رہ جاتی ہے۔ چنانچہ آپ کا ارشاد ہے:

"جو شخص میرے مدرسے کے دروازے سے گزرے گا، اس پر روز محشر عذاب میں تخفیف ہوگی" -----[۱۸]

اسی طرح فرماتے ہیں:

"سورج، سال، ماہ اور دن اپنے آغاز میں مجھے سلام کرتے ہیں اور اپنے اندر ہونے والے تمام واقعات کی مجھے اطلاع دیتے ہیں۔ میں تمام نیک اور بد لوگوں سے باخبر ہوں، میری آنکھیں لوح محفوظ پر لگی ہوئی ہیں" -----[۱۹]

شیخ ابوالقاسم کا بیان ہے کہ آپ نے فرمایا:

"جو شخص مجھے تکلیف میں پکارے، میں اس کی تکلیف دور کرتا ہوں، جو رنج و مصیبت میں مجھے فریاد کرے اور میرے نام کی دہائی دے، اس کی مدد کرتا ہوں اور جو شخص بارگاہ الٰہی میں میرے واسطے سے اپنی حاجت طلب کرے، اس کی وہ حاجت پوری ہو جاتی ہے" -----[۲۰]

منقول ہے کہ جب شہر سے گزرتے تو ہزاروں لوگ دست بستہ اپنی حاجتیں لیے منتظر کھڑے ہوتے۔ یہی وہ عظیم مرتبہ ہے جس کی بنا پر آپ نے ایک دفعہ دوران وعظ فرمایا:

قدمی هذه علی رقبة کل ولی للّٰه-----

اس وقت محفل مبارک میں عراق کے پچاس عظیم المرتبت ولی موجود تھے، ان میں چند ایک کے نام یہ ہیں:

"شیخ علی بن الہیتی، شیخ بقا بن بطو، ابو سعید القیلوی، ابوالنجیب السہروردی، الشہاب عمر السہروردی، ابوالبقا البقال، ابو حفص الکیمانی، ابومحمد العیقوبی، ابومحمد الحریمی" -----

شیخ ماجد الکروی کا بیان ہے کہ اس فرمان پر روئے زمین کا کوئی ایسا ولی نہیں تھا جس نے اپنی گردن نہ جھکا لی ہو[۲۱] تحدیث نعمت کے طور پر اپنے مقام کی طرف خود اپنے مشہور قصیدۂ غوثیہ میں یوں اشارہ کرتے ہیں:

و اطلعنی علی سِرٍّ قَدِیم — و قلّدنی و اعطانی سوالی
و ولّانی علی الاقطابِ جمعًا — فحکمی نافذٌ فی کل حالٍ
انا الباری اشهب کل شیخ — و من ذا فی الرجال اعطی مثالی

طبولی فی السماء و الارض دقت　　و شاؤس السعادة قد بدالی

نظرت الی بلاد اللّٰہ جمعًا　　کخردلۃٍ علٰی حکم اتصال

و کل ولی لہ قدمٌ و انّی　　علٰی قدم النبی بدر الکمالِ [۲۲]

شیخ عبدالحق محدث دہلوی ﷺ نے اخبار الاخیار میں آپ کا نام یوں لیا ہے:

قطب الوقت، سلطان الوجود، امام الصدیقین، حجۃ العارفین، روح المعرفۃ، قلب الحقیقۃ، خلیفۃ اللہ فی ارضہ و وارث کتابہ و نائب رسولہ، الوجود البحت، والنور الصرف، سلطان الطریق، والمتصرف فی الوجود علی التحقیق ﷺ------[۲۳]

آپ ﷺ کے روحانی مقام اور فضائل و کمالات کی طرف نگاہ اٹھتی ہے تو مجبوراً یہی فیصلہ کرنا پڑتا ہے کہ:

لسان النطق عنہ اخرس

آپ کا طریق تصوف

جو لوگ بلا سوچے سمجھے تصوف کو عجمی پودا قرار دیتے ہیں، انہیں چاہیے کہ حضرت سیدنا غوث اعظم ﷺ کی تصنیفات بالخصوص فتوح الغیب کا مطالعہ کریں اور اندازہ لگائیں کہ اسلامی تصوف اور عجمی تصوف میں کتنا فرق ہے۔ آپ کا طریق ان امور پر مشتمل تھا:

''تفویض و تسلیم، قلب و روح کی موافقت، ظاہر و باطن کا اتحاد، صفات بشری سے چھٹکارا، نفع و نقصان اور قرب و بعد سے بے نیازی، تمام حالات میں ثبوت مع اللہ، تجرید توحید اور توحید تفرید، جس کے ساتھ مقام عبودیت میں حضور ہو اور عبودیت کمال ربوبیت سے مستفید ہو، ہر لمحے کتاب و سنت کی پابندی، اتباع شریعت اور اسرار حقیت کا مشاہدہ''------[۲۴]

آپ کی پاکیزہ زندگی سنت و سیرت مصطفیٰ ﷺ کی جیتی جاگتی تصویر تھی، فتوح الغیب کی ایک ایک سطر میں اتباع سنت، پیروی شریعت، صبر، اخلاص، زہد، توکل اور تقدیر پر رضامندی کی دعوت ہے، آپ کی تصنیفات میں فلسفیانہ موشگافیوں کے برعکس حقائق کو فطری زبان میں بیان کیا گیا ہے، ان میں دلوں کے لیے اپیل اور دماغوں کے لیے کشش ہے، آپ کی تصانیف میں دلائل نہیں بلکہ نتائج کا بیان ہے، آپ نے سماع کے قسم کی کوئی چیز نہیں سنی [۲۵] بلکہ ذکر خداوندی اور اتباع سنت سے وہی کام لیا جو دوسرے مشائخ سماع

وغیرہ سے لیتے ہیں۔

باقیات صالحات

باقیات کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو بڑی برکت دی، آپ کی معنوی اور روحانی اولاد کا سلسلہ جتنا وسیع ہے، صلبی اور نسبی اولاد بھی اسی طرح پورے عالم اسلام میں پھیلی ہوئی ہے۔ سلسلہ عالیہ قادریہ جو تمام سلاسل سے بڑا اور فوقیت رکھتا ہے، کے پیروکار اسلامی دنیا کے ہر گوشے میں پھیلے ہوئے ہیں۔ قادریہ سلسلہ کی خانقاہیں چپے چپے پر موجود ہیں، اسلام کی تبلیغ اور نشر و اشاعت کے سلسلے کے مشائخ و صوفیہ نے اپنے مقتداء و بانیٔ سلسلہ کے نقش قدم پر گراں قدر خدمات انجام دی ہیں اور رہتی دنیا تک ان کے یہ کارنامے سنہری حروف سے لکھے جائیں گے۔ چونکہ حضور سیدنا غوث اعظم ﷺ کے فقر و تصوف کی بنیاد اتباع سنت پر شدت کے ساتھ پابندی پر ہے، یہی وجہ ہے کہ قادریہ سلسلے کی خانقاہوں میں آج بھی نسبتاً زیادہ دینی اور اسلامی ماحول پایا جاتا ہے۔

آپ ﷺ نے چار شادیاں کیں، جن سے اللہ تعالیٰ نے کثرت سے اولاد عطا فرمائی۔ آپ کے جن صاحب زادوں کے نام ہمیں مل سکے، وہ یہ ہیں:

''۱......سید عبدالوہاب ۲......شیخ عیسیٰ ۳......شیخ ابوبکر ۴......سید عبدالجبار
۵......سید عبدالرزاق ۶......سید ابراہیم ۷......سید محمد ۸......سید یحییٰ ۹......سید عبداللہ
۱۰......سید موسیٰ''------[۲۶]

یہ سارے عالم باعمل، متقی، پرہیزگار اور اپنے والد گرامی کے نقش قدم پر کاربند رہے۔ ان کی پاکیزہ زندگیوں کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید یہ محاورہ انہی نفوس قدسیہ کے لیے وضع ہوا، ''اَلْوَلَدُ سِرٌّ لابیہ''۔ آگے ان کی نسل چلی، جس نے ساری دنیا میں آپ کے فیوض و انوار پہنچائے۔

حقیقت یہ ہے کہ آثار اور باقیات کے سلسلے میں یہ بات فی الواقع بہت اہم ہے کہ ہر دور میں لاکھوں انسان اس کے فرمودات و فیوضات کو سینہ بسینہ محفوظ کر کے آگے نقل کرتے رہیں، تاہم تصانیف کے میدان میں بھی آپ پیچھے نہیں رہے، آپ نے مندرجہ ذیل تصانیف چھوڑیں:

۱......غنیۃ الطالبین　　۲......فتوح الغیب
۳......الفتح الربانی　　۴......جلاء الخاطر
۵......الیواقیت والحکم　　۶......الفیوضات الربانیہ

۷......حزب بشائر الخیرات ۸......المواہب الرحمانیہ-----[۲۷]

اخلاق و عادات

آپ انتہائی کریم النفس اور وسیع الاخلاق تھے، کمزور لوگوں کے ساتھ نشست و برخاست پسند فرماتے، فقراء کی تواضع کرتے، چھوٹوں پر شفقت اور بڑوں کا احترام کرتے، ہمیشہ سلام میں پہل کرتے، لوگوں کی غلطیوں اور لغزشوں سے درگزر فرماتے، جو بھی آپ کے سامنے جھوٹ بولتا یا غلط بات کرتا اس کی پردہ پوشی فرماتے، ہمیشہ خوش رو رہتے۔ آپ کی مہمان نوازی ضرب المثل تھی، ہزاروں لوگ دونوں وقت دستر خوان پر کھانا کھاتے، لیکن خود اپنے گاؤں کی خالص حلال وطیب آمدنی میں سے خورد و نوش کا انتظام فرماتے۔ خلفائے وقت اور امراء کے ہاں جانے کی ہرگز عادت نہ تھی، بدکار، فاسق، امراء اور ظالم لوگوں کی تعظیم کے لیے کبھی نہ اٹھتے، اگر خلیفہ کی آمد ہوتی تو مکان کے اندر تشریف لے جاتے اور خلیفہ کی آمد کے بعد نکلتے تا کہ اس کی تعظیم کے لیے اٹھنا نہ پڑے۔ اگر خلیفہ یا کسی گورنر کے نام نامہ مبارک کی ضرورت پیش آتی تو یوں تحریر فرماتے:

"عبدالقادر کا تجھ سے ارشاد ہے اور اس کا ارشاد تجھ پر نافذ ہے"-----

خلفاء اور حکام والا نامہ کو چوم کر سر آنکھوں پر جگہ دیتے۔[۲۸]

ایک دفعہ جامع مسجد میں آپ کو چھینک آئی، تشمیت میں ساری مسجد یرحمک اللہ کی آواز سے گونج اٹھی، خلیفہ مستنجد باللہ جو اس وقت مسجد کے محراب میں موجود تھا، پریشان ہو گیا اور پوچھنے لگا، یہ کیسی آواز ہے؟ اسے بتایا گیا کہ شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی چھینک کے جواب میں لوگ یرحمک اللہ سے تشمیت کر رہے ہیں۔

سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ بادشاہوں سے ہدیہ قبول نہیں فرماتے تھے، اس کے علاوہ اگر کوئی تحفہ یا نذرانہ آتا تو اسے قبول کر کے فوراً تقسیم فرما دیتے۔ ایک دفعہ خلیفہ وقت مستنجد باللہ نے حاضر ہو کر اشرفیوں کے دس توڑے پیش کیے، حسب معمول انکار فرمایا، ادھر سے اصرار بڑھا، آپ نے ایک توڑا اپنے داہنے ہاتھ اور دوسرا بائیں ہاتھ سے اٹھا کر دونوں کو رگڑا تو اشرفیوں سے خون بہنے لگا، خلیفہ سے ارشاد فرمایا:

"اللہ سے شرم نہیں آتی، انسانوں کا خون کھاتے ہو اور اسے جمع کر کے میرے پاس لاتے ہو"-----

راوی کا بیان ہے کہ یہ دیکھ کر خلیفہ بے ہوش ہو گیا۔[۲۹]

منقول ہے کہ ایک دفعہ حج کے لیے روانہ ہوئے، بغداد سے تھوڑے فاصلے پر ہی منزل

کی، علاقے بھر کے علماء اور روساء جمع ہو گئے، ہر ایک کی خواہش تھی کہ آپ میرے ہاں قیام فرمائیں، لیکن آپ نے فرمایا کہ ایسا گھرانہ دیکھو جس سے زیادہ مفلس اور غریب اور کوئی نہ ہو، چنانچہ ایک ایسی بوڑھی مسکین عورت جس کا ضعیف العمر خاوند اور ایک بچی کے علاوہ کوئی نہ تھا، کی کٹیا میں اترے، نذرانوں اور ہدایا کی فتوحات شروع ہوئیں، صبح تک نقد اور جنس کے ڈھیر لگ گئے اور سیکڑوں جانور اکٹھے ہو گئے، آپ نے وہ سارا مال و متاع ان ضعیف العمر میاں بیوی کو عطا کر دیا اور چل دیے۔

چوں کہ آپ دلوں کے کھٹکوں اور بھیدوں پر فوراً مطلع ہو جاتے تھے، اس لیے مجلس مبارک ہیبت و وقار کا مرقع ہوتی، محفل میں کسی کو سوال کرنے یا کچھ مانگنے کی نوبت بہت کم آتی، ادھر دل میں خیال آیا، ادھر اس پر عمل ہو گیا۔

کسی اہل دل نے آپ کی پیدائش مبارک، عمر اور وصال کو اس شعر میں کس خوبی سے سمویا ہے:

سنین کامل و عاشق تولد
۹۱ ۴۷۱

وفاتش داں کہ معشوق الٰہی
۵۶۲ھ [۳۰]

حوالہ جات و حواشی

۱......بہجۃ الاسرار، مؤلفہ الشیخ نور الدین ابو الحسن علی بن یوسف الشافعی، مطبوعہ مصر، صفحہ ۸۸

......اخبار الاخیار، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، مطبوعہ مجتبائی دہلی، صفحہ ۹

۲......بہجۃ الاسرار، صفحہ ۹-۸۸

۳......آپ جنگ جو اور مجاہد تھے، اس لیے جنگی دوست کے لقب سے مشہور ہوئے۔ آپ کا اسم گرامی موسیٰ ہے، بعض حضرات نے یہ دو مختلف نام سمجھے ہیں، جو غلط ہے۔

۴......طبقات الکبریٰ، شیخ عبدالوہاب الشعرانی، مطبوعہ مصر، جلد ۱، صفحہ ۱۰۸

۵......اخبار الاخیار، صفحہ ۱۶

۶......تصوف اسلام، مولانا عبدالماجد دریا آبادی، مطبوعہ المعارف، صفحہ ۸۰

۷......تاریخ مشاہیر اسلام، قاضی سلیمان منصور پوری، صفحہ ۸۱

۸......اخبار الاخیار، صفحہ ۱۱ ۹......بہجۃ الاسرار، صفحہ ۱۲ ۱۰......تصوف اسلام، صفحہ ۷۸

۱۱......المخرّمی، یہ بغداد کے محلے مخرّم کی طرف نسبت ہے، جہاں یزید بن مخرم

کی اولاد میں سے کچھ لوگ رہے تھے، معلوم نہیں عام کتابوں میں یہ مخزمی (یا مخزومی) کیوں کر بن گیا ہے (س م ف)

۱۲.....بہجۃ الاسرار، صفحہ ۹۳ ۱۳.....اخبار الاخیار، صفحہ ۱۲
۱۴.....بہجۃ الاسرار، صفحہ ۹۵ ۱۵.....الفتح الربانی، مطبوعہ مصر، صفحہ ۹۷
۱۶.....تصوف اسلام، صفحہ ۷۸ ۱۷.....اخبار الاخیار، صفحہ ۱۳
۱۸.....قلائد الجواہر، الشیخ محمد بن یحییٰ التادفی الحنبلی، مطبوعہ مصر، صفحہ ۱۵
۱۹.....ایضاً، صفحہ ۲۶ ۲۰.....ایضاً، صفحہ ۳۶
۲۱.....ایضاً / اخبار الاخیار، صفحہ ۱۰
۲۲.....قصیدہ غوثیہ، مطبوعہ نوری کتب خانہ، صفحہ ۶-۴۵
۲۳.....اخبار الاخیار، صفحہ ۱۰ ۲۴.....اخبار الاخیار، صفحہ ۱۱
۲۵.....قلائد الجواہر، صفحہ ۳۵ ۲۶.....قلائد الجواہر، صفحہ ۳-۴۲
۲۷.....تصوف اسلام، صفحہ ۸۰، بحوالہ گولیتھ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام
۲۸.....تصوف اسلام، صفحہ ۸۲ ۲۹.....ایضاً، صفحہ ۸۱ ۳۰.....تاریخ مشاہیر اسلام، صفحہ ۷۹

حضرت پیر سید محمد فاروق القادری لاہور میں

علم و ادب، تحقیق و روحانیت، تصنیف و ترجمہ کی دنیا کے شہسوار حضرت پیر طریقت سید محمد فاروق القادری سجادہ نشین خانقاہ قادریہ شاہ آباد شریف گڑھی اختیار خان (رحیم یار خان) الحمرا ہال لاہور میں حضرت فقیہ اعظم مولانا محمد نور اللہ محدث بصیر پوری رحمہ اللہ تعالیٰ کی یاد میں منعقد ہونے والی عظیم الشان تاریخی کانفرنس میں خطاب کے لیے تشریف لائے تو ان کی معیت و رفاقت میں دو روز گزارنے کا موقع ملا۔ حضرت شاہ صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ کی کتاب ''فاضل بریلوی اور امور بدعت'' کو اس قدر مقبولیت نصیب ہوئی کہ اس کے پاکستان، انڈیا اور بنگلہ دیش سے متعدد ایڈیشن چھپ چکے ہیں الحمد اللہ اس کے عربی اور انگریزی زبان میں تراجم بھی ہو رہے ہیں۔ آج کل ان کے ہاں فصوص الحکم (شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہٗ) کا ترجمہ جاری و ساری ہے۔ ایک جلد چھپ چکی ہے دوسری چھپنے والی ہے آپ کی دیگر دو درجن کے لگ بھگ تصانیف و تراجم کی اپنی ایک مستقل حیثیت ہے جو اہل علم سے مخفی نہیں۔ حضرت شاہ صاحب نے وقت کی نبض پر ہاتھ رکھ کر کھچا کھچ بھرے الحمرا ہال کے اجتماع سے خطاب کیا جو ہر باشعور سامع کے دل کی آواز ثابت ہوا۔ وہ پورا خطاب بھی نذر قارئین ہونا چاہیئے ان شاء اللہ تعالیٰ کسی وقت شائع کیا جائے گا۔

حضرت شاہ صاحب کے اعزاز میں حضور مفتی اعظم ہند مولانا الشاہ مصطفےٰ رضا خان بریلوی قدس سرہٗ کے خلیفہ مجاز اور ہمارے کرم فرما بزرگ حضرت صوفی گلزار حسین قادری مدظلہ العالی نے مقامی ہوٹل میں ظہرانہ کا اچانک پروگرام بنایا جس میں محترم محمد یوسف خان خٹک، نامور قادر الکلام شاعر حضرت طارق سلطانپوری، محترم مولانا قاری محمد خان قادری، محترم صاحبزادہ سید غفران شرف گیلانی اور راقم الحروف (محمد محبوب الرسول قادری) نے بھی شرکت کی سعادت پائی۔ محترم مولانا قاری محمد خان قادری کی دعوت پر مصطفےٰ فاونڈیشن کے زیر اہتمام فاروق کالونی (والٹن) میں قائم کی گئی ''مصطفےٰ لائبریری'' وزٹ کرنے کے لیے تشریف لے گئے اور اپنے زریں خیالات سے آگاہ فرمایا جہاں لائبریری کے سٹاف ممبران اور مستقل قارئین کے علاوہ محمد یوسف خٹک، محمد تاج قادری وغیرہ احباب موجود تھے۔

شاہ صاحب کی گفتگو اور ان کی باتیں کانوں کے راستے دلوں میں اترتی ہیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان کا سایہ دراز کرے اور ان کے فیض کو مخلوق خدا میں عام فرمائے۔ آمین

امام احمد رضا ایک عظیم محقق و داعی

شیخ الحدیث پیر سید محمد عرفان شاہ مشہدی مدظلہٗ

محترم حاضرین اہل اسلام! یہ عظیم الشان کانفرنس ''امام احمد رضا انٹرنیشنل کانفرنس'' کے عنوان سے انعقاد پذیر ہے، بلکہ اس کی آخری ساعتیں ہیں، آپ بارہ بجے سے خطابات سماعت فرمارہے ہیں، برطانیہ اور پاکستان کے علماء اور دانشوروں نے اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی کے افکار اور ان کی تعلیمات کو تفصیل کے ساتھ پیش کیا ہے۔

جمعیت تبلیغ الاسلام کے سرپرست اعلیٰ، عالمی مبلغ اسلام، پیر طریقت پیر سید معروف حسین شاہ عارف قادری نوشاہی مدظلہ العالی نے عالمی سطح پر امام احمد رضا بریلوی اور ان کی تعلیمات کو روشناس کرانے کے لئے اس کانفرنس کا اہتمام فرمایا ہے، میں اس کوشش پر خراج تحسین پیش کرتا ہوں، نیز جمعیت کے اراکین کے لئے بھی دعا گو ہوں جنہوں نے ہر قسم کی قربانی دے کر اس کانفرنس کو کامیاب بنایا ہے۔

حضرات گرامی! مجھ سے پہلے ارباب علم و دانش اعلیٰ حضرت کی حیات و تعلیمات افکار، تبحر علمی اور تقویٰ و پرہیز گاری کے عنوان پر خطاب فرماچکے ہیں، میں اعلیٰ حضرت کے حوالے سے جو کچھ پیش کرنا چاہتا ہوں وہ اس لحاظ سے اہم ہے کہ اعلیٰ حضرت نے امت مسلمہ کے عقائد کے بچانے کے لئے فرق باطلہ کے خلاف جو چومکھی جنگ لڑی ہے، آج کچھ لوگوں کو تو ان کے اسلحہ اور ہتھیاروں سے واقفیت ہے اور کچھ لوگ ان سے واقف نہیں ہیں، ضرورت ہے کہ سب لوگ ان ہتھیاروں سے واقف ہوں تاکہ جنتی جماعت یعنی اہل

سنت کے خلاف جو فرق باطلہ کوشش کررہے ہیں اس کا توڑ کیا جاسکے۔

میرے بارے میں بعض لوگ کہتے ہیں کہ میں اپنی تقریر میں اپنے جذبات بھی شامل کردیتا ہوں، حالانکہ یہ صرف میرے جذبات نہیں بلکہ اکابر اہل اسلام کے جذبات بھی یہی ہیں، بلکہ قرآن و حدیث کا فرمان بھی یہی ہے، ایک مفتی، ایک محقق، ایک ریسرچ سکالر بغیر جذبات کے اپنا موقف پیش کرسکتا ہے، سامعین اس کے ساتھ اتفاق کریں یا نہ کریں، لیکن ایک سچا داعی اپنا مدعا بغیر جذبات کے پیش نہیں کرسکتا۔ داعی اپنے خون کا آخری قطرہ بھی اس مقصد کے لئے صرف کردیتا ہے کہ لوگ میرے ہمنوا بن جائیں۔ اعلیٰ حضرت صرف محقق نہیں بلکہ داعی تھے انہوں نے ایک ماحول کو توڑا اور دوسرا ماحول تیار کیا۔ کانفرنس کا مقصد یہ بھی ہے کہ اگر کسی شخص کا پیر و مرشد یا استاذ ڈھیلا ڈھالا تھا تو اسے بتایا جائے کہ وہ مصلحتوں کو بالائے طاق رکھ کر محبت رسول ﷺ میں ڈوب جائے، اعلیٰ حضرت اول و آخر محبت رسول ﷺ تھے۔

محققین نے بتایا ہے کہ اعلیٰ حضرت کو پچپن علوم میں مہارت حاصل تھی، جن میں سے سولہ علوم انہوں نے پڑھے اور باقی انہیں عطا کئے گئے، کوئی شخص پوچھ سکتا ہے کہ انہیں اتنے علوم کیوں دئے گئے؟ قدرت کریم کا عجیب نظام ہے، وہ جسے فہم و دانش، تفقہ اور بصیرت عطا فرماتا ہے تو اس سے کام بھی ایسا ہی لیتا ہے، ان کو اتنے علوم عطا کئے کہ اٹھو اور کام کرو۔

فاضل بریلوی نواب تھے، انہوں نے انگریز سے جاگیر نہیں لی تھی، ان کے دادا سعید اللہ خاں مغلیہ دور میں دس ہزاری کے مقام پر فائز تھے، انہیں مغلیہ حکمرانوں نے جاگیر عطا کی تھی، اعلیٰ حضرت کا اپنا پریس تھا، ''حسنی پریس'' اس کی آمدن اپنی ضروریات پر صرف کرنے کے علاوہ باقی رقم اشاعتِ کتب پر صرف کرتے تھے۔

مولانا حسنین رضا کو وصیت کی کہ میری وفات کے بعد 22 کھانے تیار کرکے صرف فقرا کو کھلانا، مالداروں کو نہ کھلانا، مخالفین اعتراض کرتے ہیں کہ انہیں کھانے کا فکر تھا میں کہتا ہوں کہ انہیں کھانے کا نہیں بلکہ کھلانے کا شوق تھا اور وہ بھی غرباء و فقراء کو، اس کے برعکس تھانوی صاحب نے اپنی چھوٹی بیوی کی امداد کے لئے چندے کی اپیل کی تھی اور کہا تھا کہ اگر میرے متعلقین ایک ایک روپیہ بھی اکٹھا کریں تو چھوٹی بی کا کام چل سکتا ہے۔

ببیں تفاوتِ رہ از کجاست تا بکجا؟

اعلیٰ حضرت کے دور میں بڑے فتنے پیدا ہوئے:

☆ ان میں سب سے بڑا فتنہ وہابیت کا تھا، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا پوتا اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا بھتیجا مولوی محمد اسماعیل دہلوی، محمد بن عبدالوہاب کی تصنیف ''کتاب التوحید'' سے متاثر ہوگیا۔ اس نے ''تقویۃ الایمان'' لکھ کر نجدی افکار کو ہندوستان میں پھیلانے کی کوشش کی۔

☆ دوسرا فتنہ مرزا غلام احمد قادیانی کا تھا، یہ فتنہ اس وقت عروج پر تھا۔ مرزا قادیانی انگریز کی حمایت حاصل کرکے تمام وسائل بروئے کار لاکر اور ملازمتیں دلا کر اپنی جماعت کو بڑھا رہا تھا،

☆ تیسرا فتنہ رافضیت کا تھا، اس فتنہ نے مغلیہ دور کے اختتام پر بڑی ترقی کی، جہانگیر کی بیوی نور جہاں شیعہ تھی، اس کا بھائی آصف جاہ کٹر شیعہ تھا، اس نے ایران سے ایک سو مجتہد نوراللہ شوستری کی سطح کے منگوائے، انہیں نور جہاں اپنے پاس سے تنخواہ دیتی تھی۔

☆ علی گڑھ میں سرسید نے معجزات اور روحانیت کا انکار کردیا۔

☆ مُلا عبداللہ چکڑالوی حدیث کو حجت نہیں مانتا تھا، وہ صرف قرآن کو دلیل مانتا تھا، چوہدری غلام احمد پرویز اسی کا بقایا ہے۔

امام احمد رضا بریلوی تن تنہا ان سب فتنوں کا (بلکہ اس کے علاوہ اور بہت سے فتنوں کا) مقابلہ کررہے تھے۔ اگر وہ درس و تدریس میں مصروف رہتے اور ان فتنوں کا مقابلہ نہ کرتے تو آج ان فتنوں کے آگے بند نہ باندھا جاسکتا تھا۔ تصنیف و تالیف، ذکر و فکر اور درود و سلام میں مصروف رہنے کے باوجود ان فتنوں کا بھی مقابلہ کرتے تھے۔

کسی کو محدث، مفسر اور فقیہ کہا جائے، لیکن اس کے اثرات لوگوں تک نہ پہنچیں تو اس کے علم کا کیا فائدہ؟ امام احمد رضا بریلوی وہ ہیں جنہوں نے اپنے علوم کو حوض، کنواں بلکہ سمندر بنادیا۔ ان کے علمی اور روحانی فیض نے کسی کو صدر الشریعہ، کسی کو صدر الافاضل، کسی کو ملک العلماء اور کسی کو عالمی مبلغ اسلام، کسی کو شیر بیشۂ سنیت اور کسی کو شاہ احمد مختار بنادیا،[1] ہم نے ان کا زمانہ نہیں پایا، لیکن ان کا نور عقیدے کی صحت کی صورت میں ہمیں بھی میسر ہے۔

سب سے پہلے فتنہ وہابیت کا جائزہ لیتے ہیں، اعلیٰ حضرت نے ''الکوکبۃ الشہابیہ'' میں اسمٰعیل دہلوی کی بہتر (72) عبارات پیش کی ہیں جو واضح طور پر اسلام کے خلاف ہیں، ان میں سے ایک عبارت کتاب ''صراط مستقیم'' کی ہے اور وہ یہ ہے:

''اپنے شیخ یا ان جیسی کسی محترم شخصیت کی طرف توجہ کا لگا دینا خواہ جناب رسالت مآب ﷺ ہی کیوں نہ ہوں اپنے بیل اور گدھے کے خیال میں غرق ہونے سے بدرجہا برا ہے۔''

بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ اس قسم کی عبارت سناتے ہی کیوں ہیں؟ ہم اس لئے سناتے ہیں کہ کچھ لوگ جو کسی امام کو نہیں مانتے وہ انہیں اپنا پیشوا مانتے ہیں، دیکھئے ''تاریخ اہل حدیث'' اور ''مقام اہل حدیث'' از ابراہیم میر اور ثناء اللہ امرتسری۔

[1] صدر الشریعہ سے مراد حضرت مولانا محمد امجد علی اعظمی مصنف ''بہار شریعت'' ہیں، صدر الافاضل سے مراد مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی، ملک العلماء سے مولانا ظفر الدین بہاری، عالمی مبلغ اسلام سے شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی، اور شیر بیشۂ سنیت سے مولانا حشمت علی خاں مراد ہیں۔ مولانا شاہ احمد مختار، شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی کے بڑے بھائی تھے۔ ۱۲ اشرف قادری

مذکورہ بالا عبارت صراحۃً تنقیص ہے، اگر اللہ تعالیٰ کو منظور نہ ہوتا تو جن آیات کریمہ میں حضور اقدس ﷺ کا ذکر ہے، ان کے پڑھنے سے منع فرما دیتا مثلاً یہ آیت مبارکہ:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيرًا

اسی طرح یہ آیت کریمہ ہے:

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ

کیونکہ جن حضرات پر اللہ تعالیٰ کا انعام ہوا ہے ان کا تذکرہ صراحۃً دوسری آیت کریمہ میں موجود ہے یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین۔

پھر نماز میں التحیات کا پڑھنا واجب ہے اور اس میں ہے

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ

نیز: أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُولُهٗ

جو شخص مذکورہ آیات اور کلمات پڑھے گا اس کی توجہ لازماً نبی اکرم ﷺ کی طرف مبذول ہوگی، امام غزالی فرماتے ہیں: اَحْضِرْ شَخْصَهُ الْكَرِيمَ حضور انور ﷺ کی ذات کریمہ کا تصور کرو اور عرض کرو: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا بریلوی نے چالیس حوالے پیش کیے ہیں کہ بغیر توجہ کے نماز پڑھی نہیں جا سکتی۔ تمام مخالفین کو چیلنج ہے کہ ایک آیت یا ایک صحیح حدیث پیش کریں جس میں حکم ہو کہ نبی اکرم ﷺ کی طرف توجہ نہ کریں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَا تَرْفَعُوْا أَصْوَاتَكُمْ عِنْدَ صَوْتِ النَّبِيِّ

"اپنی آوازیں نبی کی آواز کے پاس بلند نہ کرو۔"

کہیں فرمایا:

لَا تَجْعَلُوْا دُعَاءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا

(النور ۲۴/۶۳)

"رسول اللہ کو آپس میں اس طرح نہ بلاؤ جس طرح تم ایک دوسرے کو بلاتے ہو۔"

کہیں منافقوں کے بارے میں فرمایا:

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ ......

"اگر آپ ان سے پوچھیں تو وہ ضرور کہیں گے کہ ہم تو صرف ہنسی مزاح کر رہے تھے، آپ فرما دیں کہ کیا اللہ اس کی آیتوں اور اس کے رسول کا مذاق اڑاتے ہو، تم بہانے نہ بناؤ تم اپنا ایمان ظاہر کرنے کے بعد کافر ہو گئے ہو۔" (التوبہ ۹/۶۵)

مصطفیٰ ﷺ کی بات کرتے ہوئے بے ہوش نہ بنو، ہوش سے بات کرو۔

علماء فرماتے ہیں: مَنِ اسْتَخَفَّ بِجَنَابِهٖ فَهُوَ كَافِرٌ مَلْعُوْنٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ۔ "جو شخص نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ کی بے ادبی کرے وہ کافر ہے، اور دنیا و آخرت میں ملعون ہے۔"

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی نے گستاخی کرنے والوں کو تنبیہ کی، خطوط لکھے اور مطالبہ کیا کہ یا تو اپنی تحریرات کی قابل قبول وضاحت کرو بصورت دیگر توبہ کرو، جب وہ کسی بات پر آمادہ نہ ہوئے تب جا کر فتوائے کفر دیا۔ ہم فاضل بریلوی کے فتوے کی تصدیق کر کے ان پر احسان نہیں کرتے بلکہ رسول اللہ ﷺ سے وفاداری کا ثبوت دیتے ہیں۔

"فتاویٰ عالمگیری"، جس کی ترتیب میں پانچ سو علماء شریک تھے، اس میں لکھا ہے کہ:

"جو شخص نبی اکرم ﷺ کے نعل مبارک کو نُعَیْل کہے یا بال شریف کو شُعَیْر کہے (یعنی تصغیر کا صیغہ استعمال کرے) وہ کافر ہے۔"

دوسری عبارت ملاحظہ ہو، مولوی اشرف علی تھانوی نے اپنے رسالہ "حفظ الایمان" میں لکھا ہے:

"پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے، ایسا علم غیب تو زید وعمرو بلکہ ہر صبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔"

اندازہ کیجیے کہ تذکرہ ہو کائنات کی سب سے افضل ہستی کا اور ان کے علم شریف کے لئے ایسی گھٹیا اور رذیل مثال دی جائے، کیا کوئی مسلمان اسے گوارا کر سکتا ہے؟

تیسری عبارت بھی کچھ کم بھیانک نہیں ہے، مولوی خلیل احمد انبیٹھوی "براہین قاطعہ" ص ۵۵ پر لکھتے ہیں:

الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان وملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے۔ شیطان وملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی، فخر عالم کی وسعتِ علم کی کونسی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔"

ایمان سے بتایئے کہ جو علم حضور سید عالم ﷺ کے لئے ثابت کرنا علماء دیوبند کے نزدیک شرک ہے، وہی علم شیطان کے لئے مان رہے ہیں اور کوئی شرک لازم نہیں آتا بلکہ شیطان کے لئے یہ علم نص سے ثابت ہے، اب آپ ہی بتائیں کہ جو شخص نبی اکرم ﷺ کے علم سے شیطان کا علم زیادہ مانتا ہو اس کا کیا حکم ہے؟

آج کل یہ لوگ ختم نبوت کے موضوع پر بڑے جلسے کرتے ہیں اور لٹریچر چھاپتے ہیں۔ حالانکہ ان کے بڑے عالم مولوی محمد قاسم نانوتوی لکھتے ہیں:

"اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔" (تحذیر الناس ص:24)

غور فرمائیں کس طرح نئی نبوت کا دروازہ کھولا گیا، بعد ازاں اسی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کر دیا۔

حضرات گرامی! یہ وہ عبارات ہیں جنہوں نے امت مسلمہ کی وحدت کو پارہ پارہ کیا اور یہی وجہ اختلاف ہیں ان ہی عبارات پر "حسام الحرمین" میں کفر کا فتویٰ دیا گیا تھا جس کی تصدیق حرمین شریفین کے 33 علماء اور متحدہ پاک وہند کے اڑھائی سو سے زیادہ علماء نے کی۔

دوسرا مسئلہ رفض کے بارے میں ہے، میرے پاس امام احمد رضا کا رسالہ مبارکہ "رد الرفضہ" ہے۔ اس میں فرماتے ہیں کہ جو شخص ضروریات دین میں سے کسی چیز کا منکر ہو، کافر ہے۔ (ضروریات دین ان امور کو کہتے ہیں جن کا دین میں سے ہونا ہر خاص وعام کو معلوم ہو) مثلاً ایک شخص تمام فرشتوں کو مانے اور حضرت جبرائیل علیہ السلام کو نہ مانے، یا تمام انبیاء کرام کو مانے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نہ مانے کافر ہے۔ اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ اہل قبلہ کو کافر قرار نہیں دیا جائے گا تو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ اہل قبلہ وہی لوگ ہیں جو ضروریات دین میں سے کسی چیز کا انکار نہ کرتے ہوں۔ اعلیٰ حضرت نے فقہ حنفی کی مشہور کتاب کے حوالے سے بیان کیا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کو جسم مانے یا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحابیت کا انکار کرے کافر ہے۔ درمختار کے حاشیہ طحطاوی کے حوالے سے بیان فرماتے ہیں کہ جو شخص ان کی پہلی خلافت کا انکار کرے کافر ہے، اگر کوئی شخص حضرت علی

مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ پر فضیلت دے وہ مبتدع ہے، گمراہ ہے اور اہل سنت سے خارج ہے اور اگر حضرت ابوبکر صدیق کی خلافت کا انکار کرے تو کافر ہے۔ بدائع، تبیین الحقائق میں ہے کہ جو صحابۂ کرام کو گالی دے یا کافر کہے ہو خود کافر ہے۔

میں وہ سید نہیں جو اپنے آپ کو براہِ راست حضور ﷺ کو اپنا باپ کہوں، یا دو سو روپے قرض مانگتے وقت یہ حوالہ دینا ضروری سمجھوں کہ میں سیّد ہوں، میں اس بات کا بھی قائل نہیں ہوں کہ کسی سے قرض لے کر ہضم کر جاؤں اور مطالبہ کیا جائے تو کہہ دوں کہ میں خمس کا حق دار ہوں، میں نے خمس وصول کرلیا ہے۔

یاد رکھئے! اگر سیّد کسی بدکاری کا ارتکاب کرے تو اسے معافی نہیں ہے، بلکہ وہ دوہری سزا کا مستحق ہے، کیونکہ نانا پاک کی شریعت کی پاسداری کرنا اس کی زیادہ ذمہ داری ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اگر میری بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا، البتہ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ قاضی حد جاری کرتے وقت تحقیر کا ارادہ نہ کرے بلکہ یہ ارادہ کرے کہ شہزادے کے پاؤں میں کیچڑ لگ گئی ہے، میں اسے دھو رہا ہوں۔

''حسام الحرمین'' میں سب سے پہلے مرزائے قادیانی کی تکفیر کی اور فرمایا جو شخص اپنے لئے وحی شرعی ثابت کرے کافر ہے، پانچ رسائل اس کے رد میں لکھے اور ہر رسالے میں اسے مرتد قادیانی کے عنوان سے یاد کیا، بلکہ انہوں نے اپنی زندگی کا جو آخری رسالہ لکھا وہ مرزا کے ردّ میں تھا۔ اس کا نام ہے: الجراز الدیانی علی المرتد القادیانی، آپ کے صاحبزادے حضرت حجۃ الاسلام نے جو کتاب لکھی: الصارم الربانی علی اسراف القادیانی، وہ ردّ قادیانیت میں اولین کتب میں سے ہے۔

امام احمد رضا نے چکڑالویوں کا ردّ کیا، آریہ سماج کا ردّ کیا، عیسائیوں کا ردّ کیا غرض یہ کہ پوری زندگی اسلام کے خلاف اٹھنے والے فتنوں کا سدباب کرتے رہے۔

رحمہ اللہ تعالیٰ ورضی اللہ تعالیٰ عنہ

برطانیہ: جماعت اہلسنت برطانیہ کے زیر اہتمام [illegible] اور علماء و مشائخ کرام کے اعزاز میں استقبالیہ کی تقریب سے پیر سید شبیر علی گیلانی، پیر سید تنویر حسین شاہ، پیر سید محمد عرفان شاہ مشہدی، علامہ شیخ محمد مصباح المالک لقمانوی، صاحبزادہ محمد رفیق سیالوی، قاری [illegible] چشتی، مولانا بوستان قادری، قاری ناصر محمود سیالوی، مفتی محمد [illegible] نقشبندی، حافظ [illegible]، قاری محمد انور قمر، سید فصیح الدین جعفری، قاری محمد علی، علامہ سید ظفر اللہ شاہ، شیخ محمد عمران ابدالی، شیخ محمد ثاقب شامی اور قاری محمد منیر ساجد خطاب کر رہے ہیں (تصویر [illegible])

مجاہد تحریک پاکستان و تحریک ختم نبوت' غازی کشمیر

حضرت پیر سید بشیر احمد رحمۃ اللہ علیہ سوہدروی

(حیات و خدمات)

تحریر: محمود احمد کاشمیری

اللہ تعالیٰ کے دوست' محبوب' مقبول اور برگزیدہ بندے جنہیں عرف عام میں اولیاء اللہ' علماء و مشائخ اور بزرگان دین کہا جاتا ہے۔ ان کی حیات پاک' تعلیمات و ارشادات کا بغور مطالعہ کیا جائے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان بزرگان دین نے اپنے کردار و گفتار اور حسن معاملہ سے زندگی کا وہ معیاری نمونہ پیش کیا جو اتباع رسول اور اسوہ حسنہ کی ایک روشن مثال ہے۔

انہی افراد کی صف میں حضرت پیر سید بشیر احمد بھی شامل تھے۔ جو اپنے جان و مال اور دل سے انسانوں کے لیے درد تڑپ' ہمدردی محسوس کرتے' غریبوں' مسکینوں' یتیموں اور بیکسوں کی حاجت روائی اور دکھی انسانیت کی دامے' درمے' سخنے ہر طرح سے خدمت کرتے تھے اور اس کام کو اپنی زندگی کا مشن بنائے رکھا اور ساری عمر اس میں صرف کر دی۔ انہیں اپنے مشن اور انسان دوستی کی بناء پر دنیا میں اس قدر عزت و وقار حاصل ہوا کہ بڑے بڑے لوگوں کو بھی انہیں ملنے میں اپنے لئے سعادت سمجھا۔

۱۹۰۰ء کے موسم بہار کا آغاز تھا۔ جب جلالپور جٹاں ضلع گجرات میں لوگ نماز کی تیاری کر رہے تھے۔ مؤذن کی آواز اللہ اکبر' اللہ اکبر کی بلند ہوئی اور اللہ کے بندے اپنے پروردگار کے حضور سجدہ ریز ہونے کے لیے مسجد کے احاطہ میں جمع ہوئے نماز ختم ہوئی تو نمازیوں میں موجود حافظ پیر سید ضیاء الدین نے جس کے انگ انگ سے خوشی پھوٹ رہی تھی نمازیوں اور دوستوں کو بتایا کہ ان کے ہاں لڑکا پیدا ہوا ہے یہ ان کی پہلی اولاد تھی یہ خوشی ایک فطری بات تھی پہلی اولاد اور وہ بھی لڑکا۔ سارے قصبے والوں نے اس خوش بختی پر ڈھیروں مبارک باد دی۔ رواج کے مطابق سات دن کے اندر بچے کا نام رکھنا ضروری تھا۔ چنانچہ بڑی سوچ و بچار کے بعد آپ کا نام سید محمد بشیر احمد رکھا گیا۔ پھر خاندان

سادات کے دستور کے مطابق رسم عقیقہ کے موقع پر عزیز و اقارب اور رشتہ دار ان کے ہاں جمع تھے۔ جو اس تقریب میں شرکت کے لیے آئے ہوئے تھے آپ کے والد ماجد نے خیرات و سخاوت سے غریبوں اور مسکینوں کو نہال کر دیا اور عقیقہ پر تقریباً ہر کسی کو کھانا کھلایا۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا چہرہ خوشی اور فخر کے ملے جلے جذبات سے دمک رہا تھا۔ پھر آپ کے والد بزرگوار نے آپ کی عمر درازی' نیک بختی اور سعادت مندی کے لیے دعائیں مانگیں۔ تین سال کی عمر میں آپ یتیمی کے صدمے سے دوچار ہوئے اور آپ اپنی والدہ ماجدہ جو کہ ایک نہایت پاکباز' نیک' حوصلہ مند خاتون تھیں کی زیر تربیت پروان چڑھنے لگے آپ کے والدین اپنے علاقے کے انتہائی معزز' نیک اور خدا ترس تھے جن سے آپ کو بہت محبت' بڑی شفقت اور بڑا ادب ملا۔ آپ ان کی قدم بوسی اپنے لیے باعث سعادت سمجھتے تھے۔ جب آپ کی عمر مبارک چار سال کی ہوئی تو آپ کی رسم بسم اللہ بڑی دھوم دھام سے کرائی گئی اور آپ کو ایک دینی مدرسہ میں داخل کروا دیا گیا بچپن ہی سے آپ کی طبیعت اور مزاج دوسرے ہم عصر بچوں سے یکسر مختلف تھا۔ آپ سنجیدہ طبیعت کے مالک غیر معمولی ذہانت اور عقل کی وجہ سے ایک ممتاز حیثیت سے پہچانے جاتے تھے۔

آپ نے ظاہری علوم اپنے وقت کے علماء اور اساتذہ سے حاصل کئے پھر اپنی والدہ ماجدہ کے ہمراہ سوہدرہ تشریف لے آئے۔ یہاں آپ کو ایک اور صدمہ جانکاہ برداشت کرنا پڑا۔ آپ کی شفیق' ہمدم اور ممتا سے بھری والدہ جن سے آپ بے انتہا محبت کرتے تھے اور ان کا ایک بہت بڑا سہارا اور آسرا تھیں آپ کو داغ مفارقت دے گئیں آپ پر ان کے انتقال کا بہت گہرا اثر پڑا۔

آپ نے علم و فن کا سلسلہ جاری رکھا اور تشنگی علم کی خاطر علماء و مشائخ کے زیر تربیت رہے آپ نے علوم شریعت اور علوم طریقت بھی حاصل کئے اور ایک عرصہ تک ریاضت و مجاہدات میں مشغول رہے اور اس طرح آپ نے باطنی روحانیت اور سرفرازی بھی حاصل کر لی۔ اپنی اس ریاضت کے ساتھ ساتھ آپ نے فریضہ تدریس و تبلیغ میں

مصروف ہو کر بے شمار لوگوں کو علم و فضل کی راحتوں سے ہمکنار کیا۔ اور اپنی تقریروں سے مردہ دلوں کو آداب زندگی سے روشناس کیا۔ آپ ایک مبلغ ہی نہ تھے بلکہ روحانی ضروریات کو پورا کرنے والے محسن بھی تھے۔ واعظ ہی نہ تھے ایک داعی بھی تھے۔ جنہوں نے اپنی شفقت' محبت' دلی وابستگی اور شائستہ طرز عمل سے دعوت حق کو دلوں میں اتارا اور اپنی صلاحیتوں سے عوام کے ذہنوں سے زنگ اتار کر انہیں اسلام کی تابندہ روشنی سے منور و تاباں کیا اور انہیں نیا جوش' نیا ولولہ اور نیا جذبہ عطا کیا۔

آپ خوش باش' خوش لباس' خوش خوراک' خوش گفتار اور خود مختار تھے۔ مصمم ارادے کے ساتھ مقناطیسی کشش رکھتے تھے۔ آپ پروانہ شمع رسالت' حقیقت اسلام کے مظہر' ہمدرد' خلق خدا کے ہمدرد' بلند کردار انسان' حریت پسند مجاہد' بے بدل خطیب' عاشق قرآن' علمبردار انسانیت ہی نہ تھے بلکہ صدق و صفا' حق گوئی و بے باکی' جرأت و شجاعت' صبر و استقلال' عزم و تحمل اور ظاہری و باطنی کمالات سے بھی مالا مال تھے آپ ایک ایسی برگزیدہ ہستی تھے جن کی وجہ سے مصائب و بلیات خودبخود چھٹ جاتے تھے۔

جن سے مل کر زندگی سے عشق ہو جائے وہ لوگ
آپ نے شاید نہ دیکھے ہوں مگر ایسے بھی ہیں

آپ کا ہاتھ اور دل بہت کھلے تھے اور ہر خاص و عام اس سے متاثر ہوئے۔ انہوں نے کبھی کسی کی دل آزاری نہ کی۔ نہ کبھی کسی سائل کے سوال کو رد کیا اور اپنے دسترخوان کو ہمیشہ وسیع رکھا۔ اپنے بھائی بندوں کی محبت' مہمانوں کی عزت اور خاطر داری' حسن سلوک سے کرتے تھے۔ آپ نے اپنے عقائد کے بعض موضوعات میں دوسرے علماء سے علمی اختلافات کے باوجود محبت کی فضا کو مکدر نہ ہونے دیا بلکہ ان کا دل اور آنکھیں محبت کے جذبے سے سرشار تھیں۔

آپ کی ذات مرجع خلائق تھی۔ جو کوئی ایک بار شرف ملاقات سے بہرہ یاب ہوتا وہ آپ کے اخلاق حسنہ کا دل و جان سے گرویدہ ہو جاتا جس کسی نے بھی رخ انور

پر نگاہ ڈالی تو حسن و جمال کی تمام رعنائیاں اسے اپنے حصے میں آتی دکھائی دیں۔ طبیعت میں اتنا خلوص کہ اجنبی سے اجنبی شخص بھی ان سے مل کر مسرور نظر آتا اور ان کی محبت بھری مسکراہٹ ہمیشہ یاد رکھتا۔ آپ ظاہری رکھ رکھاؤ سے بے نیاز' سادگی و ہمدردی کا پیکر بنے' اپنی شفقتوں اور محبتوں سے ہر دکھی دل کو دعا اور ہر آرزو مند کو ذکر الٰہی سے نوازتے۔

آپ نے دین اسلام کی تعلیمات اور روحانیت کی تربیت حاصل کرنے کے بعد جامع مسجد ارائیاں سوہدرہ میں درس و تدریس اور خطبات کے فرائض انجام دینا شروع کر دیئے اور اپنی خطابت سے حق کی دعوت اور دین اسلام کی اشاعت میں ہمہ تن مصروف ہو گئے اور لوگوں کو شرک' ظلم' خودغرضی اور نفرت کے راستے سے ہٹا کر توحید' انصاف' ایثار اور محبت کے راستے پر چلاتے رہے۔ آپ نے سوہدرہ میں حزب الاحناف کی بنیاد رکھی اور اس انجمن کے ماہوار اجلاس شروع کیے اور دین اسلام کی تبلیغ کے لیے مسلمانوں کی عموماً اور جماعت حنیفہ کی خصوصاً دینی و دنیوی خدمات سرانجام دیں۔ آپ نے جامع مسجد ارائیاں میں نماز جمعہ میں خطابت کے فرائض سرانجام دیئے اور اپنے وعظ و تقاریر سے نصف صدی تک ہزاروں لوگوں کو مستفیض کرتے رہے اور مسلمانوں کے دلوں میں پختگی ایمان پیدا کی۔ آپ کی ایمان افروز تقاریر سے جہاں مسلمانوں نے راہِ حق کی پہچان کی وہاں آپ کے درس و تبلیغ کے سینکڑوں غیر مسلم مشرف بہ اسلام ہوئے جبکہ غیر مسلموں کی ایک پوری بستی حلقہ بگوش اسلام ہوئی تو آپ نے شوکت اسلام کا جلوس نکالا اور جب یہ جلوس غیر مسلموں کی آبادی کے نزدیک پہنچا تو آپ نے اعلائے کلمۃ الحق بلند کرتے ہوئے اپنے مخصوص اور پرجوش انداز میں اسلام کی حقانیت بیان فرمائی۔ ہندو اور دیگر غیر مسلم پر واضح کیا کہ اسلام امن و آشتی کا مذہب ہے۔ اسلام کے دامن میں امیر و غریب سب ایک ہو جاتے ہیں آپ نے یہ فرمایا اور ایک برتن میں پانی منگوا کر نومسلم افراد کو پلایا اور بعد میں خود بھی اس برتن میں پانی نوش فرمایا۔ چنانچہ نومسلم آپ کے اس

عمل سے بہت متاثر ہوئے اور مخالفین اسلام کو بھی بجا طور پر عظمت اسلام کا احساس ہوا۔
آپ کے نزدیک دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت، قرآن و حدیث کی نگہبانی، حق و صداقت کی حفاظت، امانت خداوندی کی رکھوالی دین حق کی سربلندی حقوق العباد کی پاسداری خلافت اسلامیہ کا قیام اور نظام مصطفیٰ کا نفاذ ارفع و اعلیٰ مقاصد تھے۔ جن کے حصول کے لیے اپنی جان، اپنا مال و متاع، اپنے اہل و عیال اور فانی دنیا کی قربانی فرض اولین سمجھتے تھے۔

آپ نے اپنی تقریروں سے اسلام کے حقیقی مفہوم کو لوگوں کے دلوں میں اتارا اور ان کو ایثار و قربانی، شجاعت و بسالت، حرمت فکر، نظم و ضبط، جرأت و بہادری، عزم و ہمت، ہمدردی اور غم گساری اور صبر و رضا کا وسیع مفہوم عطا کیا۔

آپ نے دینی و روحانی میدان ہی میں فلاح انسانیت کا فریضہ انجام نہیں دیا بلکہ سیاسی لحاظ سے بھی آپ کی گراں قدر خدمات کو ہمیشہ عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھا جائے گا۔ آپ کی سیاسی سرگرمیوں کا آغاز کشمیر کی سیاسی تحریک سے ہوا۔ اس تحریک میں آپ نے جس جوش اور جذبہ کا ثبوت دیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کشمیری مسلمانوں کی دلی تمناؤں، آرزوؤں، امنگوں کے مخلص رہنما اور جرات مند علمبردار تھے۔ آپ نے تحریک حریت کشمیر میں اپنی جرأت، اولوالعزمی کا شاندار ثبوت دیا۔ آپ اس سلسلہ میں گرفتار کر لئے گئے اور دو ماہ تک جیل میں رہے۔ آپ نے ڈوگرہ سامراج کی پرزور مذمت کی اور نوجوانوں میں اسلامی خیالات و جذبات سے لبریز تقاریر کیں۔

۲۹ اپریل ۱۹۳۱ء کو توہین قرآن پاک کا روح فرسا واقعہ رونما ہوا اور اس کے نتیجے کے طور پر ۱۳ جولائی ۱۹۳۹ء کو سری نگر سنٹرل جیل کے سامنے مسلمانوں پر گولی چلائی گئی۔ جس سے دو درجن مسلمان شہید ہو گئے۔ اس موقعہ پر شاہ صاحب ڈیڑھ ہزار سرفروشان اسلام کو ساتھ لے کر میدان جہاد میں نکلے اور قیادت کا حق ادا کر دیا آپ نے قرآن مجید سے اپنی والہانہ محبت کا ثبوت دیا اور عوام الناس کے سامنے ایک پرجوش تقریر

کی جس میں آپ نے کہا۔

"لوگو! وقت آ گیا ہے کہ قرآن مجید کی حفاظت کے لیے سروں پر کفن باندھ کر عازم کشمیر ہو جاؤ اور ظالم حکام اور ان کی قائم کردہ وزارتوں کا مردانہ وار مقابلہ کرو آج اللہ تعالیٰ نے ہمارے عمل میں چستی پیدا کرنے کے لیے ہمیں بیدار کر دیا ہے۔ چنانچہ ہمارے سر اس کی حفاظت کے لیے جھک چکے ہیں۔ ہم اسی کے حکم کے مطابق کام کریں گے اب ہم نے ظالموں کے خلاف اعلائے کلمۃ الحق کرنا ہے اور ہمت و استقلال سے کام لے کر مصائب و مشکلات کا مردانہ وار مقابلہ کرنا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ان لوگوں کی مدد کرتا ہے جو اس کی راہ میں جہاد کرتے ہیں۔ آج اپنے آرام و آسائش کو برطرف کرتے ہوئے دیگر اقوام پر ثابت کر دو کہ اسلام ایک زندہ دین ہے اور تمہاری رگ حمیت میں اپنے اسلام کی غیرت کا خون موجزن ہے جس نے روم و ایران جیسی عظیم الشان سلطنتوں میں تزلزل برپا کر دیا تھا۔"

آپ نے جگہ جگہ اجتماعی جلسوں کا اہتمام کیا اور بے غیرت ہندوؤں کو للکارتے رہے اس موقعہ پر آپ کی ولولہ انگیز تقاریر اہل ایمان کے دلوں کو گرما گئیں اور مسلمانوں کے جذبہ عمل اور جہاد میں کہیں زیادہ شدت پیدا ہوئی۔ مگر دوسرے لیڈروں کی طرح آپ کی ذات بھی اسیر ہونے کا شرف حاصل کر گئی اور گجرات، گوجرانوالہ اور ساہیوال جیل میں کئی ماہ تک نظر بند رہے۔ آپ نے متعدد بار اپنی تقاریر میں ریاست جموں و کشمیر کی آزادی اور مسلم ریاست کی حمایت کا اعلان کیا اور اسے ہر لحاظ سے ملت اسلامیہ پاکستان کا ایک لازمی جزو قرار دیا آپ کی نظر بندی کے خلاف ہزاروں مریدین اور کشمیری نوجوانوں نے آپ کی رہائی کے لیے جلوس نکالے جس سے سرکار کو مجبوراً آپ کو رہا کرنا پڑا۔

آپ نے برصغیر کی تحریک آزادی کو کامیابی و کامرانی سے ہمکنار کرنے کے لیے اور ملت اسلامیہ کی سربلندی و سرفرازی کے لیے زبردست جدوجہد کی۔ آپ نے لوگوں کو قائداعظم کی راہنمائی میں ایک پرچم تلے متحد و منظم ہونے کی تلقین کی۔ اسی سلسلے میں آپ

کے راستے میں مشکلات کے پہاڑ آئے' ناسازگار حالات نے سر اٹھایا' مگر آپ کی آئین پسندی' مستقل مزاجی' سیاسی فہم و فراست اور مضبوط طبیعت نے ہر موج مخالف کا رخ موڑ دیا۔ آپ ہر دور میں حریفوں کو للکارتے' قوم کو ابھارتے' ہندوؤں کے رام راجی ہتھکنڈوں سے بچتے' انگریزوں کی مکارانہ چالوں کا جواب دیتے اور قوم کو بچاتے رہے اور عوام کو سیاسی طور پر آزادی حاصل کرنے کے لیے لگن اور خلوص سے تیار کیا۔ جس کا نتیجہ پاکستان کی شکل میں ظاہر ہوا۔ قیام پاکستان کے فوراً بعد قوم کو جن زبردست مسائل کا سامنا کرنا پڑا ان میں سب سے اہم مسئلہ مہاجرین کی آبادکاری تھا۔ آپ نے اپنی ثابت قدمی سے ان کی آبادکاری کے لیے قابل تعریف کام کیا۔ پاکستان کے فوراً بعد ایک قادیانی کو وزیر خارجہ بنا دیا گیا۔ جس کی آپ نے ڈنکے کی چوٹ پر مخالفت کی۔ ۱۹۵۳ء میں عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے ایک تحریک چلی تو اس وقت بھی آپ نے جرأت و کردار اور اسلامی جذبے سے ختم نبوت کی اہمیت و فضیلت اور خاتم المرسلین کے متعلق ایمان افروز تقاریر کیں اور مرزائیوں کو اقلیت قرار دینے کے لیے عوامی سطح پر قراردادیں منظور کروائیں۔ اس سلسلہ میں آپ گرفتار ہو کر پہلے گوجرانوالہ اور پھر ساہیوال جیل میں چھ ماہ تک نظر بند رہے۔ مگر آپ عشق رسول میں جیل کی آہنی سلاخوں کی پرواہ نہ کرتے تھے اور دیوانہ وار اپنی دھن میں کام کرتے تھے حکومتی مخالفتیں آپ کا راستہ نہ روک سکیں' وہ حق بات کہنے کے عادی تھے اور کلمہ حق کہنے والوں کو دوست رکھتے تھے آپ نے ۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ میں بھی اہم کردار ادا کیا اور عساکر پاکستان کو قرآنی نسخے دیے اور اگلے مورچوں پر جا کر جذبہ جہاد سے لبریز تقاریر کیں اور مجاہدین کا حوصلہ بڑھایا۔ ایوبی دور میں جب اکثریت کے بل بوتے پر عائلی قوانین کو منظور کروالیا گیا تو آپ نے اس کی مخالفت پر تحریک چلائی۔ آج یہ قوانین عملی طور پر معطل ہیں اسی دور میں مشینی ذبیحہ جائز قرار دینے کی کوشش بھی ناکام بنانے میں آپ نے مجاہدانہ کردار ادا کیا۔

۱۹۷۰ء کے الیکشن میں جب سوشلزم کے نعروں نے پورے ملک کو اپنی لپیٹ

میں لے لیا اور سوشلزم کا غلغلہ بلند ہوا تو آپ جوش میں آگئے اور کہا۔ "ہم نے پاکستان کے حصول کے لیے اسلام کے نام پر جدوجہد کی جس کے باعث لاکھوں مسلمان شہید ہوئے۔ ہزاروں مسلمان خواتین کی عفت و عصمت برباد ہوئیں۔ ایک کروڑ سے زائد مسلمانوں کو ہجرت کر کے اپنا مال و اسباب غیر مسلموں کے لیے چھوڑنا پڑا۔ عجیب بات ہے کہ آج ہمیں یہ بتایا جاتا ہے کہ یہ ملک اسلام کے لیے نہیں بلکہ سوشلزم کے لیے حاصل کیا گیا ہے ہم سوشلزم کو نہیں مانتے بلکہ ہم اسلام کے سوا کسی چیز کو نہیں مانتے۔ اسلام اپنا ایک الگ حقیقی معنی اور مفہوم رکھتا ہے۔ آج سادہ دل مسلمانوں کو سوشلزم کے ذریعے روٹی' کپڑا' اور مکان کا فریب دے کر اشتراک معاشرے کی راہ ہموار کی جا رہی ہے۔ جو لوگ یہ نعرے لگا رہے ہیں ان کا کوئی تعلق پاکستان سے نہیں ہے یہ فریبی سیاست دان لوگوں کو ورغلا رہے ہیں مگر باشعور عوام ان کے کسی نعرے میں نہیں آئیں گے۔" آپ نے یہ نعرہ اتنی شدت سے بلند کیا کہ پورے علاقے میں مسلمانوں میں ایک مرتبہ پھر دینی حمیت جاگ اٹھی اور اسلام پسند افراد نے آپ کا ساتھ دیا۔

۱۹۷۱ء کی جنگ میں بھی آپ نے بھرپور حصہ لیا اور اپنی خدمات حکومت پاکستان کو پیش کیں۔ پھر جب سقوط ڈھاکہ کا واقعہ رونما ہوا تو یہ خبر آپ پر بجلی بن کر گری جس کی وجہ سے آپ ہمیشہ فکرمند رہنے لگے۔ اس کے بعد ان کے چہرے پر وہ پہلی سی رونق اور مسکراہٹ نہ دیکھی گئی۔ یہ متحدہ پاکستان سے ان کی بے پناہ محبت کا ثبوت تھا۔ پوری دنیا میں چلنے والی آزادی کی تحریکوں کی آپ نے ہمیشہ حمایت کی۔ قبلہ اول کی آزادی کی بات ہو' یا فلسطین کی ریاست کے قیام کی کوشش ہو یا مقبوضہ کشمیر میں چلنے والی تحریک آزادی ہو' یا پھر روس کے تسلط سے آزادی کے لیے جدوجہد ہو' یا اس خطے سے انگریزوں کو نکالنے کا کارنامہ ہو۔ ان سبھی حالات میں آپ کی قیادت میدان عمل میں رہی۔ آپ کے انقلاب انگیز خیالات و جذبات کو دیکھ کر یہ احساس ہوتا ہے کہ ان کی زندگی کا مقصد مسلمانوں میں اسلام کی انقلابی دعوت کا تصور پیدا کرنا اور اپنی عظمت گم گشتہ کے دوبارہ

حاصل کرنے کا جذبہ پیدا کرتا تھا۔ آپ نے اپنے سیاسی کردار سے علاقے کی عوام کو نہ صرف آزادی کی اہمیت سے روشناس کرایا بلکہ یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ مسلمانوں کا ایک الگ نظام حیات ہے جس کی بنیاد توحید و رسالت پر رکھی گئی ہے اور مسلمان اسلامی تعلیمات کو اپنا کر ہی معاشرے میں اعلیٰ و ارفع مقام حاصل کر سکتے ہیں۔ ذاتی کردار کے لحاظ سے آپ انتہائی مخلص، محنتی، ہمدرد، مونس، غمگسار اور شریف النفس انسان تھے۔ آپ ایک مرد مومن تھے یہی وجہ ہے کہ آپ موت سے قطعاً متردد نہ تھے بلکہ ہر لحہ ایک عاشق صادق کی طرح موت کے انتظار میں رہے کیونکہ آپ کا قلب نور ایمانی اور محبت رسول سے معمور تھا۔

۴ مئی ۱۹۷۳ء کو جمعۃ المبارک کا دن تھا۔ آپ راولپنڈی سے واپس آرہے تھے کہ آپ الہ آباد (وزیر آباد) میں اترے۔ یہاں نماز جمعہ میں شرکت کرنے کے بعد ایک دعوت ولیمہ میں شریک ہوئے۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ کے دل میں درد اٹھا اور اپنے ایک دوست حکیم محمد فاضل کے گھر چلے گئے۔ حکیم صاحب گھر پر موجود نہ تھے۔ جس وقت حکیم صاحب گھر تشریف لائے اس وقت آپ کی طبیعت زیادہ ناساز تھی اور درد بڑھتا جا رہا تھا اس کے باوجود آپ بڑے تپاک سے انہیں ملے اور پھر آرام کرنے لگے۔ حکیم صاحب نے ان کی نبض پر ہاتھ رکھا تو نبض لحہ بہ لحہ ڈوبتی جا رہی تھی اور آپ کے چہرے پر تبسم کے آثار نمایاں تھے گویا۔

نشان مرد مومن باتو گویم
چوں مرگ آید تبسم برلب اوست

آپ نے حسبنا اللّٰہ و نعم الوکیل نعم المولی و نعم النصیر ....
لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ کے مقدس کلمات ادا کرتے ہوئے ۵ بج کر ۴۰ منٹ پر اپنی جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ اناللّٰہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کی وفات کی خبر سن کر دینی، علمی اور عوامی حلقوں میں رنج و غم کے بادل

امڈ آئے۔ تجہیز و تکفین کے بعد اس مہر رشد و ہدایت کو ہزاروں عقیدت مندوں، دوستوں اور ساتھیوں نے آخری سلام پیش کیا اور جامع مسجد ارائیں سوہدرہ کے دروازے کے ساتھ ہمیشہ کے لیے آرام کی نیند سلا دیا۔

آپ کا سالانہ عرس ہر سال ۴ مئی ۲۲ بیساکھ کو سوہدرہ میں بڑی عقیدت و احترام سے منایا جاتا ہے اس موقع پر پاکستان کے کونے کونے سے ہزاروں افراد نذرانہ عقیدت پیش کرنے کے لیے آپ کے مزار پر حاضر ہوتے ہیں آپ کے لخت جگر اور جانشین پیر سید چن پیر، شاہ سبز چادر لے کر ہزاروں مریدوں کے ہمراہ مزار پر حاضر ہوتے ہیں اور فاتحہ خوانی کرتے ہیں اور مزار سے ملحقہ جامع مسجد ارائیاں میں عشق رسول میں ڈوبی ہوئی نعتیں اور تقاریر ہوتی ہیں۔

شاہ صاحب کی وفات کے بعد بھی آج بھی آپ کے آستانے سے علم و ادب، شعر و سخن، سیاست و قیادت، دین و دنیا، ایمانیات و روحانیت کے چشمے پھوٹتے ہیں اور آپ کے جانشین سید چن پیر ہمیشہ مصالحانہ طرز کلام، دھیمے لہجے اور شائستہ ترین رویے سے سادگی اور انکساری کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ حاجت مندوں کی ضروریات پوری کرنے کے ساتھ ساتھ مختلف موضوعات پر جو اظہار خیال کرتے ہیں اس میں آپ کے سوز و قلب کا گداز بھی شامل ہوتا ہے۔ جو سننے والوں پر محویت اور سرشاری کی کیفیت طاری کر دیتا ہے۔ آپ شرم و حیاء کا پیکر بنے علم و ادب کے گوہر لٹاتے ہیں۔ امت مصطفیٰ کی خیر خواہی آپ کا واحد مطمع نظر ہوتا ہے۔

آپ کے چھوٹے بھائی صاحبزادہ سید لخت حسنین جو کہ خدمت انسانیت کے جذبے سے سرشار عالمی فلاحی تنظیم مسلم ہینڈز کے چیئرمین ہیں۔ دنیا کے کسی بھی خطے میں جب بھی مسلمانوں پر افتاد پڑتی ہے اور وہ ظلم کا شکار ہوتے ہیں تو مسلم ہینڈز کے جذبہ خدمت سے سرشار مخلص، محنتی اور باصلاحیت کارکن فوراً وہاں پہنچ کر دکھی اور پریشان حال و بے بس مسلمان بھائیوں کی امداد کے لیے فوری اقدامات شروع کر دیتے ہیں۔

اصلاح امت کا جامع عملی منصوبہ

مولانا پروفیسر خلیل احمد نوری

ملت اسلامیہ کے زوال کے اسباب پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اور اہل بصیرت نے مسلم امہ کے عروج کے لیے کئی ممکنہ اقدامات تجویز کیے ہیں، جن کا مرکزی نقطہ اور خلاصہ: "مسلمانوں کی انفرادی اور اجتماعی حالت میں تبدیلی کی ضرورت" قرار دیا جا سکتا ہے۔ یہی وہ چیز ہے جسے قرآن کریم نے قوموں کے عروج و زوال کا بنیادی اصول قرار دیتے ہوئے چودہ سو سال پہلے دوٹوک الفاظ میں یوں اعلان کر دیا تھا:

﴿ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم﴾---[۱]

"بے شک اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اپنے آپ کو نہ بدلیں"-----

سوال یہ ہے کہ اصلاح اور تبدیلی کا عمل کیسے اور کہاں سے شروع ہو؟ اتنی بڑی خرابی کہ جسے اہل دانش نے "آوے کا آوا ہی بگڑا ہوا ہے" قرار دیا ہے، اسے کیسے دور کیا جائے؟ اس سوال کا جواب یقیناً مشکل ہے، کیوں کہ ایسی مکمل خرابی کی اصلاح کی ہر کوشش جزوی نتائج تو پیدا کر سکتی ہے، مکمل اور جامع تبدیلی نہیں لا سکتی اور جزوی اصلاح کے اثرات بہت جلد اپنا وجود کھو بیٹھتے ہیں۔ اس صورت حال میں اگر انصاف سے دیکھا جائے تو مکمل تبدیلی اور جامع اصلاح کے لیے دو امور پر توجہ دینے کی ضرورت ہے:

۱......ذہن سازی، یعنی ملت اسلامیہ کے افراد کی ایسی فکری اور ذہنی تربیت و اصلاح جس سے وہ اپنی منزل کی درست سمت کا تعین کر سکیں۔

۲......کردار سازی، یعنی سیرت و کردار کی ایسی تشکیل، جو جامع اور مثبت تبدیلی لانے میں مددگار ثابت ہو۔

بدقسمتی سے وہ ادارے جو ذہن سازی اور کردار سازی کے ذمہ دار ہیں، وہ اپنے فرائض سے

غافل ہیں، یعنی ۱)......گھریلو اور معاشرتی ماحول ۲)......تعلیمی ادارے ۳)......ذرائع ابلاغ۔

تربیت و اصلاح کا ایک اہم ذریعہ دینی مدارس اور مساجد ہیں۔ دینی مدارس میں ایسے افراد کی تیاری ممکن ہے جو معاشرے میں بہتر اور مثبت تبدیلی لانے کا باعث ثابت ہوں۔ جب کہ مسجد ایک ایسا ادارہ ہے جس سے زندگی کے ہر شعبے سے تعلق رکھنے والا آدمی پنج وقتہ نماز، جمعہ، عیدین، صلوۃ التراویح، بچوں کی ابتدائی دینی تعلیم، شادی اور غم کے حوالے سے وابستہ رہتا ہے۔ اس لیے موجودہ دور میں مسلمانوں کی انفرادی و اجتماعی اصلاح ممکن ہے تو اس کا ذریعہ دینی مدارس اور مسجدیں ہو سکتی ہیں۔

المیہ یہ ہے کہ دینی مدارس کے منتظمین بوجوہ افراد کی تیاری کا پورا حق ادا نہیں کر رہے اور مسجد کو صرف پنج وقتہ نماز، جمعہ اور عیدین کی نمازوں کے لیے مختص کر دیا گیا ہے اور اتنی بڑی تنظیم کہ جس کا جال مسلمان ممالک کی ہر بستی، قصبے، شہر، گلی اور بازار تک پھیلا ہوا ہے اور جن کی تعداد کا اندازہ لگانا مشکل ہے، ان سے تربیت و اصلاح کا کوئی موثر اور مستقل کام نہیں لیا جا رہا۔ حالانکہ اسلامی معاشرے میں مسجد کو مرکز کی حیثیت حاصل ہے، اس کے ساتھ مسلمانوں کی دینی و دنیاوی فلاح اور ترقی وابستہ ہے۔ اگر ماضی میں جھانک کر دیکھیں تو حضور نبی مکرم ﷺ، خلفاء راشدین اور بعد کے تمام زمانوں میں مسجد ہی سے علوم کے چشمے پھوٹتے رہے اور ملت اسلامیہ کی تعمیر و ترقی کے تمام عملی اقدامات کا مرکز مسجد کو بنایا گیا۔ اب بھی ذہن و کردار کی تربیت میں جیسا کردار مسجد ادا کر سکتی ہے، کوئی اور ادارہ نہیں کر سکتا۔

اگرچہ تعمیر مسجد کا اہم مقصد نماز اور عبادت الٰہی ہے، مگر قرآن و سنت اور فقہ کی تعلیم کے بغیر نہ نمازیں درست پڑھی جا سکتی ہیں اور نہ نماز کے مقصد کو سمجھا جا سکتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اول تو آبادی کی تعداد و مقدار کے مطابق مساجد نمازیوں سے محروم ہیں اور جو افراد مسجد میں نماز پڑھنے جاتے ہیں، انہیں صرف الٹی سیدھی نماز پڑھنے سے غرض ہوتی ہے اور بس۔ بہت کم نمازی ایسے ہوں گے جن کو نماز پڑھنے کا صحیح طریقہ جاننے، نماز میں پڑھے جانے والے کلمات کا درست تلفظ سیکھنے اور ان الفاظ و کلمات کا مطلب سمجھنے کی فکر ہو یا پھر اس بات کو جاننا چاہتے ہوں کہ نماز کا حقیقی مقصد خصوصاً باجماعت نماز کی غرض و غایت کیا ہے؟ اور اس حوالے سے ایک مسلمان خصوصاً نمازی پر ملکی و ملی اور دینی و معاشرتی کون سی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ اسی طرح انہیں قرآن مجید کا فہم حاصل کرنے، حدیث رسول اکرم ﷺ سے نسبت قائم کرنے اور دینی مسائل سے آگاہی کا کوئی ذوق نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ سال ہا سال تک پابندی سے نماز پڑھنے کے باوجود

نہ فکر میں پاکیزگی پیدا ہوتی ہے اور نہ رویوں میں شائستگی۔ ہمیں اخلاقی قدروں کو پامال کرتے ہوئے کوئی رنج نہیں ہوتا۔ ذکر و تلاوت اور نماز روزہ بھی ہو رہا ہے اور حقوق العباد بھی ضائع کیے جا رہے ہیں۔ تسبیح و تہجد گزاری کی پابندی کے باوجود نہ اپنی اصلاح کا جذبہ ہے اور نہ دوسروں کی اصلاح اور خیر خواہی پیش نظر ہے۔

یہ حالت تو نمازیوں کی ہے، حالانکہ نماز کی تاثیر کے بارے میں قرآن کریم نے فرمایا ہے کہ نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے۔ گویا نماز کی تاثیر کے باوجود یہ حالت ہے۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ جن لوگوں کو عید کے علاوہ مسجد کا منہ دیکھنا میسر نہیں آتا اور کبھی کسی دینی سرگرمی سے واسطہ نہیں پڑتا، ان کی دینی و مذہبی حالت کا کیا عالم ہوگا اور ان کی اصلاح و تربیت کی کس قدر شدید ضرورت ہوگی؟

یہاں اس بات کا تذکرہ ضروری ہے کہ اسلام ایک جامع دین ہے، جو اپنا ایک جامع اصلاحی و تربیتی نظام رکھتا ہے، ایسا نظام جس سے گزرنے والا فرد مثالی اور کامل انسان بن کر معاشرے کے لیے ہر اعتبار سے خیر اور بھلائی کا ذریعہ ثابت ہوتا ہے۔ اسلامی تربیتی نظام کے ذریعے سائنسی انداز میں افراد کی ذہنی اور عملی تربیت کر دی جائے تو وہ زندگی کے جس شعبے سے منسلک ہوں گے، اپنی ذمہ داریوں سے غافل نہیں ہوں گے۔ دراصل ایسے افراد ہی ملت کی تقدیر کو بدلنے میں مؤثر کردار ادا کر سکتے ہیں۔ اس لیے ضرورت اس امر کی ہے کہ معاشرے کی اصلاح کے لیے اسلامی تربیتی نظام کو مسجد کی مدد سے بروئے کار لایا جائے اور تین نکات پر توجہ مرکوز کی جائے:

۱)...... قرآن مجید کا فہم عام کرنا

۲)...... سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یعنی احادیث کے ذریعے شعور و احساسات کو بیدار کرنا

۳)...... قرآن و سنت کی تشریح کے لیے فقہی، حکام و مسائل سے راہنمائی لینا

جب ہم ان نکات کے ذریعے مساجد کی مدد سے افراد کی تربیت و اصلاح کی بات کر رہے ہیں تو قدرتی طور پر گفتگو کے مخاطب دو طبقے ہیں:

۱)...... عوام الناس، کہ جن کی اصلاح مطلوب ہے۔

۲)...... علماء کرام، جو مصلح اور مربی کا کردار ادا کر سکتے ہیں۔ بلاشبہ وہ انسانوں کی اصلاح کے ذمہ دار ہیں۔ ان میں:

۱)...... وہ علما شامل ہیں جن کی علمی حیثیت مضبوط، شعور دین گہرا اور وہ علوم دینیہ کی تعلیم و

تدریس کا وسیع تجربہ رکھتے ہیں۔ خواہ ان کا تعلق کسی دینی مدرسے سے ہو یا سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں سے، خواہ مساجد میں خطیب کی ذمہ داریاں ادا کر رہے ہیں۔

۲)...... وہ علماء جو درسیات پر زیادہ عبور نہیں رکھتے مگر پہلی قسم کے علماء کی نگرانی میں تیار شدہ مواد کی مدد سے عام مسلمانوں کی راہنمائی کا سلیقہ رکھتے ہیں۔

ذیل میں ان دونوں طبقوں یعنی عام مسلمان بھائیوں اور علماء کی خدمت میں کچھ گزارشات پیش کی جاتی ہیں:

عام مسلمان بھائیوں کی توجہ کے لیے:

آج کا دور یقیناً علمی ترقی کا دور ہے۔ اخبار، رسائل، ریڈیو، ویڈیو، ٹی وی، کمپیوٹر اور انٹرنیٹ جیسی سہولتوں نے آج کے انسان کے لیے پہلے کی نسبت کہیں زیادہ حصول علم کے مواقع پیدا کر دیے ہیں۔ دنیاوی علوم کے شانہ بشانہ دینی علوم کی بھی خوب اشاعت ہو رہی ہے اور قرآن و حدیث کے متعلق عام انسان کی معلومات میں اضافہ ہوا ہے۔ لیکن یہ حقیقت اپنی جگہ قائم ہے کہ یہ علمی ترقی انسانیت کو اس شعور سے بہرہ ور نہیں کر سکی جو معاشرے کو فلاحی اور مثالی معاشرے میں تبدیل کر دے۔ مثلاً ہم دیکھتے ہیں کہ:

- زمانہ جاہلیت کی طرح پوری دنیا میں آج بھی ''جس کی لاٹھی اس کی بھینس'' کا قانون نافذ ہے اور ہر طاقت ور کمزور کو دبانے، کچلنے اور اسے غلام بنا کر رکھنے کی تدبیر کر رہا ہے۔ پاکستان اسلامی مملکت ہونے کے باوجود انسانی حقوق غصب کرنے والے ممالک میں نمایاں حیثیت کا حامل ہے۔
- ہمارے پڑھے لکھے سیاستدان، حکمران، بیوروکریٹ، علماء اور عوام الناس دینی احکام کا کتنا لحاظ رکھتے ہیں اس سے ہم بخوبی واقف ہیں۔ دینی احکام تو ایک طرف رہے، وہ مسلمہ انسانی اصول زندگی جو ہر مہذب معاشرے کا حصہ ہیں، ان کو بھی سرے سے نظر انداز کیا جاتا ہے۔
- ہماری پارلیمنٹ گریجویٹ اسمبلی ہے، لیکن کتنے ارکان ہیں جن پر علم و آگاہی کا اثر دیکھنے میں آتا ہے۔

ان حقائق کا صاف مطلب یہ ہے کہ ہم پڑھے لکھے جاہل ہیں اور تعلیمی ترقی کے باوجود کہیں ایسا خلا موجود ہے جو مثبت اثرات پیدا کرنے میں رکاوٹ ہے۔ یقیناً یہ قرآن و سنت کی تعلیمات سے غفلت اور اسلامی تربیتی ماحول سے دور رہنے کا نتیجہ ہے۔

آیئے! کچھ اور حقائق کا مطالعہ کرتے ہیں:

- قرآن کریم انسانیت کی طرف اللہ تعالیٰ کا پیغام ہے، مگر مسلم معاشرے میں بہت کم افراد ایسے ہوں گے جو اس پیغام کو سمجھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ ننانوے فی صد لوگوں نے کبھی اس کا فہم حاصل کرنے کی کوئی سنجیدہ کوشش ہی نہیں کی۔
- فہم قرآن تو خیر بعد کی بات ہے، صحیح تلفظ اور درست ادائیگی کے ساتھ سادہ ناظرہ قرآن مجید پڑھنے والوں کی تعداد بھی نہایت مایوس کن ہے۔
- بعض حوالوں سے دین دار طبقے کا شعور دین ناقص، ادھورا اور قابل اصلاح ہے۔ مثلاً جن امور کو شریعت میں صرف مستحب اور عمل خیر کا درجہ حاصل ہے، ان کو پابندی اور خشوع و خضوع سے ادا کیا جا رہا ہے، مگر فرائض و واجبات کے ترک اور ناجائز کاموں کے ارتکاب کی پرواہ نہیں کی جا رہی۔
- بہت سے دین دار لوگ، دین کے کسی ایک حصے اور جز کو مکمل دین سمجھ کر اپنائے ہوئے ہیں، جب کہ ان کی زندگیوں میں دین کا جامع عمل دخل دکھائی نہیں دیتا۔ ایسے افراد اسی جزوی دین پر زور دیتے اور دوسروں کو اسی پر عمل پیرا دیکھنے کی جدوجہد میں مصروف ہیں۔
- متعدد مذہبی گروہ دین کی تشریح ایسے انداز میں کر رہے ہیں جس سے محض ان کے مخصوص نظریات کی اشاعت ہو سکے۔ اخلاص نیت کے ساتھ انسانوں کی عملی زندگی کو سنوارنے میں انھیں کوئی دل چسپی نہیں۔
- ہمارے مذہبی طبقوں میں بعض حوالوں سے انتہا پسندی پائی جاتی ہے، جس سے دین اسلام کا وہ معتدل و متوازن مزاج جو قرآن و سنت سے ثابت ہے، مجروح ہو رہا ہے۔ یہاں اس انتہا پسندی کی بات نہیں کی جا رہی جو اسلام دشمن عناصر نے مسلمانوں کی طرف منسوب کر رکھی ہے، بلکہ اس سے مراد جزوی و فروعی مسائل میں شدت اختیار کرنا اور اپنی رائے کو حرف آخر سمجھ کر اس کے نفاذ میں انتہا پسندانہ رویہ اختیار کرنا ہے۔
- روزمرہ دینی مسائل سے ناواقفیت انتہائی حدوں کو چھو رہی ہے۔ مثلاً روزمرہ گفتگو کے کئی جملے اور فقرے ایسے ہوں گے جن کے بولنے پر غیبت کا گناہ لازم آتا ہے اور بعض فقروں سے کفر لکھا جاتا ہے، مگر محتاط لوگوں کو بھی ان کی سنگینی کا احساس نہیں ہے۔ اسی طرح حقوق العباد کے معاملے میں متعدد کوتاہیاں سرزد ہوتی ہیں لیکن ان باریک مگر تباہ کن باتوں کا ہمیں قطعاً علم نہیں ہوتا۔ دینی مسائل سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے کہ میاں بیوی کی معمولی ناچاقی طلاق کی اس قسم

تک جا پہنچتی ہے، جس کے بعد میاں بیوی ایک دوسرے کے لیے ہمیشہ کے لیے حرام ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ دینی آگاہی کی صورت میں ایسی بے احتیاطی سے بچا جا سکتا ہے۔ اسی طرح کی اور بہت سی مثالیں ہماری دینی لاعلمی کا پتا دیتی ہیں۔

- ایسے آداب اور اسلامی سلیقے جن سے ہماری معاشرتی زندگی خوب صورت اور مہذب بن سکتی ہے اور ان کے اختیار کرنے پر نہ کچھ خرچ آتا ہے اور نہ ان کا اختیار کرنا کچھ مشکل کام ہے، ہم صرف اس وجہ سے ان سے محروم رہتے ہیں کہ کسی نے ان کی طرف کبھی راہنمائی نہیں کی۔
- اسے ذرائع ابلاغ کی کارستانی کہیں یا مغربی تہذیب کے اثرات کہ اسلامی معاشرہ بری طرح بے حیائی، عریانی اور فحاشی کی زد میں ہے اور ہم "تک تک دیدم دم نہ کشیدم" کی کیفیت میں مبتلا ہیں۔ گویا ہم اس کے سامنے پورے طور پر بے بس نظر آتے ہیں۔
- مادیت پرستی اور دولت کی ہوس افراد معاشرہ کی رگوں میں یوں سرایت کیے ہوئے ہے کہ اس فتنے سے نکلنے کے دور دور تک کوئی آثار دکھائی نہیں دیتے۔

الغرض یہ ہیں وہ حقائق جن کا تقاضا ہے کہ انسانوں کی اصلاح و تربیت کا ایسا پروگرام بنایا جائے جو ان خرابیوں کو دور کرنے میں مددگار ثابت ہو اور اپنی اور معاشرے کے دیگر افراد کی اصلاح کا فریضہ پوری شدت کے ساتھ شروع کیا جائے اور عوام الناس ایسے پروگراموں کے ساتھ منسلک ہو کر دین سیکھنے کے لیے کچھ وقت نکالیں۔

ممکن ہے یہ خیال کیا جائے کہ اصلاح و تربیت کی دوسروں کو ضرورت ہے نہ کہ ہمیں۔ لیکن غور کریں گے تو معلوم ہوگا کہ بحیثیت مسلمان کوئی شخص قرآن و سنت کی تعلیمات سے کبھی بے نیاز نہیں رہ سکتا اور ہر لمحہ روحانی ترقی کی ضرورت باقی رہتی ہے۔ صحابہ کرام ؓ نے اس راز کو پا لیا تھا۔ اسی لیے حضرت عمر ؓ نے ایک انصاری صحابی کے ساتھ باری مقرر کر رکھی تھی کہ ایک دن وہ اور ایک دن حضرت عمر ؓ مجلس نبوی ﷺ میں حاضر ہوتے تاکہ نئی نازل ہونے والی وحی کے حصول سے محروم نہ رہ جائیں[۲] اسی طرح حضرت ابو ہریرہ ؓ صرف اتنی روزی میسر آنے کے بعد کہ جس سے سانس کی آمد و رفت قائم رہ سکے، حضور ﷺ کے ساتھ چمٹے رہتے تاکہ زیادہ سے زیادہ دینی واقفیت حاصل ہو، اسی لیے دیگر صحابہ کی نسبت آپ سے زیادہ احادیث بیان ہوئی ہیں۔[۳]

کچھ عرصہ کے لیے مسلسل دینی مجالس اور ماحول میں وقت گزارنا اور مسائل سیکھنا صحابہ کرام ؓ کی سنت ہے۔ چنانچہ حضرت مالک بن حویرث ؓ بیان فرماتے ہیں کہ ہم کچھ ہم عمر نوجوان بیس دن اور رات حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر رہے۔ واپس جانے لگے تو

آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے گھر والوں کے پاس جاؤ اور ان میں رہ کر انہیں دینی علوم کی تعلیم دو، پھر آپ ﷺ نے کچھ دینی باتیں ارشاد فرمائیں کہ ان کو جا کر سکھاؤ اور جیسا تم نے مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، اسی طرح ان کو نماز پڑھنے کی تعلیم دینا[۴] وہ عورتیں جو اپنے ایام کی وجہ سے نماز نہیں پڑھ سکتیں انہیں بھی رسول اللہ ﷺ کا حکم تھا کہ وہ ایسی دینی و روحانی مجالس میں شامل ہوں، تا کہ دین سیکھ سکیں۔[۵]

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو چونکہ رسول اللہ ﷺ کی دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے دین کی بڑی سمجھ بوجھ عطا فرمادی تھی، خصوصاً ان کو قرآن مجید کی تفسیر کا علم دیا گیا اور حضور ﷺ نے ان کو یوں دعا دی:

اللھم علمه الكتاب ---- ''یعنی اے اللہ! اس کو قرآن کریم کا علم عطا فرما'' ---[۶]

اور ایک روایت میں ہے کہ یوں دعا کی:

اللھم فقهه في الدين ---- ''یعنی اے اللہ! اسے دین کی سمجھ بوجھ عطا فرمادے'' ---[۷]

اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو ان کی نوعمری کے باوجود عمر رسیدہ اور بزرگ صحابہ کرام کی مجلس میں اپنے ساتھ نشست پر بٹھایا کرتے اور جب ایک بار حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اس پر عرض کیا کہ ہمارے بیٹے بھی تو ان کی عمر کے ہیں، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کہ میں اس لیے ابن عباس کو تمہاری موجودگی میں اپنے پاس بٹھاتا ہوں کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے دولت علم سے مالا مال کیا ہے۔[۸]

دینی مسائل کی سمجھ بوجھ حاصل کرنا، دین و دنیا کی بھلائی کا ذریعہ اور حقیقی فلاح کا باعث ہے۔ اسی لیے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

من يرد الله به خيرا يفقهه في الدين ---

''جس شخص کو اللہ تعالیٰ بھلائی سے نوازنا چاہتا ہے، اسے دین کی سمجھ بوجھ عطا فرما دیتا ہے'' ---[۹]

نیز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ لوگ کانوں (معدنیات) کی طرح ہوتے ہیں، جو لوگ جاہلیت میں اچھے تھے، اسلام میں آ کر بھی دوسروں کی نسبت اچھے ہیں، بشرطیکہ وہ دین کی سمجھ بوجھ پیدا کر لیں[۱۰] یعنی ایمان و اسلام کے ساتھ ساتھ جب کسی کو دینی سمجھ بوجھ حاصل ہو جائے تو وہ دیگر اہل ایمان کی نسبت اپنے لیے اور معاشرے کے دیگر لوگوں کے لیے زیادہ بہتر ثابت ہوتا ہے۔ دنیا میں نبوت سے بڑھ کر کوئی اعلیٰ مقام نہیں ہے اور نبوت کے بعد علم اور فقہ یعنی

دین کی سمجھ بوجھ حاصل کر لینے سے بڑھ کر کوئی اور مقام نہیں، ہے سوائے صحابیت کے۔ حقیقت میں دین کی سمجھ بوجھ رکھنے والے ہی لوگ اللہ تعالیٰ کے ولی اور دوست ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت لقمان علیہ السلام پر رحم فرمائے کہ وہ ایک حبشی غلام تھے مگر حکمت و دانائی یعنی معاملات کی سمجھ بوجھ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے نام اور ان کے اقوال کو قرآن کریم کی زینت بنا دیا ہے۔

اس سے واضح ہوا کہ دینی معلومات حاصل کرنا خصوصاً قرآن وسنت اور فقہ کی تعلیم حاصل کرنا اتنا بڑا اور عظیم الشان کام ہے، جس سے آگے کسی اور مرتبے کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔

قرآن کریم اور احادیث میں حصول علم کی بڑی تاکید اور فضیلت بیان ہوئی ہے۔ ایک حدیث پاک میں ہے کہ جو شخص طلب علم کی خاطر کوئی راہ چلے، اس کے عوض اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان فرمادے گا۔ جب کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کے کسی گھر میں کتاب اللہ کی تلاوت کرنے اور اسے سیکھنے کے لیے جمع ہوتے ہیں تو ان پر تسکین نازل ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ کی رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے اور رحمت کے فرشتے انھیں گھیر لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کا ذکر اپنے ہاں موجود مخلوق میں کرتا ہے۔[۱۱]

ممکن ہے کہ ہم میں سے بہت سے حضرات اپنی معاشرتی حیثیت یا علمی بڑائی کے زعم میں یا شرم کی وجہ سے ایسی مجالس میں حاضر ہونا پسند نہ کریں، انھیں معلوم ہونا چاہیے کہ ایسے لوگوں کی علمی اور روحانی ترقی رک جاتی ہے۔ حضرت مجاہد تابعی علیہ الرحمۃ کا قول ہے کہ وہ شخص علم حاصل نہیں کر سکتا جو شرمائے یا تکبر کرے۔[۱۲] حضرت ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے انصاری عورتوں کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ انصاری عورتیں کیا خوب ہیں کہ ان کو دین سمجھنے میں حیا اور شرم رکاوٹ نہیں ہوتی۔[۱۳]

اگرچہ عمر رسیدہ ہونا بھی دین سیکھنے میں شرم کا باعث ہے مگر ذرا دیکھیے کہ اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عمر کے اس حصے میں تھے، جسے عام طور پر تعلیم کی عمر نہیں سمجھا جاتا، اس کے باوجود وہ دین سیکھنے میں لگے رہتے تھے۔[۱۴]

دینی مجالس سے بلاوجہ منہ پھیرنا اور غیر ضروری سمجھ کر چلے جانا جب کہ کوئی ضروری امر بھی رکاوٹ نہ ہو، یہ اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا باعث ہے۔ چنانچہ ابوواقد لیثی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے اور لوگ بھی موجود تھے، ایسے میں تین آدمی آئے، ان میں دو تو رسول اللہ ﷺ کے پاس آ گئے اور ایک چل دیا (ابوواقد) کہتے ہیں کہ وہ دونوں کچھ دیر رسول اللہ ﷺ کے پاس ٹھہرے، پھر ان میں سے ایک نے مجلس میں گنجائش

دیکھی اور وہاں بیٹھ گیا اور دوسرا مجلس کے آخری سرے پر بیٹھ گیا اور تیسرا واپس چلا گیا، جب رسول اللہ ﷺ (خطبے سے) فارغ ہوئے تو فرمایا، کیا میں تمہیں ان تینوں کے حال سے آگاہ نہ کروں۔ ان میں سے ایک خدا کی طرف متوجہ ہوا اور اللہ نے اس کو جگہ دے دی، دوسرا (ذرا) شرمایا تو خدا نے بھی حیا کی اور تیسرے نے منہ پھیرا اور خدا نے بھی اس سے منہ پھیر لیا۔[۱۵]

علماکرام کی توجہ کے لیے

اس میں کوئی دوسری رائے نہیں ہوسکتی کہ اسلامی معاشرے میں انسانوں کی تربیت و اصلاح کی اصل ذمہ داری علماء پر عائد ہوتی ہے، کیوں کہ وہ منصب نبوت کے وارث ہیں اور انبیاء کرام کی بعثت کا مقصد بھولی بھٹکی انسانیت کو راہ ہدایت دکھانا تھا۔ خود رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

بعثت لاتمم مکارم الاخلاق ---[۱۶]

"میں تو صرف اس لیے مبعوث کیا گیا ہوں کہ اعلیٰ اخلاق کی تکمیل کروں"---

اعلیٰ اخلاق کی تعلیم و تکمیل کا مطلب انسانیت کو اچھی عادات سکھانا اور بری عادات و خصائل سے پاک کرنا ہے۔ لہٰذا علماء کرام پر لازم ہے کہ اس میراث کی حفاظت کریں اور انبیاء کرام علیہم السلام کی طرح مشنری جذبے، انسانیت کی خیر خواہی اور اخلاص نیت کے ساتھ گروہی، علاقائی، مادی اور دیگر ذاتی مفادات سے بالاتر ہو کر اس ذمہ داری کو سرانجام دیں۔

علم دین کی اشاعت و تعلیم کے باعث اللہ تعالیٰ نے علماء کو جو مقام عطا فرمایا ہے، وہ بہت بلند اور ارفع ہے۔ سرکار دوعالم ﷺ نے فرمایا:

"بے شک اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتے اور آسمان و زمین کی تمام مخلوق حتیٰ کہ چیونٹی اپنے سوراخ میں اور مچھلی سمندر میں لوگوں کو خیر و بھلائی کی تعلیم دینے والے کے حق میں دعاء و استغفار کرتی رہتی ہے"---[۱۷]

نیز حضور ﷺ نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ اس شخص کو تر و تازہ رکھے جو میری حدیث کو سن کر اسے یاد رکھے اور اسے کسی دوسرے تک پہنچادے"---[۱۸]

خیر خواہی کے جذبے سے کسی ایک انسان کی زندگی کو سنوار دینا اور اس کی عاقبت کو اچھا کر دینا اتنا قابل قدر کام ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

"اللہ کی قسم! اگر تیری وجہ سے اللہ تعالیٰ کسی ایک شخص کو راہ ہدایت دکھادے تو یہ سرخ اونٹوں سے زیادہ بہتر اور قیمتی چیز ہے"---[۱۹]

اسی وجہ سے علماء نے دینی علم سیکھنے اور سکھانے کو نفلی عبادات سے افضل قرار دیا ہے کیوں کہ نفلی عبادات کا فائدہ صرف عبادت گزار تک محدود رہتا ہے اور تعلیم و تعلم کا فائدہ صاحب علم کے علاوہ دیگر انسانوں تک پہنچتا ہے۔ انبیاء کے وارث علماء کو قرار دیا گیا ہے نہ کہ محض عبادت گزاروں کو۔ اس لیے بھی یہ کام عبادت سے اعلیٰ ہے کہ نوافل اور تسبیح و اذکار جیسے اعمال انسان کی وفات کے ساتھ ہی ختم ہو جاتے ہیں جب کہ علوم کی تعلیم کا فائدہ بعد از وفات بھی قائم اور جاری رہتا ہے۔ پھر یہ اس لیے بھی نفلی عبادات سے زیادہ نفع مند اور ضروری ہے کہ اشاعت علم سے شریعت اسلامیہ کی بقا وابستہ ہے اور امت کے تحفظ کا دار و مدار اسی پر ہے۔

کتمان حق یعنی علم کو چھپانا لائق مذمت ہے، کیوں کہ اس پر حدیث پاک میں شدید وعید آئی ہے۔ عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ کتمان حق صرف یہ ہے کہ مسئلہ پوچھنے پر نہ بتایا جائے، حالاں کہ کتمان حق یہ بھی ہے کہ انسان کو کسی دینی مسئلے کا علم ہو مگر بیان نہ کرے۔ حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ پر جب یہ اعتراض ہوا کہ آپ کثرت سے احادیث بیان کرتے ہیں تو انہوں نے سورۃ البقرہ کی آیات نمبر ۱۹۵ اور ۱۶۰ کی تلاوت کی، جن میں حق اور ہدایت کو چھپانے والوں کی مذمت بیان ہوئی ہے۔ پھر فرمایا کہ اگر یہ آیات نہ ہوتیں تو میں احادیث بیان نہ کرتا۔ یعنی کتمان حق کی زد میں آنے کے ڈر سے احادیث سناتا ہوں۔[۲۰]

اس سے صاف طور پر معلوم ہوا کہ وہ محترم علماء کرام جو قرآن و حدیث اور فقہ کا علم رکھتے ہیں وہ اگر پوری کوشش کے ساتھ ان علوم کو بیان نہیں کرتے تو کتمان حق کا ارتکاب کرتے ہیں۔

یہ بات تسلیم کی جانی چاہیے کہ علماء اپنے معاشی مسائل اور معاشرتی حیثیت کی وجہ سے اطمینان اور یکسوئی کے ساتھ دینی کام کرنے سے قاصر ہیں اور عام طور پر روزمرہ کی امامت، جمعہ کے خطبات اور قرآن مجید کی ناظرہ تدریس کے علاوہ تربیت انسانی کے لیے خصوصی اہتمام نہیں کر سکتے۔ (کیوں کہ ان امور کے لیے فکر معاش سے آزاد فضا اور وسائل کی ضرورت ہوتی ہے) اس کے باوجود اگر اشاعت دین کا سچا جذبہ، اپنی ذمہ داریوں کا احساس اور ملت اسلامیہ کی موجودہ پستی کو سربلندی میں بدلنے کا عزم ہو تو ہر رکاوٹ دور ہو جاتی ہے۔ اس لیے علماء کرام کو چاہیے کہ وہ کمر ہمت باندھیں اور ایسے پروگرام ترتیب دیں جو ملت کی کشتی کو بھنور سے نکالنے کا ذریعہ ثابت ہوں۔

جیسا کہ اوپر بیان کیا جاچکا ہے، بنیادی طور پر تین امور پر توجہ مرکوز کرنی چاہیے:

۱)...... قرآن کریم کا فہم عام کرنا، اس کے لیے روزانہ اور ہفتہ وار درس قرآن، ناظرہ قرآن خوانی اور تجوید و قراءت سکھانے کا اہتمام شامل ہے۔

۲)...... نبی کریم ﷺ کی احادیث مبارکہ کے ذخیرہ میں پھیلی ہوئی معلومات کی اشاعت، اس کے لیے بھی روزانہ یا ہفتہ وار درس کا اہتمام کیا جا سکتا ہے۔

۳)...... روزمرہ کے دینی و فقہی مسائل سے لوگوں کو آگاہ کرنا تا کہ ان کی معمول کی زندگی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے ضابطوں کے مطابق گزر سکے۔

مزید یہ کہ عقائد اسلامیہ کی توضیح و تشریح اس طرح کی جائے کہ کسی فرقے کو ہدف تنقید بنائے بغیر اصل مسئلہ کے تمام پہلوؤں کو کھول کر بیان کیا جائے۔ اسی طرح اسلام نے جو آداب زندگی بتائے ہیں، ان کو موثر انداز میں بیان کیا جائے اور ان کی افادیت کو سائنسی انداز میں واضح کیا جائے۔ نیز رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ کے مختلف پہلو اجاگر کیے جائیں اور روحانی تربیت کے لیے اولیاء و صالحین کے تذکرے کو ایسے پروگرام کا حصہ ہونا چاہیے اور قرآنی آیات، احادیث مبارکہ اور بزرگوں کے بتائے ہوئے اذکار انہیں یاد کروا کر ان کا ورد کرنے کی تربیت دی جائے۔

نماز ادا کرنے کی تربیت دینا بہت لازمی اور ضروری امر ہے۔ اس کے لیے طہارت کے مسائل بتائے جائیں، وضو کا درست طریقہ سمجھایا جائے اور نماز پڑھنے میں ہونے والی کوتاہیوں کی تفصیل سمجھائی جائے، بلکہ نماز ادا کر کے دکھائی جائے۔

تجویز یہ ہے کہ اس طرح کے پروگراموں بلکہ تمام دینی بیانات اور جمعہ وغیرہ کے خطبات میں نہ تو اختلافی لب و لہجہ اختیار کیا جائے، نہ حکومت کو ہدف تنقید بنایا جائے اور نہ دیگر متنازعہ امور کو چھیڑا جائے۔ اسلام جیسا کہ ہے، اس کی توضیح پر زور دیا جائے۔

یہ چند نکات ہیں جن کو مختصراً بیان کیا گیا ہے اور جن کو تربیت کے لیے راہنما اصول کے طور پر پیش نظر رکھنا چاہیے۔ علماء کرام اگر مربی کا فریضہ سر انجام دیں تو ان کو دینی لٹریچر سے بے پناہ مفید تربیتی مواد مل سکتا ہے۔

جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا کہ ہمارے ہاں افراد کی اسلامی اور دینی تربیت سے غفلت برتی جا رہی ہے، جب کہ رسول اکرم ﷺ کی مبارک مجلس ہو یا صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، محدثین و مفسرین، مجتہدین، فقہاء کرام اور اولیاء و صالحین کی مجلسیں، سب اسلامی تربیت کی آئینہ دار ہوا کرتی تھیں۔ رسول اکرم ﷺ کے انداز تربیت کے لیے درج ذیل مثالیں دیکھیے:

حضرت ابو حازم بن دینار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اکرم ﷺ کے لیے لکڑی کا منبر بنا کر مسجد نبوی ﷺ میں رکھا گیا تو میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ نے اس پر نماز پڑھی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں کو متوجہ کر کے فرمایا:

"اے لوگو! میں نے اس طرح اس لیے کیا ہے تا کہ تم میری پیروی کرو اور میری نماز سیکھ لو"---[۲۱]

اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص آیا، اس نے نماز پڑھی، اس کے بعد حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر سلام کیا، آپ ﷺ نے جواب دیا اور فرمایا، جاؤ نماز پڑھو، تم نے نماز نہیں پڑھی، وہ گیا اور پہلے کی طرح نماز پڑھ کر سلام عرض کیا، آپ ﷺ نے جواب دیا اور فرمایا جاؤ نماز پڑھو، کیوں کہ تم نے نماز نہیں پڑھی۔ تیسری بار بھی ایسا ہی ہوا تو عرض کرنے لگا، اس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، میں اس سے بہتر نماز نہیں پڑھ سکتا، مجھے سکھا دیجیے۔ پھر آپ ﷺ نے اسے نماز کا پورا طریقہ سکھایا۔[۲۲]

حضرت ابو قلابہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ ہماری مسجد میں آئے، انہوں نے کہا کہ میں تمہارے سامنے نماز پڑھتا ہوں، میرا مقصد نماز پڑھنا نہیں ہے بلکہ میں نے جس طرح رسول اکرم ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھا، اسی طرح نماز پڑھ کر دکھاتا ہوں۔[۲۳]

حوالے

۱)...... الرعد: ۱۱:۲، ۲)...... بخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب التناوب فی العلم ۳،)...... ایضاً باب حفظ العلم ۴،)...... ایضاً، کتاب الاذان باب الاذان للمسافر ۵،)...... ایضاً، کتاب الحیض، باب الشہود الحائض العیدین و دعوۃ المسلمین ۶،)...... ایضاً، کتاب العلم باب قول النبی ﷺ اللہم علمہم الکتاب ۷،)...... ایضاً، کتاب الوضوء، باب وضع الماء عند الخلاء، ۸)...... ایضاً، کتاب الانبیاء، باب علامۃ النبوۃ فی الاسلام ۹،)...... ایضاً، کتاب العلم، باب من یرد اللہ بہ خیرا یفقہہ فی الدین ۱۰،)...... ایضاً باب قول اللہ تعالیٰ لقد کان فی یوسف ۱۱،)...... مسلم، ابو الحسین بن الحجاج قشیری، الجامع الصحیح، کتاب الذکر والدعاء والتوبۃ والاستغفار، باب فضل الاجتماع ۱۲،)...... بخاری، کتاب العلم باب الحیاء فی العلم ۱۳،)...... ایضاً ۱۴،)...... کتاب العلم باب الاغتباط فی العلم، ۱۵)...... ایضاً باب من قعد حیث ینتہی ۱۶،)...... ؟؟؟؟؟ ۱۷،)...... ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، جامع، صفحہ ۳۸۴، ۳۸۵ (مطبوعہ نور محمد) ۱۸،)...... ابو داؤد، کتاب العلم باب فضل نشر العلم ۱۹،)...... ایضاً، ۲۰)...... بخاری، کتاب العلم، باب حفظ العلم ۲۱،)...... ایضاً، کتاب الجمعۃ باب الخطبۃ علی المنبر ۲۲،)...... ایضاً، کتاب الاذان باب وجوب القراءۃ للامام ۲۳،)...... ایضاً باب من صلی با لناس وھو لا یرید

اہل سنت کا جماعتی نظام کس طرح درست کیا جائے؟

علامہ ارشد القادری رحمہ اللہ تعالیٰ

کوئی چیز جب بھی بگڑتی ہے تو اچانک نہیں بگڑ جاتی بلکہ بتدریج اس کے اندر بگاڑ ہوتا ہے۔ یعنی پہلے ایک ایک پرزہ بگڑتا ہے پھر ایک دن پوری مشین بگڑ جاتی ہے اور یہ تدریجی کیفیت صرف بگاڑ ہی کے لیے نہیں بلکہ بناؤ کے لیے بھی ہوتی ہے، یعنی کوئی بگڑی ہوئی چیز یک بیک نہیں بن جاتی پہلے ایک ایک پرزہ درست ہوتا ہے تب جاکر پوری مشین درست ہوتی ہے۔

ٹھیک اسی طرح ہمارے قومی معاشرہ کا بناؤ اور بگاڑ بھی تدریجی مراحل سے گزرتا ہے، پہلے ایک ایک فرد میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے یہاں تک کہ ایک دن پوری قوم بگڑ جاتی ہے۔ اسی طرح کوئی بھی بگڑا ہو معاشرہ جہاں کروڑوں افراد کے ذریعہ پیہم بگاڑ کا عمل جاری ہو اس کی اصلاح کے لیے بھی وسیع پیمانے پر طویل المیعاد جدوجہد کی ضرورت ہے۔

آپ اگر فکر کی گہرائی میں اتر کر ماحول کا جائزہ لیں تو آپ واضح طور پر محسوس کریں گے کہ آج ہمارے معاشرہ کا مذہبی، روحانی اور تبلیغی نظام پانچ بنیادوں پر کھڑا ہے۔ یہ پانچوں بنیادی قوتیں اگر ہم آہنگ ہو جائیں اور ایک ہی رخ پر ان کا اجتماعی سفر لگاتار جاری رہے تو ہم چند ہی دنوں میں ماحول کا نقشہ بدل سکتے ہیں اور اپنے معاشرہ سے ان تمام برائیوں کا خاتمہ کرسکتے ہیں جن پر ہم اب تک قابو نہیں پاسکے۔

ہمارے مذہبی معاشرہ کی بنیاد ائمہ مساجد ہیں یہ طبقہ عامۃ المسلمین سے جتنا قریب رہتا ہے اتنا قرب قوم کے کسی طبقے کو بھی حاصل نہیں ہے۔ شب و روز میں پانچ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

- والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرو

(القرآن)

- مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں

حدیثِ نبوی

- پرانی اور خستہ قبروں پر غور کرو، کیسے کیسے حسینوں کی مٹی خراب ہو رہی ہے

حضرت سیدنا غوث اعظم

- حسنِ اخلاق یہ ہے کہ تیرا قلب فعلِ حق کے دیکھنے کی وجہ سے لوگوں کی جفا سے متاثر نہ ہو.......... پہلے نیت ٹھیک ہونی چاہیے کہ لوگوں کی نظر عمل پر ہے اور حق تعالیٰ کی نظر نیت پر

حضرت نظام الدین اولیاء

- جاہل فقیر کا مرید ہونا شیطان کا مرید ہونا ہے

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی

Syed Munawar Ali Shah Bukharai

[Shah Jee]

233N Central AVE

Lodi C.A 95240

USA

بار اہل محلہ سے اس کی ملاقات ذہن و فکر اور قوت عمل پر اثر انداز ہونے کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ پھر ہر ساتویں دن جمعہ کی نماز میں سارے شہر یا شہر کے اکثر حصے کے مسلمانوں کے ساتھ اس کا رابطہ قائم ہوتا ہے۔

اگر ائمہ مساجد کا یہ جاندار طبقہ پوری ہم آہنگی کے ساتھ کسی مہم کی تکمیل پر متحد ہو جائے تو چند ہی دنوں میں بغیر کسی اہتمام اور تکلف کے وہ عظیم مقاصد حاصل کیے جاسکتے ہیں جن کے حصول کے لیے سالہاسال کی مدت درکار ہوسکتی ہے۔ لیکن اسی کے ساتھ انقلابی نتائج کے ظہور کے لیے چند بنیادی شرطیں بھی لازمی ہیں۔

پہلی شرط تو یہ ہے کہ سارے ائمہ مساجد کی دعوت متحدہ طور پر ایک ہی منزل، ایک ہی مقصود اور ایک ہی نعرہ کی طرف ہو۔ کیونکہ دعوت کا نشانہ اگر مختلف ہوگیا یا مقاصد الگ الگ ہوگئے تو کسی انقلابی نتیجہ کی امید بالکل بیکار ہے۔

دوسری شرط یہ ہے کہ ہر امام کسی خارجی دباؤ کے نتیجے میں نہیں بلکہ اپنے ضمیر کی آواز پر حرکت کرے، کیونکہ کسی بھی مہم کے ساتھ دل کا والہانہ اشتیاق اس کی کامیابی کی ضمانت ہے۔

مشاہدات کے مطابق دل ہمیشہ کسی نہ کسی جذبے کا شکار ہوتا ہے اور جب شکار ہو جاتا ہے تو اپنے جذبے کی تکمیل کا راستہ وہ خود نکال لیتا ہے۔ جنون انگیز بیخودی کے عالم میں پہاڑوں کو سرکاتا ہے، صحراؤں سے گزرتا ہے، سمندروں کو عبور کرتا ہے، ناکامی کی زنجیروں کو توڑتا ہے، مشکل کو مشکل کہہ کر واپس نہیں لوٹتا بلکہ اس پر قابو پانے کی راہیں تلاش کرتا ہے یہاں تک کہ سیماب کی طرح اس کی بیقرار زندگی ایک دن حائل ہونے والی تمام دیواروں کو توڑتی ہوئی منزل مقصود تک پہنچ جاتی ہے۔

اسی لیے کہا گیا ہے کہ مقاصد کی تکمیل میں مشکل مرحلہ قدم اٹھانا نہیں بلکہ دل کا مقصد کے عشق میں مبتلا ہونا ہے۔ مبتلا ہو جانے کے بعد دل گوشت پوست کا لوتھڑا نہیں بلکہ عالم تجلیات کا ایک شعلہ بن جاتا ہے، اسی عالم میں اس کی ہمت

فراست، اس کے جبروت و استقامت اور اس کی لامحدود قوت عمل کا اندازہ لگانا بہت مشکل ہے۔

ہر چند کہ دل کی ابتلاء کے اسباب کا احاطہ دشوار ہے لیکن مشاہدات کے حوالہ سے اتنی بات ضرور کہی جاسکتی ہے کہ کسی کے عشق میں دل یونہی نہیں مبتلا ہو جاتا بلکہ روحانی، جسمانی، دنیوی، اخروی، صوری، معنوی، حال اور مستقبل کسی نہ کسی طرح کے مفاد کی کشش یقیناً ہر ابتلا کے پیچھے ہوتی ہے۔

یہ نکتہ واضح ہو جانے کے بعد اب یہ دعویٰ محتاج بحث نہیں ہے کہ خدا و رسول کی رضا اور فکر آخرت کو اگر ہستی کے سارے مفادات کا موقوف علیہ بنالیا جائے تو دل جیسے بدترین سرکش کی تسخیر کا مرحلہ کچھ زیادہ مشکل نہیں ہے۔

ائمہ مساجد اگر ''مفاد عاجل'' کی خواہش سے بالاتر ہو کر صرف اخروی زندگی کی فلاح و نجات اور عیش و برتری کے جذبے میں ہر نماز کے وقت صرف دس منٹ ہمارے مشن کو دے دیں تو جو کام سالہاسال کی مدت میں نہیں ہوسکا وہ چند دنوں میں ہو جائے گا۔ (پندرہ روزہ رفاقت پٹنہ، ص :۳، ۵ مارچ ۱۹۸۲ء)

گزارش: اہلسنت کے جماعتی نظام کی درستگی کے تعلق سے آپ نے حضرت علامہ علیہ الرحمۃ کی پرکشش تحریر ملاحظہ فرمائی، جو ہمارے لیے لمحۂ فکریہ ہے۔ جماعتی نظام کی اصلاح کے لیے ہمارے علماء اور دانشوران کے ذہن و فکر میں بھی یقیناً نکات ہوں گے، ہم چاہتے ہیں کہ ان نکات کو ہم اپنے باذوق قارئین تک پہنچائیں تاکہ اصلاح کا عمل شروع ہوسکے۔ ہم اپنے علماء اور دانشوروں سے گزارش کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اختصار کے ساتھ اس مسئلے پر اپنی آراء ارسال فرمائیں، ہمیں امید ہے کہ جماعتی مفادات کے پیش نظر ہماری اس عام اپیل کو وہ مسترد نہیں فرمائیں ... (ادارہ)

حضور رحمت عالم و عالمیان' تاجدار بزم کائنات رسالتمآب سیدنا محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کی ولادت باسعادت کے عظیم موقع پر
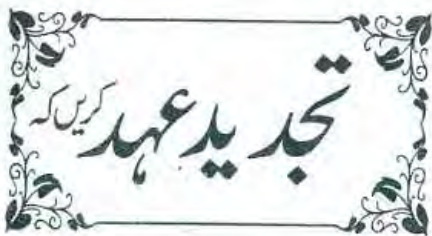
ہم اپنی زندگیوں میں ہمیشہ میلاد منائیں گے اور سیرت اپنائیں گے

اے اللہ! ہمیں توفیق عطا فرما۔ آمین

منجانب

(صاحبزادہ) حافظ حامد رضا سیالکوٹی

وزیر اوقاف حکومت آزاد کشمیر

سجادہ نشین دربار عالیہ

حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ تعالیٰ

جامع مسجد دروازہ (سیالکوٹ)

عمدۃ العارفین، زبدۃ الکاملین، حضرت اعلیٰ ڈنگروٹوی

حضرت خواجہ حافظ محمد حیات رحمہ اللہ تعالیٰ

پروفیسر ڈاکٹر افضل جوہر

آزاد کشمیر کے ضلع میر پور میں منگلا ڈیم کے شمال جنوبی کنارے پر چھوٹے سے پہاڑی سلسلہ کے دامن میں آستانہ عالیہ ڈھانگری شریف واقع ہے جو برصغیر پاک و ہند کے علاوہ بیرونی ممالک میں بھی ایک دینی، روحانی اور اسلامی مرکز کی حیثیت سے معروف ہے، یہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ قادریہ کے بلند پایہ مشائخ عظام اعلیٰ حضرت فیض درجت حضرت خواجہ حافظ محمد حیات رحمتہ اللہ علیہ، قطب ربانی حضرت خواجہ حافظ محمد علی رحمتہ اللہ علیہ، زبدۃ العارفین حضرت خواجہ حافظ پیر محمد فاضل رحمتہ اللہ علیہ اور آفتاب شریعت مہتاب طریقت علامہ حافظ پیر محمد عتیق الرحمان دامت برکاتھم العالیہ کی عقیدتوں کا مرکز بن چکا ہے ہر سال یکم اپریل کو سالانہ عرس کا ایمان افروز، روح پرور اجتماع ہوتا ہے جو اس بار یکم اپریل (۲۰۰۵ء) کو ایک سو گیارواں سالانہ عرس ہوگا۔ دریائے جہلم کے کنارے واقع ڈھنگروٹ شریف میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے معروف پیشوا حضرت خواجہ حافظ محمد حیات رحمہ اللہ تعالیٰ گزرے ہیں، آپ باولی شریف ضلع جہلم کے غوث العارفین حضرت خواجہ محمد بخش رحمتہ اللہ علیہ کے مرید باصفا اور خلیفہ مجاز تھے، علاوہ ازیں آپ کو میر پور میں واقع گوڑہ سیدان شریف کے سلطان الاولیاء حضرت پیر سید محمد نیک عالم شاہ رحمتہ اللہ علیہ سے بھی سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ سیفیہ کی خلافت و اجازت حاصل تھی۔ آپ نے قبل ازیں دینی علوم ساگری شریف وجوڑہ شریف سے حاصل کئے ہیں۔ حضرت خواجہ حافظ محمد حیات رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے علوم ظاہری اور علوم باطنی دونوں کی تعلیم و تربیت کا سلسلہ

ایک ساتھ جاری رکھا اور ہزاروں بندگان خدا کو ظاہری و باطنی فیوض و برکات سے مالا مال کر کے دین دار، شب بیدار و تہجد گزار بنایا۔

آپ کا وصال پاک ۳ ربیع الاوّل (۱۹۱۶ء) میں ہوا، حضرت خواجہ حافظ محمد حیات رحمتہ اللہ علیہ کی نگاہِ کیمیا گر نے بڑی کثرت سے قلوب کو کندن بنایا تھا، آپ سے نسبت قائم کر کے باطنی و روحانی فیضان کے ذریعے بہت لوگ بلند مقام پر پہنچے، آپ کے مشہور خلفاء میں حضرت قاضی محمد سلطان عالم رحمتہ اللہ علیہ چچیاں حال مزار کالا دیو جہلم، حضرت میاں حسین علی خان رحمتہ اللہ علیہ کس ھاڑاں، حضرت صوفی چشمت علی رحمتہ اللہ علیہ، حضرت میاں ستار محمد چھتروہ رحمتہ اللہ علیہ، حضرت میاں باغ علی رحمتہ اللہ علیہ ڈومال، حضرت میاں شاہ محمد رحمتہ اللہ علیہ فتح پور، حضرت میاں خوشی محمد رحمتہ اللہ علیہ، حضرت میاں باغ علی رحمتہ اللہ علیہ بوعہ، حضرت میاں بھولا رحمتہ اللہ علیہ تنگدیو ہیں۔ حضرت خواجہ حافظ محمد حیات رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے خلیفہ الرشید حضرت خواجہ حافظ محمد علی رحمتہ اللہ علیہ کی تعلیم و تربیت خود فرمائی اور وہ آپ کے روحانی باطنی و ظاہری کمالات کا عکس کامل بن گئے، حضرت اعلیٰ نے آپ کی بیعت حضرت پیر سید لطیف علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ رواتڑہ شریف کے دست حق پر کرائی اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ، زبیریہ و سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ سیفیہ کے اسباق کی تکمیل اور خلافت خود عطا فرمائی، اسی دوران حضرت خواجہ حافظ محمد علی رحمتہ اللہ علیہ اپنے والد گرامی کی اجازت و توجہ سے آوان شریف حاضر ہو گئے اور حضرت غریب نواز قاضی سلطان محمود رحمتہ اللہ علیہ سے سلسلہ عالیہ قادریہ میں خلافت و اجازت سے سرفراز ہوئے، آپ ظاہری و باطنی دونوں قسم کے علوم کے بحر ذخائر تھے، حضرت قاضی سلطان محمود رحمتہ اللہ علیہ آوان شریف کے حکم سے آپ نے عظیم مجذوب درویش حضرت سائیں نور رحمتہ اللہ علیہ ڈھنگروٹ شریف سے بھی فیض حاصل کیا، آپ نے ایک مسجد میں ۲۰ سال قیام فرما کر عبادت و ریاضت کی، آپ کی محفل میں بیٹھنے والے لوگ ذکر الٰہی سے سرشار ہوتے تھے اور تمام مکاتب فکر بلا امتیاز آپ کے حضور

۔ کرا دیتے' آپ اپنے فرزند ارجمند حضرت مولانا حافظ پیر محمد فاضل رحمتہ اللہ علیہ اور اپنے پوتے صاحب زادہ پیر محمد عتیق الرحمان (موجودہ سجادہ نشین ڈھانگری شریف) اور ان کی والدہ ماجدہ کے ہمراہ ۱۹۶۴ء میں حرمین شریفین گئے اور حج شریف کی سعادت حاصل کی اور مدینہ منورہ میں حضور پاک صاحب لولاک ﷺ کے دربار گوہر بار میں حاضری دی۔ واپسی پر ۱۵ اگست ۱۹۶۴ء بمطابق ۶ ربیع الثانی بروز اتوار آپ کا وصال ہوا۔

آپ نے ابتدائی تعلیم کے بعد اپنے والد گرامی کی اجازت سے ہندوستان کے اہم مدارس میں درس نظامی کی تکمیل کی اور ۱۹۳۵ء میں جامع منظر اسلام بریلی شریف میں دورہ حدیث پڑھا اور اسی دن حضرت مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خان نوری رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کو جامعہ میں بطور مدرس کام کرنے کو کہا لیکن آپ نے اپنے آستانے کی مصروفیات کی بناء پر معذرت کی اور ڈھینگروٹ شریف پہنچے اور آپ کے پہنچتے ہی آپ کے والد گرامی قطب عالم حضرت خواجہ حافظ محمد علی رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کو سلاسل طریقت کی خلافت و اجازت عطاء فرمائی اور اس روز سے لے کر اپنے وصال تک آپ نے شریعت و طریقت' علم و عمل تبلیغ و ارشاد کے وہ دریا بہائے کہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کی یادوں کو تازہ کر دیا۔ آپ نے ۱۵ مئی ۱۹۹۱ء بروز بدھ درس دے کر اٹھے' تازہ وضو فرمایا قبلہ رخ ہو کر جان' جانِ آفرین کے سپرد فرمائی۔ آپ کو آپ کے والد گرامی القدر حضرت خواجہ حافظ محمد علی رحمتہ اللہ علیہ کے پہلو میں سپرد خاک کیا گیا' آپ کے بعد آپ کے حاصلِ فیضان' قافلۂ اہل شریعت و طریقت کے پاسبان' آپ کے لخت جگر نور نظر حضرت علامہ محمد عتیق الرحمان مدظلہ العالیٰ سجادہ نشین ہیں۔ آپ نے اپنے والد گرامی کے حکم پر ان کے دور ہی میں متعلقین کو بیعت فرمانا شروع کیا تھا' آپ کی تمام تر علمی و روحانی تربیت والد گرامی نے خود فرمائی۔ اللہ تعالیٰ اس مرکز عرفان کو سدا سلامت و آباد رکھے۔ آمین

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسم شبیری

الحاد اور بدی کے شور اور بدعقیدگی و ظلمت کے اندھیروں میں نور اجالا کرنے کے لئے مسلک اولیاء اللہ کا چراغ روشن کرنا پڑے گا۔

خانقاہ عالیہ بہاری شریف ہر قسم کے ظلم' ناانصافی' جبر' جہالت' گمراہی' بدعقیدگی' معاشرتی ناہمواری کے خاتمے کے لئے حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی تعلیمات کو عام کرنے کا عزم رکھتی ہے۔

آپ بھی اس قافلۂ حق میں شامل ہوں

پیر سید فیض الحسن شاہ بخاری

مرکزی صدر انجمن محبان محمد ﷺ سجادہ نشین دربار عالیہ بہاری شریف

تحصیل ڈڈیال ضلع میرپور آزاد کشمیر

فون: 0320 - 4965064

اسلامی تہذیب آج بھی ابھر رہی ہے مسلم کمیونٹی متحد ہو جائے

ہم ماڈرن چیزیں اپنا سکتے ہیں مگر اصولوں پر سودے بازی نہیں کر سکتے

اسلام، امن، بھائی چارے، برداشت اور رواداری کا دین ہے

سب سے پہلے مسئلہ کشمیر حل کیا جائے...... پاکستان ہم سب کا وقار ہے

نائن الیون کے واقعہ سے برطانیہ میں مقیم مسلمانوں اور پاکستانیوں پر منفی اثرات ہوئے

انٹرنیشنل مسلم فورم کے چیئرمین اور مبلغ یورپ

علامہ صاحبزادہ محمد رفیق چشتی سیالوی

سے ایک اہم انٹرویو

ملاقات...... ملک محبوب الرسول قادری

ترتیب و تدوین...... محمد تاج قادری

سرزمین یورپ میں نامور عالم دین اور خطیب علامہ صاحبزادہ محمد رفیق چشتی سیالوی جو انٹرنیشنل مسلم فورم کے بانی چیئرمین، پاکستان مسلم لیگ علما و مشائخ ونگ برطانیہ کے صدر، مرکزی علماء کونسل (یوکے) اور جماعت اہل سنت برطانیہ کے مرکزی نائب صدر ہیں وہ برٹش مسلم فورم کے ممبر ہیں اور پاکستان میں قومی امن کمیٹی کے بھی وفاقی ممبر ہیں۔ دنیا بھر کے سات ممالک کے متعدد تبلیغی دورے کر چکے

ہیں۔ وہ شب و روز دین متین کی خدمت میں مصروف و مگن رہتے ہیں۔ گذشتہ دنوں پاکستان تشریف لائے تو ان سے ایک تفصیلی نشست کا موقع ملا۔ انہوں نے اپنے زریں خیالات سے آگاہ کیا۔ وہ کہہ رہے تھے کہ ہمیں پاکستان کی تاریخ کو کبھی نہیں بھولنا چاہیئے۔ ماضی کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیئے اور ہمیں ان قربانیوں کو کبھی بھولنا نہیں چاہئے جو ہمارے بزرگوں نے اس ملک کو بنانے کے لئے دی ہیں اور ہمیں بابائے قوم قائداعظم اور علامہ اقبال کے خوابوں کو تکمیل تک پہنچانے کے لئے بھرپور کردار ادا کرنا چاہئے اور ہمیں اپنے وقار کو صحیح معنوں میں بلند کرنا ہوگا ایک خوش حال

اس وقت ساری دنیا میں اسلام، پاکستان اور مسلمانوں کے خلاف منفی پراپیگنڈہ جاری ہے

پاکستان کے لئے اپنا اپنا کردار دیانت داری سے ادا کرنا ہوگا اور ہمیں عہد کرنا ہوگا کہ ہم اپنے ملک کے لئے ایک مثالی کام کریں۔ اس وقت پوری دنیا میں پاکستان، اسلام اور مسلمانوں کے خلاف منفی پراپیگنڈہ کیا جا رہا ہے اور اسلام کے خلاف عالمی سازشیں کی جا رہی ہیں۔ ہم پر دہشت گردی کا الزام لگایا جا رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں اس وقت پوری دنیا میں پاکستان، اسلام اور مسلمانوں کے خلاف منفی پراپیگنڈہ کرنے والوں پر واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ پاکستان اسلام کا قلعہ ہے اسلام امن، بھائی چارے، برداشت اور رواداری کا دین ہے۔ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اور اختلافات کو مذاکرات کے ذریعے حل کرنے کا درس دیتا ہے۔ اسلام امن پسند مذہب ہے۔ ہم ماڈرن چیزیں اپنا سکتے ہیں لیکن اصولوں پر سودے بازی نہیں کر سکتے۔

انہوں نے کہا ہے کہ جب تک مسئلہ کشمیر حل نہیں ہوگا پاکستان اور بھارت میں کبھی بھی خوشگوار تعلقات قائم نہیں ہو سکتے۔ اس وقت دونوں ممالک کے عوام کی نظریں جامع مذاکرات پر لگی ہوئی ہیں۔ مجھے سو فیصد امید اور یقین ہے کہ کشمیر کے لئے کشمیری عوام کی قربانیاں کبھی رائیگاں نہیں جائیں گی اور یہ طے ہے کہ اقوام متحدہ کی قراردادوں اور کشمیریوں کی خواہشات و مرضی کے بغیر مسئلہ کشمیر حل نہیں ہوسکتا۔

بھارت کو بھی اپنے رویئے اور عمل میں لچک دکھانا ہوگی۔ پاکستان پہلے ہی اپنے اصولی موقف پر قائم ہے۔ خطے میں امن اس وقت تک پیدا ہوسکتا ہے جب دونوں ممالک مذاکرات کے ذریعے کسی ٹھوس اور پرامن حل کی طرف پیش رفت کریں انہوں نے کہا کہ پاکستانی عوام محبت کرنے والے ہیں اور بھارت کے ساتھ اچھے اور خوشگوار تعلقات کے خواہاں ہیں انہوں نے کہا کہ جنرل پرویز مشرف کا مسئلہ کشمیر کے حوالے سے موقف درست ہے کیونکہ وہ فیصلہ کرنے کی طاقت رکھتے ہیں۔

علامہ صاحبزادہ محمد رفیق سیالوی نے کہا کہ آئندہ کی برسوں میں برطانیہ اور پاکستان کے درمیان معاشی تعلقات میں نمایاں تبدیلیوں کی ضرورت ہے جو تارکین وطن نے واقعی بہت ساری اچھائیوں کو جنم دیا ہے جن کی قدر کرنی چاہیئے انہوں نے کہا کہ ہمارا موقف واضح اور اٹل ہے کہ بھارت کی سیکورٹی کونسل کی رکنیت کے لئے کشمیروں کو ان کی مرضی کے حقوق ملے بغیر حمایت نہیں کی جاسکتی۔

پاکستان کے اساسی نظریہ کے مخالفین دراصل حقائق سے بے خبر ہیں

انہوں نے کہا کہ کشمیریوں کو حق خودارادیت سے محرومی کے باوجود بھارت سیکورٹی کونسل کے لئے کیسے حق دار بن سکتا ہے؟ برطانیہ جیسے ملک میں سربراہ کے لئے مخصوص مذہبی عقیدہ کی اگر پابندی ہوسکتی ہے تو مذہب کی بنیاد پر وجود میں آنے والی ریاست پاکستان کی مذہبی نظریہ کی پابندی کو تنقید کا نشانہ کیوں کر بنایا جاسکتا ہے۔

انہوں نے کہا کہ تقسیم ہند کے وقت مذہب کی بنیاد پر ہندوستان کی تقسیم کے داعی مسلمانوں کے ساتھ ساتھ خود ہندو راہنما بھی تھے پاکستان کے اساسی نظریہ کے مخالفین درحقیقت ان کے حقائق سے بے خبر ہیں۔ پاکستان ہم سب کا وقار ہے اور اس وقار کو قائم رکھنے کی کوششوں میں ہم سب کو شریک ہونا ہے۔ موجودہ حالات میں علماء کرام کو اپنا ایک پلیٹ فارم بنا کر متحد ہونا چاہیئے۔ یورپ اور امریکہ میں امام

کو ملازم سمجھنے کا رواج ہے۔ حالانکہ سچ یہ ہے کہ نام نہاد تنظیموں کے عہدیدار امام کے بغیر کبھی بھی کامیاب نہیں ہوسکتے۔ اگر کسی ادارے کا امام (عالم) ادارہ چھوڑ جائے تو وہ تنظیم دو دن تک نہیں چل سکتی۔ لہٰذا دیار غیر میں رہنے والے علماء کو اپنا رہبر مان کر ان کی سربراہی میں چلنے سے ہی کامیابی حاصل کی جاسکتی ہے کیونکہ ان لوگوں نے خود کو دین کے لئے وقف کیا ہوا ہے مسلمانوں پر دہشت گردی کے قبیل کو اختلافی مسائل بھلا کر مشترکہ جدوجہد سے ہی دور کیا جاسکتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے علماء کرام کو انگریزی پر عبور حاصل ہونا چاہیئے اور اسلام کا پیغام لیکچر کی صورت میں اپنے امریکی اور برطانوی دوستوں کو پیش کرنا چاہیئے اسلام کا سلسلہ روحانیت تمام مسائل کا حل ہے اپنی نئی نسل جو دیارِ غیر میں ہے اور اس کو ناظرہ قرآن کے بجائے تفسیر اور ترجمے سے قرآن پڑھایا جائے اور اسکالروں کو اسلام اور روحانیت پر بھرپور عبور حاصل ہونا چاہیئے جس طریقے سے اسلام پھیل رہا ہے اگر ہم لوگ مشترکہ لائحہ عمل کے تحت برطانیہ اور امریکہ میں کام کریں تو وہ دن دور نہیں جب لوگ جوق در جوق سچے اور پرامن مذہب میں شامل ہوں گے۔ ہم اس سلسلے میں عملی کوشش بھی کر رہے ہیں۔

صاحبزادہ محمد رفیق چشتی سیالوی نے کہا کہ نائن الیون کے واقعہ نے پوری دنیا پر اثرات مرتب کیے ہیں لیکن مسلم دنیا پر اس کے اثرات کچھ زیادہ ہی ہوئے ہیں۔ وہ اس طرح کہ امریکہ اور اتحادیوں نے دہشت گردی کے خلاف جس جنگ کا آغاز کیا ہے اس کی لپیٹ میں زیادہ تر مسلم ممالک ہی آئے ہیں۔ کیونکہ امریکہ سمجھتا ہے کہ پوری دنیا میں دہشت گردی زیادہ تر مسلمان ہی کر رہے ہیں۔ ان کاروائیوں

علماء انگریزی زبان پر عبور حاصل کر کے اسلام کے پیغام کو عام کریں

کے اثرات پاکستان پر بھی ہوئے ہیں۔ بالخصوص دیارِ غیر میں رہنے والے پاکستانی اور دوسرے مسلمان اس سے بہت زیادہ متاثر ہوئے ہیں۔ برطانیہ میں رہنے والے

مسلمانوں اور پاکستانیوں کو یہاں کے لوگ دہشت گرد سمجھنے لگے تھے اور ان کے خلاف کارروائیوں کا مطالبہ کیا جارہا تھا۔ ہر داڑھی والے شخص کو انتہا پسند سمجھا جانے لگا تھا لیکن اب صورتحال قدرے بہتر ہو گئی ہے اور مسلمانوں کے خلاف جو سوچ پیدا ہوئی تھی وہ اب تبدیل ہونا شروع ہو گئی ہے اور یہ سب ہماری حکومت کی مثبت سوچ کی وجہ سے ممکن ہوا ہے۔

اسلام علم کے حصول اور ضرورت پر سب سے زیادہ زور دیتا ہے

انہوں نے کہا کہ ہمارے چند علماء نے دین کو محدود کر رکھا ہے اور وہ مسلمانوں کو دنیوی اور جدید علوم سے دور رکھے ہوئے ہیں جبکہ اسلام میں ایسا ہرگز نہیں ہے۔ بلکہ اسلام تو علم کے حصول پر بہت زیادہ زور دیتا ہے اگر ہم جدید علوم حاصل کریں گے تو بیرون ممالک میں ہمارا امیج بہتر ہوگا اور ہم بھی ترقی یافتہ اقوام کی صف میں شامل ہوں گے آپ دیکھیں کہ دنیا کی جتنی بھی اقوام نے ترقی کی ہے صرف اور صرف علم کی بدولت کی ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ جدید علوم کے پیچھے لگ کر ہم دینی علوم سے بھی ہٹ جائیں۔ بیرون ممالک میں مقیم پاکستانیوں پر بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ہم اپنے وطن کا نام روشن کریں ۔ چند گھٹیا سوچ رکھنے والے عناصر پاکستانیوں اور مسلمانوں کو بدنام کررہے ہیں اس سلسلے میں ہم سب کو اپنا کردار ادا کرنا ہوگا۔

صاحبزادہ محمد رفیق چشتی سیالوی نے مزید کہا کہ ہمیں یہ عہد کرنا ہے کہ ہم اپنے ملک کی بہتری کے لئے کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔ پاکستان بے پناہ قربانیوں کے بعد حاصل ہوا ہے کتنے نوجوان شہید ہوئے کتنی مائیں اپنے فرزندوں سے محروم ہوئیں اور کتنے سہاگ اجڑے ہمیں چاہئے کہ ہم ان قربانیوں کو یاد رکھیں۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں آزادی کی قدر کرنی چاہیئے اور جو قومیں آزادی کی قدر نہیں کرتیں اور تاریخ سے سبق حاصل نہیں کرتیں وہ گھاٹے میں رہتی ہیں۔

پاکستانی کمیونٹی نے ہمیشہ انگلش کمیونٹی کے ساتھ بہت اچھا وقت گزارا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ پاکستان پوری دنیا کے افق پر چھا جائے۔ انہوں نے کہا کہ تمام دنیا کے پاکستانی آپس میں ایک لڑی کی طرح پروئے ہوئے ہیں اور وہ ملک پاکستان کے خلاف ہونے والی ہر سازش کو ناکام بنانے کا اعادہ کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ برطانیہ میں بہت سی سیاسی جماعتیں ہیں لیکن جب بھی پاکستان کے مسئلے پر بات ہوتی ہے تو خدا کا شکر ہے کہ تمام پاکستانی پاکستان کی بات کرتے ہیں۔

انہوں نے کہا کہ اسلام سلامتی کا دین ہے وہ انسانوں کی ایسی تربیت کرتا ہے کہ اس کے ماننے والے دوسروں کے حقوق ادا کرتے ہیں اسلام اور مسلمانوں کو دہشت گردی کے ساتھ منسلک کرنا یا انہیں انتہا پسند کہنا جہالت ہے۔

انہوں نے کہا کہ مغربی تہذیب زوال پذیر ہے کیونکہ اس کی بنیادیں مادہ پرستی پر قائم ہیں اسلامی تہذیب آج بھی ابھر رہی ہے اور مغرب کی سامراجی طاقتیں اس کے راستے میں رکاوٹیں کھڑی کر رہی ہیں۔ مسلم کمیونٹی کو اپنے اندر اتحاد پیدا کرنا چاہئے۔ دنیا میں آج جو ظلم وستم برپا ہے اور خصوصی طور پر عراق، کشمیر، فلسطین میں مسلمانوں پر جو ظلم ہو رہا ہے اور اس کے خلاف آواز بلند کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے۔

مرکزی علماء کونسل برطانیہ کے نائب صدر صاحبزادہ محمد رفیق چشتی سیالوی نے کہا کہ ساری دنیا میں صدر پاکستان نے اسلامی اصولوں اور حجاب کا جس طرح تذکرہ کیا ہے اس سے ساری امت مسلمہ کا سر شرم سے جھک گیا ہے اگر جنرل صاحب کی اہلیہ سر پر ڈوپٹہ نہیں لیتی تو یہ کوئی اسلامی سمبل نہیں مسلمان عورتوں کی آئیڈیل تو سیدہ و فاطمۃ الزہرا ہیں جنرل مشرف کو اگر اسلام سے رابطہ نہیں تو تشریحات کا حق

مسلمانوں کو دہشت گردی سے منسلک کرنا، اسلام سے بے خبری کے سبب ہے

بھی انہیں کسی نے نہیں دیا وہ اکیسویں صدی میں اکبر بادشاہ بننے کی کوشش نہ کریں ورنہ مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کے ہزاروں غلام مقابلہ کیلئے تیار ہیں۔

جسارت قلم کی سیاہ کاریاں

سحبان الہند حضرت علامہ ابوالوفا صاحب فصیحی غازیپوری

دیو بندی مکتبہ فکر کے ''فتاویٰ رشیدیہ'' کے مطابق کتاب ''تقویۃ الایمان'' پڑھنا اور رکھنا ''عین اسلام'' ہے اسی کتاب میں لکھا ہوا ہے۔

''وہ (انبیاء) سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی' مگر ان کو اللہ نے بڑائی دی وہ بڑے بھائی ہوئے' ہم کو ان کی فرمانبرداری کا حکم ہے ہم ان کے چھوٹے ہوئے۔'' (ص ۶۸)

ذرا نشترِ نگاہ سے اس عبارت کا سینہ چاک کر کے دیکھیے تو فساد و بطلان کی کس قدر سیاہی بھری ہوئی ہے۔ قندیل نبوت کی تجلیٔ بے قید کو عام انسانی مماثلت و مشابہت کے فانوس میں چھپانے کی کیسی جرأتِ ناکام کی گئی ہے۔

''سب انسان'' ''بندے عام'' ''ہمارے بھائی'' ان الفاظ کو ظنی مساوات و ہم عصری کے جس دھاگے میں پرویا گیا ہے کیا کسی مردِ مومن کا اسلوب ہو سکتا ہے؟ گویا جس طرح ہم انسان اور عاجز ہیں اسی طرح (خاک بدہن ایشاں انبیاء کرام علیہ السلام بھی ہیں)۔

ہر دور میں کفر و جاہلیت کی کمین گاہوں سے انبیاء کرام علیہم السلام کو عاجز کرنے کی مہم چلائی گئی۔ لیکن تاریخی شہادتیں موجود ہیں کہ نتیجہ کے طور پر خود ان بداندیشوں نے اپنے ہی ارمانوں اور حسرتوں کی تڑپتی ہوئی لاشیں دیکھیں۔

شمع کی لو کو کسی تلوار نے کاٹا ہے؟ بوئے گل مٹھی میں قید ہوئی ہے؟ خیالوں کے سوا ہوائی محل کی کہیں تعمیر نہیں ہو سکتی' شب دیجور کی ظلمتوں پر سپیدہ سحر کا پھریرا لہرا

کے رہتا ہے۔

جرأت کافرانہ کی چند تصویریں

دہکتے ہوئے انگاروں کی دیواریں اٹھا دی گئیں' لپکتے ہوئے شعلوں کا فرش بچھا دیا گیا۔ پھر اسی حصار نار میں ایک پیکر نبوت کو پابہ زنجیر لا کر ڈال بھی دیا گیا۔ آخر نبی کو عاجز کرنے والے اہل تدبیر خود عاجز و درماندہ ہو گئے۔ نمرود اپنی آتش شقاوت میں جل رہا تھا اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام گلشنِ سعادت میں مسکرا رہے تھے۔

ایک نازک مجسمۂ حسن و شباب کو آہن و فولاد کی بیڑیاں ڈال کر عجز و بے چارگی کے قید خانے میں بند کر دیا گیا لیکن پاؤں کی بیڑیاں کٹ کر رہیں اور سر پر مصر کا جو تاج شاہی رکھا گیا وہ اتر نہ سکا۔ صحرا کے بگولوں نے تالیاں بجائیں۔ موجوں کے تلاطم نے آنکھیں دکھائیں اب کہاں راہ گذر ہے؟ آگے دریا کی ہولناکیاں' پیچھے فرعون کی سفاکیاں' عجز و بے چارگی کے طلسمات ہیں' لیکن پیغمبر علیہ السلام نے عصا ڈال کر قدم رکھا تو آب رواں کی سطح مرتعش کوہستانی جمود میں تبدیل ہوگئی۔ سبحان اللہ! یہی عصا پتھر کی پشت پر مارا تو پانی پھوٹ نکلا اور پانی کے سر سے گزرا تو پتھر بن گیا۔

تاریخ کے اس دوراہے پر جہاں ارتقاء نبوت کی تاریخ ختم ہو رہی تھی اور ختم نبوت کی تاریخ کا آغاز ہو رہا تھا فساد باطن نے پھر سر اٹھایا اور ذات معصوم کو سولی پر چڑھانے کی سازش کی گئی۔ اب کے اہل شر کا بزعم خویش یہ کامیاب تجربہ تھا کہ ''عجز'' اب توانائی میں بدل نہیں سکتا۔ مگر وفور جوش اور خباثت نفس کے دھند لکے میں بینائی نے تحقیق حال سے نظر پھیر لی اور قد و قامت کی مشابہت سے دوسرے کو صلیب پر چڑھا دیا گیا چہ خوش! عدالتِ باطل کا اصل مجرم فلک چہارم پر محرم راز حیات ہے۔

کشاکش خیر و شر اور بحران جبر و قہر کا وہ ہوش ربا منظر بھی یاد کر لیجئے کہ سفاکانہ عزائم اور جارحانہ منصوبے، خون خرابے پر اتر آئے ہیں، زہر آلود تلواریں اور چمک دار نیزوں کے ہجوم نے شبستان رحمت کا محاصرہ کر لیا ہے دیوار کے آخری سرے سے صدر دروازے تک جاگتے ہوئے پہرے بٹھا دیئے گئے ہیں۔ باغبان حق کی قیادت پورے کافرانہ اسلحوں سے لیس ہے۔ آج کی رات اپنے گھر اور سر کی حفاظت سے پیغمبر عاجز رہ جائیں گے باہر ہنگامہ خاموش آمادہ درانداز اور چہار دیواری کے اندر بیداری خواب آلود محوناز۔ دفعتہ سرکار ﷺ نے صاحب ذوالفقار (رضی اللہ عنہ) کو جگایا کافروں کی امانت حوالہ کی۔ ابوجہل اور اس کے تمام ساتھی عاجز و درماندہ کھڑے رہ گئے اور سید عالم ﷺ تلواروں کے سائے میں مسکراتے ہوئے تشریف لے گئے۔

معجزہ نام ہی اس قوت خداداد کا ہے جس کے سامنے منکرین وقت کی تمام توانائیاں عاجز ہو کر دم توڑ دیتی ہیں۔ ''وہ'' (انبیاء) معجزات کے دفاعی حصار میں رہ کر اہل باطل کو سرنگوں اور شرمسار کر دیا کرتے ہیں۔ ''وہ'' اور عاجز؟

بات کرنے کا سلیقہ نہیں نادانوں کو

مشیت نے جس ہستی کو محاسن نبوت کی رعنائیوں سے سجا بنا کر بھیجا ہو کمالات رسالت کی شاہی عطا کی ہو۔ علو شان کا تاج پہنایا ہو۔ اپنی تجلیات و صفات کا مظہر اتم بنایا ہو۔ کیا یہ عقیدہ مناسب حال اور شایان شان ہے۔

''وہ (انبیاء) سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی، مگر ان کو اللہ نے بڑائی دی وہ بڑے بھائی ہوئے، ہم کو ان کی فرماں برداری کا حکم ہے ہم ان کے چھوٹے ہوئے۔''

بڑائی سے کیا مراد ہے؟ جلالت نبوت؟ شوکت اعجاز؟ والذی نفسی بیدہ نازش عقیدت کا نعرہ تو یہی ہے لیکن مصنف کی نگارش قلم کا مدعا یہ نہیں ہے ورنہ عجز و

بے چارگی کی تہمت در انداز نہ ہوتی۔ ''بڑے بھائی'' کی بولی بول کر معارف نبوت کا اقرار ملحوظ ہے یا چھوٹے اور بڑے کے اسلوب بیان میں اپنے وقار ذاتی کا تحفظ کیا گیا ہے؟

''جو بشر کی تعریف ہے سو ہی کرو سو ان میں بھی اختصار کرو۔'' (تقویۃ الایمان ص ۷۱)

دنیا جانتی ہے کہ ''بشر'' اس جسد خاکی کا نام ہے جو خطا و نسیان سے مرکب ہے اور جو معصیت و طغیان کے خرابات میں سرمست و سرشار رہتا ہے جس کی صفات و عادات اور نفسانی استعداد کا تجزیہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ عناصر اربعہ کی معتدل شاہراہ سے گریز پائی کرنے والا بدبخت مسافر، قتل و نہب کی وادیوں میں سفاک درندہ (کالانعام) خود پرستی کی شراب پی کے بے قابو متوالا، نخوت و پندار کے اسٹیج پر خود فراموش مشت غبار توافق فی البقاء کی لطافتوں سے آنکھیں چرا کر تنازع للبقاء کی آلودگیوں میں پیکر باطل، ثبات و استقامت کی راہوں سے دور افتادہ سیماب عفت وجود یتیموں اور بیواؤں کی دلدوز ہچکیوں میں اپنی خواب گاہ عشرت کا خاکہ بنانے والا بے درد معمار۔ ''بشر'' جو بابل کا نمرود، مصر کا فرعون، مکے کا ابولہب، مدینے کا عبداللہ بن ابی، دمشق کا یزید، کربلا کا شمر، وقت کا چنگیز اور زمانے کا ہلاکو ہوتا ہے۔

یہ تو بشری تصویر کا وہ رخ ہے جو نفس امارہ کی کثافتوں سے داغ دار بن چکا ہے لیکن اسی پیکر بشری کا دوسرا رخ اتنا نظر نواز، دیدہ زیب اور دلنشیں ہے کہ اس کے تصور ہی سے ذہن و دماغ اور قلب و روح میں کیف و نشاط کی امنگیں پھوٹ پڑتی ہیں اور اہل نظر مشاہدۂ حق سے تعبیر کرنے لگتے ہیں۔ اسی ایک ''رخ زیبا'' کی چھوٹ سے چمنستانِ جمال میں موسم بہار آتا ہے سبزہ گل کو رعنائیاں اور برگ و بار کو بالیدگیاں ملتی ہیں۔

دیکھتے چلئے! مصحفِ رخ میں نور کی تحریریں، تحریروں میں تجلیات کے گل

بوٹے' گل بوٹوں میں تقدیس و تطہیر کی بانکپن' جبین پاک پر وفور رحمت کی شکن' ہر شکن نور کا پیرہن در پیرہن' قد و قامت زیبا بہار' قدرت کی انجمن' دیدہ بینا بادۂ رحمت کی سرخیاں' سرخیوں میں بخشش و کرم کی بے پناہیاں اشارات و دست و بازو دونوں جہاں کے ترازو' قدم پاک کی خاک سرمہ دیدہ افلاک۔ اپنے جام نور کا چھینٹا اڑایا تو نیابت و ولایت' غوثیت و خواجگیت کا مہر و ماہ بنایا۔ ساقی معصوم' رند محفوظ!

بلغ العلیٰ بکماله ۔ کشف الدجیٰ بجماله

حسنت جمیع و خصاله ۔ صلو علیه و آله

بشریت کا جائزہ

ہم سب بشر ہیں۔ ہم پتھریلی راہوں سے گزریں تو قدم قدم پر ٹھوکر کھائیں۔ نبی تشریف لے جائیں تو ان کے نشان قدم کو پتھر سینے سے لگائیں۔ ہماری انگلیوں میں خون کی روانی' نبی کی انگلیوں میں نور کی تابانی' وہ انگلی اٹھ گئی تو چاند شق' سورج بالائے افق۔ محفل طرب میں ہمارے پسینے کی بدبو سے ہمنشیں ناک بھوں چڑھائیں۔ نبی علیہ السلام کے پسینے کو مدینے کی دلہنیں پوشاک و بدن میں لگائیں۔ نہ صرف عروسانہ زندگی چہکتی جائے بلکہ ان کی نسل در نسل مہکتی جائے۔

ہم نظر اٹھائیں تو حجابات حائل نظر' نبی حجابات کو دیکھیں تو جلوۂ حقیقت بشانِ دگر۔ ہمارا خواب ناقصِ وضو اور محروم آگہی' نبی کا خواب محافظ وضو اور وحی الٰہی۔ ہم اپنی زمینوں کے محتاج جن سے غذا کھائیں نبی اپنے رب کی بارگاہ سے آب و دانہ پائیں۔ حدیث پاک کا غیر مبہم ارشاد ہے۔ ''ایکُم مِثلی'' تم میں میرا جیسا کون ہے؟

زبانِ نبوت سے ان انکشافات و اعلانات کے بعد ایسے ''خیال'' کا اظہار' علم و یقیں کی محرومی' عقل و ہوش کی نارسائی اور دل وضمیر کی حرماں نصیبی کے سوا اور کیا ہے؟ ذرا آنکھ اٹھا کر مدینہ کا وہ منظر جمیل بھی دیکھ لیجئے کہ کہسار کی بلندیوں سے

ایک چہرۂ زیبا دکھائی دیتا ہے قدِ رعنا پر نگاہ پڑتی ہے گیسوئے عنبریں میں ہاشمی جمال کا نکھار' خم ابرو میں بیت المعمور کی محراب ناز' دامنِ کرم کے تار تار میں تجلیٔ حق کی دلربائی' ہر نقشِ قدم بخشش و غفران کی منجمد نہر' سراپا رحمت' مجسم نور (صلی اللہ علیہ وسلم)۔

بے قرارانِ مدینہ نے جلوۂ منتظر کو دیکھا خیر مقدمی ترانوں میں یہ آواز گونجی۔ طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَیْنَا مِنْ ثَنِیَاتِ الْوِدَاعِ

ہمارے جیسے بشر کی نہیں۔ ماہتاب کی تشریف آوری ہے نبوت کا ہلال جو مکہ میں طلوع ہوا وہی مدینے میں بدر بن کر چمکا۔ (صلی اللہ علیہ وسلم) غزوہ تبوک کی واپسی پر مدنی تاجدار کے عم محترم سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔ ''اجازت دیجئے میں آپ کی تعریف کرنا چاہتا ہوں۔''

جواباً آپ نے یہ نہیں فرمایا ''چچا جان! جو بشر کی تعریف ہو سو ہی کرنا۔ بلکہ اس میں بھی اختصار۔'' رحمت بھری نگاہوں اور تبسم کی دلنوازیوں نے مداح رسول کو دیکھ کر فرمایا۔ ''ہاں! میری تعریف کرو اللہ تعالیٰ تمہارے چہرے کو منور فرمائے۔

''حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے برجستہ چند اشعار آپ کے سامنے پڑھے۔ دو شعر ہدیۂ ناظرین و قارئین کرتا ہوں' پڑھیے اور مردِ مومن کا اسلوب بیان ملاحظہ کیجئے۔

وانت لما ولدت اشرقت

الارض وضأت بنورك الافق

ترجمہ: آپ جب پیدا ہوئے تو زمین روشن ہوگئی اور آپ کے نور سے آفاق منور ہوگے۔

فنحن فی ذلك الضیاء فی النور

سبیل الرشاد تخترف

ترجمہ: ہم سب اسی ضیاء اور نور میں ہدایت کے رستوں کو قطع کررہے

ہیں۔

یہ نہ سمجھ لیجئے کہ شاعرانہ مبالغہ آرائی اور خوشامدانہ مدحت و ستائش ہے۔ اولاً خیر القرون کے کسی کردار میں اس کا واہمہ بھی نہیں تصنع اور درباری رعایت کا اس دربارِ حقیقت میں کہاں گذر؟ ثانیاً حضور علیہ السلام نے خود پسند فرمایا اور تعریف کرنے والے کو مولیٰ تبارک تعالیٰ کے جود و سخا کے حوالے کر دیا۔ تعریف کا صلہ رحمت ہی سے نہیں رحمٰن سے بھی ملا۔ "تقویۃ الایمان" کی ان عبارتوں کو پڑھ کر یہ رائے قائم کر لی جائے کہ اس مکتبۂ فکر میں یہ عبارات حرف آخر کے درجہ میں ہیں۔ ماضی قصیہ پارینہ سے بلکہ عہد حاضر کی مطبوعات کو دیکھ کر یہ خیال ہوتا ہے کہ .... "جو کچھ بیاں ہوا ہے وہ آغاز باب ہے۔"

نوحہ

اہلِ سُنّت بہر قوالی و عُرس
دیوبندی بہر تصنیفات و درس
خرچ سُنّی بر قبور و خانقاہ
خرچ نجدی بر عَلُوم و دَرس گاہ

(ماخوذ از دیوانِ سالک نعیمیؒ)

مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ

خطرے کا سائرن بج رہا ہے۔ نوجوانو! علم دین حاصل کرو

بزرگوں کے عقائد و نظریات اپنانے والا ہی ان کا نمائندہ ہو سکتا ہے

68 برس بعد مزار کی منتقلی ہوئی تو ہزاروں لوگوں نے حضرت پیر سید نیک عالم شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا

حضرت پیر سید نیک عالم شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی "سی حرفی" کو ریکارڈ مقبولیت حاصل ہوئی وہ صاحب فکر اور صاحب کرامت بزرگ تھے

وادیٔ کشمیر کے عظیم روحانی مرکز خانقاہِ عالیہ سنگھوٹ شریف کے سجادہ نشین

حضرت پیر سید مراد علی شاہ مدظلہ کی باتیں

ملاقات...... ملک محبوب الرسول قادری

حضرت پیر سید مراد علی شاہ ...... میر پور آزاد کشمیر کے ایک سرے پر سنگھوٹ شریف کے نام سے ایک بستی ہے جس میں اپنے زمانے کے ایک عظیم صوفی بزرگ حضرت قطب العارفین پیر سید محمد نیک عالم شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مزار مبارک مرجع خاص و عام ہے اُن کے پہلو میں ان کے برادر اصغر حضرت پیر سید رکن عالم شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ آسودۂ خاک ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اِن دونوں فقیروں کو ان کے وصال سے بالترتیب اڑسٹھ اور ساڑھے پندرہ برس بعد منگلا ڈیم کی تعمیر کے موقع پر منتقل کیا گیا تو ان کے اجساد مبارکہ صحیح و سالم تھے اور کتنے ہی رقت آمیز مناظر کا ظہور ہوا۔ انہی بزرگوں کے سجادہ نشین حضرت پیر سید مراد علی شاہ مدظلہ نہایت سادہ، مخلص، بے لوث، مہمان نواز اور خلیق دینی شخصیت ہیں گذشتہ دنوں سنگھوٹ شریف میں عزیز گرامی صاحبزادہ سید مدثر حسین شاہ بخاری کی وساطت سے ایک نشست کا موقع ملا۔ ان کی باتیں تصوف سے شغف رکھنے والے قارئین کے لئے خاص دلچسپی کا سبب ہوں گی۔ ملاحظہ فرمایئے۔

(محبوب قادری)

○ اسم گرامی، ولدیت، تاریخ ولادت، جائے پیدائش، خاندانی پس منظر اور اپنے

نجی حالات کے حوالے سے کچھ بتائیں گے؟

دنیا آخرت کی کھیتی ہے اس لیے آخرت کی تیاری کرو

☆ میرا نام سید مراد علی شاہ بن حضرت سید رکن عالم شاہ بن حضرت سید دیوان علی شاہ ہے۔ ۱۹۱۷ء میں گوڑہ سیداں (پُرانا میر پور) میں پیدا ہوا۔ ۱۹۳۹ء میں میر پور سے انٹرمیڈیٹ کیا۔ وادیٔ کشمیر کے عظیم صوفی بزرگ حضرت قطب العارفین پیر سید محمد نیک عالم شاہ رحمہ اللہ تعالی میرے سگے تایا جان تھے۔ ہمارا خاندان حسینی سادات کا ایک گھرانہ ہے میری شادی ۱۹۴۳ء میں ہوئی دو بیٹے ہیں ایک سید عابد حسین شاہ اور دوسرے سید ساجد حسین شاہ۔ یہ دونوں انگلینڈ میں ہوتے ہیں۔ میں درس نظامی پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ حضرت والدگرامی کی وفات ۱۹۵۲ء میں ہوئی اور ان کے بعد میں سجادہ نشین بنا۔ حضرت پیر سید نیک عالم شاہ رحمہ اللہ تعالی قرآن و سنت کی سخت پابندی فرماتے تھے انہوں نے ہمیں بھی یہی حکم دیا اور سچ تو یہ ہے کہ بزرگوں کے عقائد و نظریات اور اعمال کو اختیار کرنے والا ہی ان کا نمائندہ اور وارث ہوسکتا ہے اور ان کے نظریات سے منحرف ہونے والا ان کا نمائندہ نہیں ہوسکتا۔

○ آپ کی کوئی کواہش؟

☆ میری خواہش یہ ہے کہ حکمت اور دانائی کے ساتھ اولیاء کرام کے پیغام کو عام کیا جائے دینی علوم کے پھیلانے کے لئے درس گاہیں کھولی جائیں اور جہالت و بدعقیدگی کو ختم کیا جائے جہالت اور بدعقیدگی سے ہی قوموں کا بیڑا غرق ہوتا ہے۔

○ حضرت پیر سید نیک عالم شاہ رحمہ اللہ تعالی کے احوال کے حوالے سے ذرا تفصیلاً ارشاد فرمائیں گے؟

☆ حضرت پیر سید محمد نیک عالم شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالی کی ولادت باسعادت غالباً ۱۲۷۹ھ یا ۱۲۸۰ھ بمقام گوڑہ سیداں شریف میں ہوئی۔ آپ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی نسلِ پاک میں سے ہیں۔ آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی حضرت دیوان علی شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالی ہے۔ یہی بزرگ میرے دادا جان ہیں۔ آپ حصول علم کے اس قدر شائق تھے کہ کتب درسیہ کا جہاں جہاں آپ کو پتہ چلا کہ فلاں استاد

فلاں فن میں صاحب کمال ہے وہاں جا کر پڑھیں۔ مشہور ہے کہ موضع کدلھی تحصیل چکوال میں بھی اکثر مدت بسر کی اور پڑھتے رہے۔ آپ اپنے زمانہ میں بے نظیر عالم ہوئے ہیں۔ غالباً آپ نے پینتیس علوم حاصل کیے ہیں۔ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالی کی ایک مختصر تحریر جو کہ زندگی کے آخری دور میں آوان شریف گجرات ارسال کی گئی ان میں چودہ علوم کے ارشادات بیان کیے تھے۔ ظاہری علوم کی تکمیل کے بعد آپ نے خواجہ ابوالخیر دہلوی رحمہ اللہ تعالی کے پاس جا کر بیعت کی اور سلوک باطنی کے سبق بھی شروع ہو گئے۔ اسی اثناء میں خواجہ صاحب رحمہ اللہ تعالی نے حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالی پر کمال درجہ کی شفقت فرمائی اور اپنی دختر نیک اختر سے نکاح بھی کر دیا اور مصمم ارادہ کر لیا کہ ان کو اپنا جانشین بناؤں گا خواجہ ابوالخیر رحمہ اللہ تعالی حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالی کی نسلِ پاک سے ہیں خواجہ صاحب رحمہ اللہ تعالی کے خاندان کے لوگ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالی کو بوجوہ سے ایذائیں پہنچانے

حضرت پیر سید محمد نیک عالم شاہ رحمہ اللہ تعالی کو ۳۲ علوم پر مکمل دسترس حاصل تھی

لگے جس سے خطرہ ہلاکتِ جان نظر آیا۔ نیز شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالی نے لطائف سبعہ و نفی و اثبات و مراقبہ احدیث و معیت تک باطنی سلوک طے کیا پھر خواجہ صاحب رحمہ اللہ تعالی نے حج شریف کا ارادہ کر لیا اور شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالی کو حکم دیا کہ ضلع ایبٹ آباد شہر بفہ میں ہمارے خاندان کے بزرگ اور ہمارے والد ماجد رحمہ اللہ تعالی کے خلیفہ حاجی محمد ہیں۔ ان سے جا کر تکمیل علوم باطنی کریں۔ شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالی نے مکمل سلوک مجددیہ حاجی صاحب سے حاصل کر کے ان ہی سے دستارِ خلافت و اجازت بھی حاصل کی۔ آپ کو اللہ تعالی نے حد درجہ ذوق عبادت سے سرشار فرمایا تھا یہی وجہ ہے کہ آپ کمال کا درجہ عبادت گزار تھے نوافل کی کثرت آپ کا شبانہ روز معمول تھا آپ نے اپنے خلفا اور مریدین کو بھی عبادت کی کثرت کی ترغیب دیتے ختمات شریف اور وظائف کی کثرت کراتے۔ آپ نے پاپیادہ چل کر سفر حرمین طیبین طے کیا پھر سال بھر قیام کر کے دوسرا حج ادا کرنے کے بعد واپس تشریف لائے۔ آپ نے کشمیر کے متعدد عجائبات، مساجد کے علاوہ مزارات بھی دیکھے سلسلہ

یہ شریفہ آپ نے کشمیر ہی کے کسی صاحب کمال سے حاصل کیا۔

○ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کی کوئی علمی یادگار؟

☆ 'قصیدہ بُردہ شریف منظوم بزبان پنجابی'، 'شجرہ ہائے طریقت دو قسم' چھ عدد سی حرفی ہائے بمعہ دوہڑہ جات و فراق نامہ و اشتیاق نامہ مثنوی کے دو شعروں کی مفصل شرح آپ کی عظیم علمی یادگاریں ہیں۔

○ ان میں سے کچھ چھپا بھی ہے یا نہیں؟

☆ یہ سب کچھ چھپ گیا ہے قصیدہ بُردہ شریف تو پیکجز والوں نے بین الاقوامی معیار پر شائع کیا ہے اس کے ساتھ دیگر بھی متعدد منظوم تراجم شامل ہیں۔

○ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلفاء میں مشہور حضرات کون سے ہیں؟

☆ حضرت سید قائم علی شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ پونچھی ثم مہاجر مکی و مدنی۔

حضرت حافظ محمد حیات رحمہ اللہ تعالیٰ ساکن ننگروٹ شریف منگلا ڈیم حافظ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو خلافت اُولیٰ باؤلی شریف سے حاصل ہوئی اور خلافت ثانیہ شاہ صاحب سے۔اب ان کا مزار مبارک ڈھانگری شریف میں منتقل ہو چکا ہے وہ بھی بڑے صاحب منصب وکرامت بزرگ گزرے ہیں۔

حضرت مولوی ظفر الدین رحمہ اللہ تعالیٰ آوڑہ متصل راولپنڈی۔

حضرت مولوی عبدالطیف رحمہ اللہ تعالیٰ

حضرت مولوی فرمان علی صاحب المعروف بہ سائیں حضوری رحمہ اللہ تعالیٰ

میاں نبی بخش صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ لدڑ۔نزد چک سواری میر پور۔

○ حضرت کے معاصرین؟

☆ اپنے جن ہمعصر ولیوں سے ملاقاتیں ہوئیں ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں۔

وہ صاحب کرامت بزرگ اور رشتے میں میرے سگے تایا تھے

حضرت خواجہ محمد بخش صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ حضرات خواجہ غلام محی الدین صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ باؤلی شریف ۔حضرت پیر حیدر شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ جلال پور

شریف ضلع جہلم۔ حضرت غوثِ زماں حضرت قاضی سلطان محمود صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ آوان شریف گجرات حضرت میاں محمد بخش صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کھڑی شریف میر پور حضرت خواجہ محمد قاسم رحمہ اللہ تعالیٰ موہڑہ شریف کوہ مری۔

○ حضرت پیر سید نیک عالم شاہ قدس سرہٗ کا وصال مبارک کب ہوا؟

☆ بروز پنج شنبہ ۲۳ ربیع الاوّل ۱۳۱۹ھ کو آپ کا وصال ہوا۔ اس وقت آپ کی عمر مبارک اس حساب سے اکتالیس یا چالیس سال بنتی ہے۔ اس قلیل عمر میں جو آپ نے مدارج و منازل ظاہری و طے حاصل کئے اور پھر اپنے خلفاء اور متعلقین بھی طے کرائے وہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکمال کا ہی ثمر ہے آپ نے کتابیں لکھیں اور حج پا پیادہ ادا کیا۔ نہایت عبادت شعار انسان تھے۔

○ آپ کے مزار شریف کو کب منتقل کیا گیا؟ اس حوالے سے یادداشتیں؟

☆ نقل مکانی تابوت شریف بوجہ جھیل منگلا ڈیم گوڑہ سیداں شریف سے بمقام نئی آبادی سنگوٹ (میر پور) بتاریخ ۱۹ ربیع الاوّل ۱۳۸۷ھ بمطابق ۲۸ جون ۱۹۶۷ء

۲۳ ربیع الاوّل کو آپ کا سالانہ عرس مبارک سنگوٹ شریف میں منعقد ہوتا ہے

ہاڑ ۲۰۲۴ بکری بروز بدھ وار بوقت شب تقریباً اَرسٹھ سال بعد بحساب قمری تدفین سے لے کر یوم نقل مکانی تک اور آپ کے برادر خورد (میرے والد گرامی) حضرت پیر سید محمد رکن عالم شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ تقریباً ساڑھے سال بعد بحساب سن عیسوی تدفین سے لے کر نقل مکانی تک گزرے حضرت قبلہ عالم خواجہ محمد فاضل قدس سرہٗ اور اس فقیر نے ان کے تابوت مبارک اپنے ہاتھوں سے نکالے۔ ۲۹ جون ۱۹۶۷ء بروز جمعرات بوقت ضحیٰ دونوں حضرات کی نماز جنازہ ادا کی گئی۔ کثیر التعداد علمائے کرام وصوفیائے عظام اور عوام حضرات نے شمولیت حاصل کی فرائض امامت شیخ التفسیر والحدیث مولانا مولوی محمد یوسف نقشبندی کریمی میر پوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ادا کئے اس موقع پر دو اڑھائی ہزار خوش نصیب موجود تھے۔جن میں سے اب تک سینکڑوں لوگ موجود ہیں۔ اس سارے خطے میں اپنی نوعیت کا یہ اہم واقعہ تھا زمانے میں ڈھانگری شریف والے بزرگوں کے مزارات بھی منتقل کیے گئے تھے ان کے دیدار بھی عام ہوئے ہزاروں

لوگوں نے یہ مناظر جاگتی آنکھوں سے خود دیکھتے یہ واقعات اللہ تعالیٰ کی طرف سے اولیاء کرام کی حفاظت پر گواہی ہے۔

○ آپ کے مرید کتنے ہیں؟

☆ میں تو اس قابل نہیں ہوں حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کا منشی ہوں انہیں کے سپرد کیے جا رہا ہوں تین چار دیہات مرید ہیں لیکن میں تو اس روحانی مرکز کے خادم کی حیثیت سے بیٹھا ہوں۔

○ آپ کی مشہور سی حرفی سے نمونہ ارشاد فرمائیں گے؟

☆ سی حرفیاں تو کئی ہیں پہلی سی حرفی کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

آپ تُوں ہیں کارساز میرا تیری ذات باجھوں کوئی یار ناہیں
نقطہ دائرہ غم دی جان میری جس دا پار اور وار وچکار ناہیں
بھن غم دا دائرہ کون نسّے بھانویں جان نوں کُجھ قرار ناہیں
تیری پاک کریم جناب سایاں عاؔلم غم الم تھیں مار ناہیں

☆☆☆

خاک پائی سر اپنے تے پُونچھیں کرم دا پھیر رومال اللہ
کرم کرن کریم دا کم دائم چلن چال بدچال دی چال اللہ
رکھاں رکھیاں تیریاں وچہ چِردا میرے نفس دا داند ہڑیال اللہ
رکھے آسرا فضل دا نیک عاؔلم خالی ہتھ غریب کنگال اللہ

☆☆☆

نُسرت تے ہوش حواس اُدتے تک غم الم دی چھات اللہ
گوری عمر جہانڈری دُکھ اندر قاتل زہر ہے اُنہاں نبات اللہ
جھکھڑ غم دے جُھل کے پہاڑ پٹن رکھے کون قرار ثبات اللہ
غم دُور کر بخش خطا بخشیں عاؔلم شاہ نوں نیک برات اللہ

۱۹۱۷ء میں گوڑہ سیداں میں ولادت' ۱۹۳۹ء میں انٹر' ۱۹۴۳ء میں شادی اور ۱۹۵۲ء میں سجادہ نشین بنا۔

شام پئی دن ڈُب گیا گئے بُجھ شتاب چراغ اللہ
گیاں بُلبلاں اُڈ گلزار وچوں کاں کاں کر دے پے زاغ اللہ
محرم راز ہمدرد رفیق ناہیں لگن وانگ سراب دے باغ اللہ
پھاتھا غم دی قید دے وچ عاؔلم مہر کرم کر دے فراغ اللہ

☆☆☆

ظاہری باطنی کم میرے تیرے لطف دے سب محتاج ربا
بادشاہ جہان دا تُوں دائم تیرے ہتھ جہان دا راج ربا
ٹوپی فقیر دے فخر دی وہ مینوں بخش خاص غنا دا تاج ربا
دامن گیر رسول دی آل دا ہے رکھیں عاؔلمے دی لج لاج ربا

☆☆☆

ہادیا راہ ھُدیٰ لائیں سچی پاک کلام دا واسطہ ای
آل پاک اصحاب ازواج سدا سچے دین اسلام دا واسطہ ای
احمد شیخؒ، معینؒ، شہاب روشن نقشبند امام دا واسطہ ای
لاہیں بھار گناہ دے عاؔلمے تھیں حضرت شاہ غلام دا واسطہ ای

حضرت قاضی سلطان عالم رحمہ اللہ تعالیٰ (اگہار شریف والے) جب مرید ہونے آئے تو آپ نے انہیں فیض پور شریف میں حضرت حافظ محمد حیات رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس جانے کا حکم دیا

اوکھاں، حاجتاں، مشکلاں تُوں کریں دُور اللہ کریں دُور اللہ
چکی غم الم دی وچہ ہویا چکنا چُور اللہ چکنا چُور اللہ
ظلمت ظالماں دی سب دُور کر کے دہیں نُور اللہ دہیں نُور اللہ
کریں کرم سیتی ٹھوٹھا عاؔلمے دا بھر پُور اللہ بھرپُور اللہ

☆☆☆

یاد رکھیں دل شاد رکھیں میری بخش کے سب خطا اللہ
دے کے ذائقہ اپنے شوق والا کریں جام وصال عطا اللہ
بخشش خاص شہود دی پاک لذت میری لاہیکے سب غطا اللہ
نبی پاک حبیب شفیع کر کے عاؔلم شاہ نوں دیں لقا اللہ

میری خواہش ہے کہ درس گاہیں زیادہ سے زیادہ ہوں اور جہالت و بدعقیدگی کا خاتمہ کیا جائے

○ حضرت کا عرس مبارک کب منعقد ہوتا ہے؟

☆ ہر سال ۲۳ ربیع الاوّل شریف کو یہیں سنگھوٹ شریف میر پور، آزاد کشمیر ہیں۔ عرس کے موقع پر جلسہ ہوتا ہے۔ تلاوت قرآن کریم، نعت خوانی اور علماء کی تقریریں ہوتی ہیں۔ علامہ صاحبزادہ پیر محمد عتیق الرحمٰن ڈھانگری شریف والے ہی سارا انتظام کرتے ہیں۔ پہلے ان کے جد اعلیٰ حضرت قبلہ پیر حافظ محمد حیات رحمہ اللہ تعالی اور پھر ان کے والد گرامی رحمہ اللہ تعالی بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ اس گھرانے کے ساتھ ہمارے حضرت رحمہ اللہ تعالی کو شروع سے ہی پیار تھا جب حضرت قاضی سلطان عالم رحمہ اللہ تعالی (اگہار شریف کوٹلی والے) مرید ہونے کے لئے آئے تو حضرت صاحب رحمہ اللہ تعالی نے انہیں ڈھانگری شریف والے حضرت حافظ محمد حیات رحمہ اللہ تعالی کے پاس فیض پور شریف بھیجا تھا۔اس سے ان کے ساتھ حضرت پیر سید نیک عالم شاہ قدس سرہٗ کی محبت اور روحانی مقام کا اندازہ بخوبی ہوسکتا ہے۔

پیر محمد عتیق الرحمٰن کے جد امجد حضرت رحمہ اللہ تعالی کے خلیفہ مجاز اور خاص معتمد تھے

○ آپ کا پیغام؟

☆ میرا کیا پیغام ہے حضرت قبلۂ عالم پیر سید محمد نیک عالم شاہ رحمہ اللہ تعالی کی تعلیمات اور ان کے کلام کا مرکزی نقطہ ''محبت الٰہی'' ہے میرا بھی یہی پیغام ہے کہ ہر شے سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی محبت کو دلوں میں جگہ دو۔ کامیابیاں تمہاری ہونگی یہی مقصود حیات ہے اور اسی میں دارین کی سعادتیں ہیں۔اور یہ بات خوب یاد رہے کہ عقائد کی صحت اور اعمال کی اصلاح کامیابی کی ضمانت ہے زندگی تو گزر ہی جاتی ہے اگلے جہان کی منزلیں مشکل ہیں دنیا دراصل آخرت کی کھیتی ہے اس لئے آخرت کے سنوارنے کی فکر کرنے چاہئے۔ نوجوانوں کو میری نصیحت ہے کہ وہ علم حاصل کریں اور خصوصا دین کا علم حاصل کریں کہ آنے والا وقت خطرے کا سائرن بجا رہا ہے۔

انسانی حقوق کا عالمی منشور

انسانی حقوق کا عالمی منشور انٹرنیٹ سے حاصل کرکے اپنے معزز قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے ہمیں دلی مسرت ہورہی ہے کیونکہ یہ ایک تاریخی دستاویز ہے جس سے آگاہی ہر سطح کے قارئین کیلئے نفع بخش ہے۔(ادارہ)

Universal Declaration of Human Rights

Adopted and proclaimed by general Assembly vesolution 217(iii) of 10 december 1948 on december 10,1948 the General Assambly of the United Nations adopted and proclaimed the Universal Declaration of Human Rights the full text of which appears in the following pages following this historic act the Assembly called uppon all Member countries to publicize the text of the Declaration and "to cause it to be disseminated, displayed, read and expounded principally in schools and other educational institutions, without distinction based on the political status of countries or territories."

تمہید

چونکہ ہر انسان کی ذاتی عزت اور حرمت اور انسانوں کے مساوی اور نا قابل انتقال حقوق کو تسلیم کرنا دنیا میں آزادی، انصاف اور امن کی بنیاد ہے۔

چونکہ انسانی حقوق سے لاپرواہی اور ان کی بے حرمتی اکثر ایسے وحشیانہ افعال کی شکل میں ظاہر

ہوئی ہے جن سے انسانیت کے ضمیر کو سخت صدمے پہنچے ہیں اور عام انسانوں کی بلند ترین آرزو یہ رہی ہے کہ ایسی دنیا وجود میں آئے جس میں تمام انسانوں کو اپنی بات کہنے اور اپنے عقیدے پر قائم رہنے کی آزادی حاصل ہو اور خوف اور احتیاج سے محفوظ رہیں۔

چونکہ یہ بہت ضروری ہے کہ انسانی حقوق کو قانون کی عملداری کے ذریعے محفوظ رکھا جائے اگر ہم یہ نہیں چاہتے کہ انسان عاجز آ کر جبر اور استبداد کے خلاف بغاوت کرنے پر مجبور ہوں۔

چونکہ یہ ضروری ہے کہ قوموں کے درمیان دوستانہ تعلقات کو بڑھایا جائے۔

چونکہ اقوام متحدہ کی ممبر قوموں نے اپنے چارٹر میں بنیادی انسانی حقوق، انسانی شخصیت کے حرمت اور قدر اور مردوں، عورتوں کے مساوی حقوق کے بارے میں اپنے عقیدے کی دوبارہ تصدیق کر دی ہے اور وسیع تر آزادی کی فضا میں معاشرتی ترقی کو تقویت دینے اور معیار زندگی کو بلند کرنے کا ارادہ کر لیا ہے۔

چونکہ ممبر ملکوں نے یہ عہد کر لیا ہے کہ وہ اقوام متحدہ کے اشتراک عمل سے ساری دنیا میں اصولاً اور عملاً انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کا زیادہ سے زیادہ احترام کریں گے اور کرائیں گے۔

چونکہ اس عہد کی تکمیل کے لیے بہت ہی اہم ہے کہ ان حقوق اور آزادیوں کی نوعیت کو سب سمجھ سکیں۔ لہٰذا

جنرل اسمبلی اعلان کرتی ہے کہ

انسانی حقوق کا یہ عالمی منشور تمام اقوام کے واسطے حصول کا مشترک معیار ہوگا تا کہ ہر فرد اور معاشرے کا ہر ادارہ اس منشور کو ہمیشہ پیش نظر رکھتے ہوئے تعلیم و تبلیغ کے ذریعہ ان حقوق اور آزادیوں کا احترام پیدا کرے اور انہیں قومی اور بین الاقوامی کارروائیوں کے ذریعے ممبر ملکوں میں اور ان قوموں میں جو ممبر ملکوں کے ماتحت ہوں، منوانے کے لیے بتدریج کوشش کر سکے۔

دفعہ ۱:۔ تمام انسان آزاد اور حقوق و عزت کے اعتبار سے برابر پیدا ہوئے ہیں۔ انہیں ضمیر اور

عقل ودیعت ہوئی ہے، اس لیے انہیں ایک دوسرے کے ساتھ بھائی چارے کا سلوک کرنا چاہیے۔

دفعہ ۲:۔ ہر شخص ان تمام آزادیوں اور حقوق کا مستحق ہے جو اس اعلان میں بیان کیے گئے ہیں اور اس حق پر نسل، رنگ، جنس، زبان، مذہب اور سیاسی تفریق کا یا کسی قسم کے عقیدے، قوم، معاشرے، دولت یا خاندانی حیثیت وغیرہ کا کوئی اثر نہ پڑے گا۔

اس کے علاوہ جس علاقے یا ملک سے جو شخص تعلق رکھتا ہے اس کی سیاسی کیفیت دائرہ اختیار یا بین الاقوامی حیثیت کی بناء پر اس سے کوئی امتیازی سلوک نہیں کیا جائے گا۔ چاہے وہ ملک یا علاقہ آزاد ہو یا تولیتی ہو یا غیر مختار ہو یا سیاسی اقتدار کے لحاظ سے کسی دوسری بندش کا پابند ہو۔

دفعہ ۳:۔ ہر شخص کو اپنی جان، آزادی اور ذاتی تحفظ کا حق ہے۔

دفعہ ۴:۔ کوئی شخص غلام یا لونڈی بنا کر نہ رکھا جا سکے گا۔ غلامی اور بردہ فروشی، چاہے اس کی کوئی شکل بھی ہو، ممنوع قرار دی جائے گی۔

دفعہ ۵:۔ کسی شخص کو جسمانی اذیت یا ظالمانہ، انسانیت سوز، یا ذلیل سلوک یا سزا نہیں دی جائیگی۔

دفعہ ۶:۔ ہر شخص کا حق ہے کہ ہر مقام پر قانون اس کی شخصیت کو تسلیم کرے۔

دفعہ ۷:۔ قانون کی نظر میں سب برابر ہیں اور سب بغیر کسی تفریق کے قانون کے اندر امان پانے کے برابر کے حق دار ہیں۔ اس اعلان کے خلاف جو تفریق کی جائے یا جس تفریق کے لیے ترغیب دی جائے اس سے سب برابر کے بچاؤ کے حق دار ہیں۔

دفعہ ۸: ہر شخص کو ان افعال کے خلاف جو اس دستور یا قانون میں دیے ہوئے بنیادی حقوق کو تلف کرتے ہوں، بااختیار قومی عدالتوں سے موثر طریقے پر چارہ جوئی کرنے کا پورا حق ہے۔

دفعہ ۹: کسی شخص کو محض حاکم کی مرضی پر گرفتار، نظر بند یا جلاوطن نہیں کیا جائے گا۔

دفعہ ۱۰: ہر ایک شخص کو یکساں طور پر حق حاصل ہے کہ اس کے حقوق و فرائض کا تعین یا اس کے خلاف کسی عائد کردہ جرم کے بارے میں مقدمہ کی سماعت آزاد اور غیر جانب دار عدالت کے کھلے اجلاس میں منصفانہ طریقے پر ہو۔

دفعہ ۱۱: (۱) ایسے ہر شخص کو جس پر کوئی فوجداری کا الزام عائد کیا جائے، بے گناہ شمار کیے جانے کا حق ہے۔ تاوقتیکہ اس پر کھلی عدالت میں قانون کے مطابق جرم ثابت نہ ہو جائے اور اسے اپنی صفائی پیش کرنے کا پورا موقع نہ دیا جا چکا ہو۔

(۲) کسی شخص کو کسی ایسے فعل یا فروگزاشت کی بناء پر جو ارتکاب کے وقت قومی یا بین الاقوامی قانون کے اندر تعزیری جرم شمار نہیں کیا جاتا تھا۔ کسی تعزیری جرم میں ماخوذ نہیں کیا جائے گا۔

دفعہ ۱۲: کسی شخص کی نجی زندگی، خانگی زندگی، گھربار، خط و کتابت میں من مانے طریقے پر مداخلت نہ کی جائے گی اور نہ ہی اس کی عزت اور نیک نامی پر حملے کیے جائیں گے۔ ہر شخص کا حق ہے کہ قانون اسے حملے یا مداخلت سے محفوظ رکھے۔

دفعہ ۱۳: (۱) ہر شخص کا حق ہے کہ اسے ہر ریاست کی حدود کے اندر نقل و حرکت کرنے اور سکونت اختیار کرنے کی آزادی ہو۔

(۲) ہر شخص کو اس بات کا حق ہے کہ وہ ملک سے چلا جائے چاہے یہ ملک اس کا اپنا ہو اور اسی طرح اسے ملک میں واپس آجانے کا بھی حق ہے۔

دفعہ ۱۴: (۱) ہر شخص کو ایذا رسانی سے دوسرے ملکوں میں پناہ ڈھونڈنے، اور پناہ مل جائے تو اس سے فائدہ اٹھانے کا حق ہے۔

(۲) یہ حق ان عدالتی کارروائیوں سے بچنے کے لے استعمال میں نہیں لایا جاسکتا جو خالصاً غیر

سیاسی جرائم یا ایسے افعال کی وجہ سے عمل میں آتی ہیں جو اقوام متحدہ کے مقاصد اور اصول کے خلاف ہیں۔

دفعہ ۱۵: (۱) ہر شخص کو قومیت کا حق ہے۔

(۲) کوئی شخص محض حاکم کی مرضی پر اپنی قومیت سے محروم نہیں کیا جائے اور اس کو قومیت تبدیل کرنے کا حق دینے سے انکار نہ کیا جائے گا۔

دفعہ ۱۶: (۱) بالغ مردوں اور عورتوں کو بغیر کسی ایسی پابندی کے جو نسل، قومیت یا مذہب کی بناء پر لگائی جائے شادی بیاہ کرنے اور گھر بسانے کا حق ہے، مردوں اور عورتوں کو نکاح، ازدواجی زندگی کو فسخ کرنے کے معاملہ میں برابر کے حقوق حاصل ہیں۔

(۲) نکاح فریقین کی پوری اور آزاد رضامندی سے ہوگا۔

(۳) خاندان، معاشرے کی فطری اور بنیادی اکائی ہے، اور وہ معاشرے اور ریاست دونوں کی طرف سے حفاظت کا حق دار ہے۔

دفعہ ۱۷: (۱) ہر انسان کو تنہا یا دوسروں سے مل کر جائیداد رکھنے کا حق ہے۔

(۲) کسی شخص کو زبردستی اسکی جائیداد سے محروم نہیں کیا جائے گا۔

دفعہ ۱۸: ہر انسان کو آزادی فکر، آزادی ضمیر اور آزادی مذہب کا پورا حق ہے، اس حق میں مذہب یا عقیدے کو تبدیل کرنے اور پبلک میں یا نجی طور پر، تنہا یا دوسروں کے ساتھ مل جل کر تبلیغ، عمل، عبادت اور مذہبی رسمیں پوری کرنے کی آزادی بھی شامل ہے۔

دفعہ ۱۹: ہر شخص کو اپنی رائے رکھنے اور اظہار رائے کی آزادی کا حق حاصل ہے، اس حق میں یہ امر بھی شامل ہے کہ وہ آزادی کے ساتھ اپنی رائے قائم کرے اور جس ذریعے سے چاہے ملکی سرحدوں کا خیال کیے بغیر علم اور خیالات کی تلاش کرے۔ انہیں حاصل کرے اور ان کی تبلیغ

کرے۔

دفعہ ۲۰: (۱) ہر شخص کو پر امن طریقہ پر ملنے جلنے، اور انجمنیں قائم کرنے کی آزادی کا حق ہے۔

(۲) کسی شخص کو کسی انجمن میں شامل ہونے کے لیے مجبور نہیں کیا جاسکتا۔

دفعہ ۲۱: (۱) ہر شخص کو اپنے ملک کی حکومت میں براہ راست یا آزادانہ طور پر منتخب کیے ہوئے نمائندوں کے ذریعے حصہ لینے کا حق ہے۔

(۲) ہر شخص کو اپنے ملک میں سرکاری ملازمت حاصل کرنے کا برابر حق ہے۔

(۳) عوام کی مرضی حکومت کے اقتدار کی بنیاد ہوگی، یہ مرضی وقتاً فوقتاً ایسے حقیقی انتخابات کے ذریعے ظاہر کی جائے گی جو عام اور مساوی رائے دہندگی سے ہوں گے اور جو خفیہ ووٹ یا اس کے مساوی کسی دوسرے آزادانہ طریق رائے دہندگی کے مطابق عمل میں آئیں گے۔

دفعہ ۲۲: معاشرے کے رکن کی حیثیت سے ہر شخص کو معاشرتی تحفظ کا حق حاصل ہے اور یہ حق بھی کہ وہ ملک کے نظام اور وسائل کے مطابق قومی کوشش اور بین الاقوامی تعاون سے ایسے اقتصادی، معاشرتی اور ثقافتی حقوق کو حاصل کرے، جو اس کی عزت اور شخصیت کے آزادانہ نشوونما کے لیے لازم ہیں۔

دفعہ ۲۳: (۱) ہر شخص کو کام کاج، روزگار کے آزادانہ انتخاب کام کاج کی مناسب و معقول شرائط اور بے روزگاری کے خلاف تحفظ کا حق ہے۔

(۲) ہر شخص کو کسی تفریق کے بغیر مساوی کام کے لیے مساوی معاوضے کا حق ہے۔

(۳) ہر شخص جو کام کرتا ہے وہ ایسے مناسب و معقول مشاہرے کا حق رکھتا ہے جو خود اس کے اور اس کے اہل وعیال کے لیے باعزت زندگی کا ضامن ہو اور جس میں اگر ضروری ہو تو معاشرتی تحفظ کے دوسرے ذریعوں سے اضافہ کیا جاسکے۔

(۴) ہر شخص کو اپنے مفاد کے بچاؤ کے لیے تجارتی انجمنیں قائم کرنے اور اس میں شریک ہونے کا حق حاصل ہے۔

دفعہ ۲۴: ہر شخص کو آرام اور فرصت کا حق ہے جس میں کام کے گھنٹوں کی حد بندی اور تنخواہ کے علاوہ مقررہ وقفوں کے ساتھ تعطیلات بھی شامل ہیں۔

دفعہ ۲۵: (۱) ہر شخص کو اپنی اور اپنے اہل وعیال کی صحت اور فلاح و بہبود کے لیے مناسب معیار زندگی کا حق ہے جس میں خوراک، پوشاک، مکان اور علاج کی سہولتیں اور دوسری ضروری معاشرتی مراعات شامل ہیں اور بے روزگاری، بیماری، معذوری، بیوگی، بڑھاپا یا ان حالات میں روزگار سے محرومی جو اس کے قبضۂ قدرت سے باہر ہوں، کے خلاف تحفظ کا حق حاصل ہے۔

(۲) زچہ اور بچہ خاص توجہ اور امداد کے حق دار ہیں۔ تمام بچے خواہ وہ شادی سے پہلے پیدا ہوئے ہوں یا شادی کے بعد معاشرتی تحفظ سے یکساں طور پر مستفید ہوں گے۔

دفعہ ۲۶: (۱) ہر شخص کو تعلیم کا حق ہے، تعلیم مفت ہوگی، کم سے کم ابتدائی اور بنیادی درجوں میں، ابتدائی تعلیم جبری ہوگی فنی اور پیشہ وارانہ تعلیم حاصل کرنے کا عام انتظام کیا جائے گا اور لیاقت کی بناء پر اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا سب کے لیے مساوی طور پر ممکن ہوگا۔

(۲) تعلیم کا مقصد انسانی شخصیت کی پوری نشوونما ہوگا اور وہ انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے احترام میں اضافہ کرنے کا ذریعہ ہوگی۔ وہ تمام قوموں اور نسل یا مذہبی گروہوں کے درمیان باہمی مفاہمت، رواداری اور دوستی کو ترقی دے گی اور امن کو برقرار رکھنے کے لیے اقوام متحدہ کی سرگرمیوں کو آگے بڑھائے گی۔

(۳) والدین کو اس بات کے انتخاب کا اولین حق ہے کہ ان کے بچوں کو کس قسم کی تعلیم دی جائے۔

دفعہ ۲۷: (۱) ہر شخص کو قوم کی ثقافتی زندگی میں آزادانہ حصہ لینے، ادبیات سے مستفید ہونے اور سائنس کی ترقی اور اس کے فوائد میں شرکت کا حق حاصل ہے۔

(۲) ہر شخص کو حق حاصل ہے کہ اس کے ان اخلاقی اور مادی مفاد کا بچاؤ کیا جائے جو اسے ایسی سائنسی، علمی یا ادبی تصنیف سے، جس کا وہ مصنف ہے، حاصل ہوتے ہیں۔

دفعہ ۲۸: ہر شخص ایسے معاشرتی اور بین الاقوامی نظام میں شامل ہونے کا حق دار ہے جس میں وہ تمام آزادیاں اور حقوق حاصل ہو سکیں جو اس اعلان میں پیش کر دیے گئے ہیں۔

دفعہ ۲۹: (۱) ہر شخص پر معاشرے کے حقوق ہیں۔ کیونکہ معاشرے میں رہ کر ہی اس کی شخصیت کی آزادانہ اور پوری نشوونما ممکن ہے۔

(۲) اپنی آزادیوں اور حقوق سے فائدہ اٹھانے میں ہر شخص صرف ایسی حدود کا پابند ہوگا جو دوسروں کی آزادیوں اور حقوق کو تسلیم کرانے اور ان کا احترام کرانے کی غرض سے یا جمہوری نظام میں اخلاق، امن عامہ اور عام فلاح و بہبود کے مناسب لوازمات کو پورا کرنے کے لیے قانون کی طرف سے عائد کیے گئے ہیں۔

(۳) یہ حقوق اور آزادیاں کسی حالت میں بھی اقوام متحدہ کے مقاصد اور اصول کے خلاف عمل میں نہیں لائی جا سکتیں۔

دفعہ ۳۰: اس اعلان کی کسی چیز سے کوئی ایسی مراد نہیں لی جا سکتی جس سے کسی ملک، گروہ یا شخص کو کسی ایسی سرگرمی میں مصروف ہونے یا کسی ایسے کام کو انجام دینے کا حق پیدا ہو جس کا منشا ان حقوق اور آزادیوں کی تخریب ہو۔ جو یہاں پیش کی گئی ہیں۔

(بحوالہ: http:www.unhchr. ch/udhr/lang/urd.htm)

جب انڈونیشیا میں قیامت ٹوٹ پڑی (ایک جائزہ)

مسلم ہینڈز سونامی ریلیف ورک

پاکستان کے قابل فخر سپوت صاحبزادہ سید لخت حسنین شاہ کی قیادت میں سماجی خدمت کا عظیم پروجیکٹ پوری آب و تاب سے رواں دواں ہے۔

26 دسمبر 2004 کی صبح 8 بجکر 30 منٹ پر بندر آچے کے مکینوں کو ایک خوفناک زلزلے نے ہلا کر رکھ دیا۔ اگر انہیں اندازہ ہوتا کہ اگلے چند گھنٹوں میں کیا ہونے والا ہے تو وہ اپنے گھر بار چھوڑ چھاڑ کر بھاگ جاتے، لیکن انہیں کیا پتہ تھا کہ ان پر یہ قیامت ٹوٹے گی۔ اکثر اپنے گھروں سے نکل کر گلیوں اور بازاروں میں کھڑے ہو گئے، جس طرح کہ وہ زلزلہ آنے پر کیا کرتے تھے، اور زلزلے تو وہاں کے لوگوں کے لئے معمول کی بات تھی۔

ان میں سے بہت سے اس خوفناک گڑگڑاہٹ کو سن رہے تھے جو کہ وقت کے ساتھ ساتھ اونچی سے اونچی ہوتی جا رہی تھی۔ اور اگر انہیں اس بات کا بھی پتہ ہوتا کہ یہ گھڑگھڑاہٹ کس چیز کی ہے تو وہ اپنے خاندانوں کو لے کر محفوظ مقامات کی طرف نکل جاتے، لیکن انہیں کچھ پتہ نہیں تھا۔

پھر پانی کی ایک دیوار کو برا سانپ کی طرح پھن پھیلائے ان کی طرف بڑھتی دکھائی دی۔ اس لہر نے ساحل سمندر پر واقع گھروں اور عمارتوں کو اپنے دامن میں لے لیا، مکانوں اور مکینوں میں سے کسی کو بھی نہیں چھوڑا۔ تین منٹ کے اندر اندر ساحل سے تین کلومیٹر کے اندر تمام عمارتیں پانی کے اندر تین تین میٹر ڈوبی ہوئیں تھیں۔ پانی کا بہاؤ اور کٹاؤ اتنا تیز تھا کہ کوئی عمارت اپنی بنیادوں پر قائم نہ رہ سکی۔

تین گھنٹے بعد گلیوں بازاروں اور سڑکوں میں بدقسمت لوگوں کی لاشیں ملبے کے نیچے اور اوپر بکھری پڑی تھیں۔ زخمیوں کی آہ و پکار سے فضا گونج رہی تھی، اور ہر طرف صف ماتم بچھی تھی۔ اور وہ جو اس خوفناک طوفان سے بچ رہے تھے اپنے پیاروں کو پاگلوں کی طرح تلاش کر رہے تھے۔

آج ہم جانتے ہیں کہ وہ ناگہانی آفت جو ان بدقسمت لوگوں پر نازل ہوئی اس جیسی آفت انسانیت نے پہلے کبھی نہ دیکھی ہوگی اور جسے آج ساؤتھ ایسٹ ایشیاء میں سونامی کا نام دیا جا رہا ہے۔ اگلے چند گھنٹوں میں سینکڑوں قصبے اور شہر اس مصیبت کا شکار ہو گئے تھے اور جس میں 1 لاکھ 55 ہزار سے زائد انسانی جانیں ضائع ہوئیں اور لاکھوں بے گھر ہو گئے۔

پانچ دن بعد جب مسلم ہینڈز کے امدادی کارکن علاقے میں پہنچے تو موت ابھی تک اپنا کھیل رچائے ہوئے تھی اور آچے (Aceh) کی بندرگاہ تباہی اور بربادی کا منظر پیش کر رہی تھی۔ فضاء میں انسانی اعضاء کے گلنے سڑنے کی بو بسی ہوئی تھی اور لاشیں ابھی تک سڑکوں اور گلیوں میں لاوارث پڑیں تھیں۔ انسانیت کی مصیبتوں کا یہ منظر یقینی طور پر دل کو ایک انجانے بوجھ سے بوجھل کر دینے والا تھا۔

مسلم ہینڈز ساؤتھ ایسٹ ایشیاء اور ریجنل آفسز نے اس آفت میں فوری طور پر کام شروع کر دیا۔ اگلے دن مدان Medan سے خوراک، ضروری ادویات اور پانی سے بھرے ہوئے ٹرک آچے کی طرف روانہ ہو چکے تھے اور ساؤتھ ایسٹ ایشیاء سے ہمارے 125 رضا کار اس مصیبت میں کام کرنے کے لئے آچے پہنچ چکے تھے۔ امداد سے بھرے ہوئے یہ ٹرک دن رات مدان سے آچےکی طرف چلتے رہے۔

مسلم ہینڈز ساؤتھ ایسٹ ایشیاء اور ہمارے معاون اداروں نے بندر آچے اور مدان کو اپنا مرکز بنا رکھا ہے۔ نوجوان رضا کار جس انتھک محنت سے دن رات ان مراکز کو فعال بنائے ہوئے ہیں وہ قابل داد ہے۔ مقامی امدادی کارکنان اور مردوں کو دفنانے والی ٹیموں کی کاوش بھی قابل داد ہے۔ ربڑ کے بوٹوں میں ملبوس، ربڑ کے دستانے اور ماسک پہنے ہوئے یہ بہادر کارکن حوصلے کے ساتھ بچوں، خواتین اور مردوں کی تدفین کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔ لاشیں ان گنت ہیں جن کو اجتماعی قبروں میں دفنانے کے سوا کوئی چارہ نہیں اور ایسی اجتماعی قبریں آچے میں جگہ جگہ کھدی ہوئیں ہیں۔

مسلم ہینڈز اپنا بنیادی طبی امداد کا کام MER-C اور انڈونیشین ہلال احمر کے تعاون سے سرانجام دے رہی ہے۔ ہم آچے میں چلنے والے 9 میڈیکل سنٹرز میں ادویات فراہم کر رہے ہیں، ان میں سے دو سنٹر گشتی سینٹر ہیں جو علاقے میں گشت کر کے ابتدائی امداد فراہم کر رہے ہیں۔ ہم اپنے مخیّر حضرات کے تعاون سے اس انتہائی ضروری اور فوری مدد کے کام کو جاری رکھیں گے۔ صاف اور پینے کے قابل پانی کی فراہمی کی طرح ادویات کی فراہمی بھی ایک انتہائی فوری اور اہم ضرورت ہے۔ مقامی انڈونشین حضرات کا تعاون خوراک اور کپڑوں کی صورت میں قابل داد ہے، لیکن مسئلہ ان امدادی اشیاء کو دور اور مشکل مقامات تک منتقل کرنا ہے۔

آچے کے بہت سے علاقے جو ساحل کے مغربی سمت، بندر آچے سے شمال کی طرف، میلابو جنوب کی طرف مشکل ترین علاقے ہیں۔ میلابو (Melabou) کے باسیوں نے کہ جہاں دس دن گزر جانے کے بعد امدادی کارکنان پہنچے، نے یہ عرصہ کس طرح گزارہ ہوگا۔ ہمیں آنکھوں دیکھا حال

معلوم ہوا ہے کہ ان مصیبت کی مارے لوگوں کو گھاس اور پتے کھانے پڑے، سمندر کا پانی پینا پڑا۔ بہت سے تو سمندری پانی جسم میں جانے کی وجہ سے زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے چل بسے۔

لام نو (Lam No)، لھونگ (Lhoong)، یونوم (Teunom)، کلنگ (calang)، اور میلابو (Melabou)، سب ایسے علاقے ہیں جہاں آفت گزر جانے کے بھی ایک ہفتے بعد امداد پہنچی، اور یہاں بچ رہ جانے والوں کو انتہائی مشکل حالات کا سامنا کرنا پڑا۔ کتنا اچھا ہوتا کہ ان سب تک فضائی ذرائع سے خوراک، ادویات اور پینے کے قابل پانی پہنچتا لیکن محدود وسائل میں ایسا کرنا ممکن نہیں ہے۔

لام نو (Lam No) بھی ایک ایسا ہی علاقہ ہے جہاں امدادی کارکن طوفان گزر جانے کے ایک ہفتے بعد پہنچے۔ خوش قسمتی سے ہمارے پاس اتنے ذرائع موجود تھے کہ ہم نے ایک ہیلی کاپٹر کرائے پر لیا اور لام نو کی طرف پرواز کر گئے۔ تکلیف دہ بات یہ تھی کہ ہم اپنے ہیلی کاپٹر پر بہت زیادہ سامان نہ لے جا سکتے تھے، تاہم انتہائی ضروری ادویات کی ایک بڑی مقدار زندہ بچ جانے والوں تک پہنچا دی گئی۔ مقامی ہلال احمر کا ڈاکٹر جو ہمارے ساتھ کام کر رہا ہے، نے ہمیں بتایا کہ اب ہمارے پاس بس اتنی ادویات بچ گئی ہیں جنہیں ایک A4 سائز کے بکس میں آسانی کے ساتھ رکھا جا سکتا ہے۔ ہماری خواہش ہے کہ ہمارے ڈونر حضرات تک ہمارا یہ پیغام پہنچ جائے کہ اس نازک گھڑی میں ان کی امداد سے مسلم ہینڈز اپنے بھائیوں کی زندگیوں کو بچانے کے اس انتہائی اہم اور مقدس کام سے سرخرو ہو سکتی ہے۔

جب ہم بندر آچے سے لام نو کی طرف محو پرواز تھے، تو بلندی سے ہم نے بہت سے دل دہلا دینے والے تباہی کے مناظر دیکھے۔ اگرچہ ہمارے ساتھ کام کرنے والے کارکنان میں سے بہت سے ایسے ہیں جو پچھلے 25 سالوں سے ایمرجنسی حالات میں کام کرتے رہے ہیں، چاہے وہ بوسنیا ہو، ترکی یا عراق یا کہ البانیہ تباہی اور بربادی کے ایسے مناظر، دلوں کو دہلا دینے والے تھے۔ ساحلی علاقوں کے ساتھ واقع قصبوں کے قصبے صفحہ ہستی سے مٹ گئے تھے۔ مسلم ہینڈز یو کے کے نمائندہ امجد شاہ نے نوٹ کیا کہ "ہیلی کاپٹر کا GPS جہاں قصبوں اور گاؤں کی نشاندہی کر رہا تھا وہاں اب پانی اور گارے کے آثار ہی باقی دکھائی دیتے تھے"۔

امدادی کاروائیوں میں تعاون باہمی نہ ہونے کی وجہ سے اس بحران کی شدت اور نقصان میں اور اضافہ ہوا ہے۔ بندر آچے میں پناہ گزینوں کی اصل تعداد کا ابھی تک پتہ نہیں ہے، یا یہ کہ پناہ گزینوں کیلئے کتنے کیمپ قائم کئے گئے ہیں۔ مسلم ہینڈز اور ہمارے ساتھ شامل ادارے بندر آچے کے 30 چھوٹے بڑے کیمپوں میں 162,000 پناہ گزینوں کو خوراک، ادویات اور پانی فراہم کر رہے ہیں۔

ہر کیمپ میں یا ہر بلڈنگ میں گم شدہ بچوں کی تصویریں آویزاں ہیں۔ والدین ہونے کے ناطے ان بدقسمت والدین اور خاندانوں کی ان تحریروں کو پڑھ کر دل بھاری ہو جاتا ہے۔

ہم یتیم بچوں کی شناخت کر کے انہیں فیملی ہومز میں منتقل کرنے کے کام کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔

کیمپوں میں بیشمار ایسے بچے ہیں جن کا

کوئی بھی وارث موجود نہیں ہے، نہ ماں اور نہ ہی باپ۔ لیکن ہم انہیں ابھی منتقل نہیں کر سکتے اس امید پر کہ شائد ان کے والدین میں سے کوئی زندہ ہو اور وہ ان کو تلاش کرتے ہوئے اس کیمپ تک آجائیں۔

وہ جن کی شناخت ہو چکی ہے کہ اس آفت نے ان کے سر سے والدین کا سایہ چھین لیا ہے، ان کی دیکھ بھال مسلم ہینڈز نے اپنے ذمہ لینا شروع کر دی ہے۔ ہم نے آچے میں واقع ایک اسکول کی بلڈنگ تلاش کر لی ہے، جس میں اچھے کلاس رومز، رہائشی کمرے اور کھیل کا میدان موجود ہے، ہم ایسی ہی تین اور عمارات تلاش کر رہے ہیں جہاں ان یتیم اور معصوم بچوں کے لئے گھر بنائے جاسکیں۔

کتنے دکھ کی بات ہے کہ آچے کی گلیوں میں ایک اور آفت پھیل رہی ہے اور یہ آفت بچوں کو اغوا کرنے والے گروہ ہیں۔ اگرچہ ہمیں ابھی اتنی ہی اطلاعات ملیں ہیں کہ بندر آچے سے چند بچوں کو اغوا کیا جاچکا ہے، اس معاملے نے یتیم بچوں کی شناخت اور ان کے بارے میں معلومات اکٹھا کرنے کے کام کو بہت حساس بنا دیا ہے۔ ایک اور اطلاع کے مطابق کچھ لوگ جو اپنے آپ کو مشنریز کہتے تھے 200 یتیم بچوں کو اپنے ساتھ لے گئے ہیں۔

مسلم ہینڈز نے آچے ڈسٹرکٹ میں واقع کیمپوں کے ساتھ پانی کو صاف کرنے کے پلانٹ کی تنصیب کا کام بھی شروع کر دیا ہے۔ ان میں سے 2 یونٹ تعمیر ہو چکے ہیں اور 9 مزید ابھی زیر تعمیر ہیں۔ ان میں سے ہر یونٹ 500 افراد کو پینے کے قابل پانی فراہم کر رہا ہے۔

دین ہو، فلسفہ ہو، فقر ہو، سلطانی ہو،
ہوتے ہیں پختہ عقائد کی بنا پر تعمیر!
حرف اُس قوم کا بے سوز، عمل زار و زبوں
ہو گیا پختہ عقائد سے تہی جس کا ضمیر
(اقبال)

خدمت خلق

سری لنکا میں
مسلم ہینڈز انٹرنیشنل کی امدادی سرگرمیاں

انوار رضا میگزین رپورٹ

سونامی کی تباہ کن لہروں کا احوال تو آج کل زبان زد عام ہے لیکن جنھوں نے اپنی آنکھوں سے اس تباہی کا منظر دیکھا ہے وہی بتا سکتے ہیں کہ قدرت کتنی طاقت رکھتی ہے اور کیسے یہ انسانوں کے دل میں اداسی کو جاگزیں کر دیتی ہے۔ سری لنکا آج اپنے لاپتہ اور مرجانے والوں کا ماتم کر رہا ہے، جن کی تعداد 35000 سے بھی زائد ہے۔ اس بات کا تصور کافی مشکل ہے کہ یہ قوم اس درجہ کی تباہی و بربادی سے کبھی سنبھل سکے گی کہ جس نے ہزاروں گھروں کو تباہ کر دیا اور بہت سے پیارے لوگوں کی جان لے لی۔

شمال مشرقی اور جنوب مشرقی صوبوں کے ساحلی علاقے صرف 20 فٹ اونچی لہروں سے مکمل تباہ ہو چکے ہیں۔ کبھی خوبصورت ساحلوں اور سنہری ریت والے یہ علاقے اب ٹوٹی پھوٹی کشتیوں اور جڑوں سے اکھڑے درختوں سے بھرے پڑے ہیں کہ جن میں لاتعداد تباہ حال گھر، سکول، ہسپتال اور میٹھے پانی کے کنوئیں ایک داستان عبرت پیش کر رہے ہیں۔ کنیا اور موتر کے قصبوں میں مچھلیوں کا شکار کبھی ایک انڈسٹری کی شکل لئے ہوئے تھا کہ جس میں تمام مرد جب اپنی کشتیوں پر بیکراں سمندر میں مچھلیوں کا شکار کرتے تھے تو خواتین گھروں میں معمول کے کاموں کے ساتھ چھوٹے بچوں کی دیکھ بھال کرتی تھیں۔ یہ واقعہ صبح 8:45 پر ہوا جب سب لوگ اپنے نئے آنے والے دن میں معمول کے کاموں کی تیاری کر رہے تھے۔ بہت سارے بچے مقامی مسجد اور مدرسے میں قرآن پاک کی تلاوت کر رہے تھے کہ اچانک بے رحم سمندری لہر کھڑکیوں اور دروازوں کو توڑتی ہوئی اور گھروں کو بھرتی ہوئی ساری آبادی کو بہا کر لے گئی۔ اینٹوں اور گارے کی دیواروں نے بھی کوئی مزاحمت نہ کی اور آنے والے طوفان کو رستہ دے دیا۔ مضبوط اور جمی ہوئی عمارتیں ایسے گر گئیں جیسے وہ کاغذ کی بنی ہوئی ہوں۔ ایک سکول میں پانی کی سطح یکدم دس فٹ تک بھر گئی اور چھوٹے بچوں اور خواتین کو اپنے ساتھ بہاتی ہوئی لے گئی۔ کچھ لوگوں نے چھت کے ساتھ چمٹ کر بھاگنے کی کوشش کی مگر ان کی یہ کوشش لاحاصل رہی کیونکہ پانی اگلے کچھ ہی سیکنڈز میں چھت تک پہنچ گیا۔ ایک امام مسجد جن کا نام امام نوفل ہے اپنے قصبہ کلمونائی کوڈی ضلع امپارہ سے بازار میں کچھ لانے کے لئے گئے تھے جبکہ ان کا چچا کا بیٹا سمندر کے سامنے ان کے مدرسہ میں 68 بچوں کو قرآن پاک پڑھا رہا تھا۔ امام صاحب نے بتایا کہ ایک ہی جھٹکے میں پانی سارے بچوں کو موت کی نیند سلا گیا۔ جب وہ واپس آئے تو انھیں بہت جلد احساس ہو گیا کہ یہاں کونسی قیامت گزر گئی ہے۔

ان کے معصوم شاگردوں میں سے صرف 30 کی لاشیں مل سکیں جبکہ باقی بچوں کی لاشیں اگلے دنوں میں مختلف جگہوں سے ملیں۔ ان کے گھر سے متصل مسجد میں 40 بچے قرآن پاک پڑھ رہے تھے کہ جن کو پانی اپنے ساتھ بہالے گیا۔ وہ اپنی کہانی سناتے ہوئے بچوں کی طرح رو رہا تھا۔ اس کا مدرسہ، اس کی مقامی مسجد اور اس کا گھر سب مسمار ہو چکے ہیں۔ جواب اور دلاسے کے لئے دیکھتے ہوئے اس نے پوچھا کہ ہماری مسلمان قوم کا مستقبل کیا ہے جبکہ ہمارے نوجوان بچے مر چکے ہیں؟

ہر گھر کا کوئی نہ کوئی فرد مر چکا ہے جبکہ بہت سے گھر اپنے بہت سے پیاروں کو کھو چکے ہیں۔ بیوائیں اور مائیں ذہنی صدموں سے دوچار ہیں اور اپنے پیاروں کے کھونے اور مرنے کی داستان سناتی ہیں کہ کیسے بے رحم موجیں ان کے نوجوان بچوں کو بہالے گئیں۔ ذہن پریشان ہوتا ہے جب اسے اس بات کا تصور کرنا پڑتا ہے کہ ایک ماں نے کیسے یہ فیصلہ کیا ہوگا کہ وہ ایک بچے کو بچانے کے لئے دوسرے کو ڈوبنے کے لئے چھوڑ دے۔ یہ سوچنا حقیقت میں ایک مشکل امر ہے کہ کوئی کیسے یہ فیصلہ کرتا ہے کہ کس بچے کی قربانی دی جائے۔

اب ان ریتلے ساحلوں پر کوئی کشتی باقی نہیں ہے کیونکہ سمندری جھاگ ان کو دور تک اپنے ساتھ بہالے گئی اور بہت زور سے انہیں عمارتوں اور درختوں میں دے مارا۔ ہر کشتی زور سے ٹکر کر ٹکڑوں میں بدل چکی ہے اور ایسی حالت میں تباہ حال پڑی ہوئی ہے۔ اب کشتیاں ریت میں دبی اور گھروں کی چھتوں پر لٹکی ہوئی ملتی ہیں۔ گھروں کی قطاریں اور ہر گلی ایسا منظر پیش کرتی ہیں کہ جیسے ان پر اچانک حملہ کیا گیا ہو۔ آدمی پریشان ہوتا ہے کہ سری لنکا میں رہنے والوں کا کیا مستقبل ہے؟ تیز ہواؤں کی سرگوشیاں ہر گلی میں ایک بے چینی پھیلا دیتی ہیں اور لوگ محفوظ جگہوں کی تلاش میں بھاگنے لگتے ہیں۔ ایک مچھیرا کہنے لگا کہ اب ہمارا کوئی مستقبل نہیں ہے۔ میں نے محسوس کیا کہ مستقبل اب ان لوگوں کے لئے تاریک نظر آنے لگا ہے۔ وہ گھر کہ جن کے پاس کوئی کشتی نہیں ہے کا مطلب ہے کہ اب کوئی روزگار نہیں ہے لہٰذا کوئی آمدنی بھی نہیں۔ کوئی گھر نہ ہونے کا مطلب ہے کہ کوئی پناہ گاہ نہیں اور اب ان لوگوں کو دوبارہ آباد ہونے اور جنوب مشرقی ایشیا کے اس سونامی کو بھلانے کے لئے کافی عرصہ درکار ہوگا۔ مجھے مسلمان قابل فخر لوگ محسوس ہوتے ہیں کہ جن کو مانگنے کی خواہش نہیں ہوتی مگر اب انہیں اپنے بچوں کے لئے مانگنا پڑتا ہے۔

مسلم ہینڈز کی تیاریاں

سونامی کی بپھرتی موجوں کی خبر سنتے ہی مسلم ہینڈز نوٹنگھم کی ایمرجنسی رسپانس ٹیم نے سری لنکا جانے اور امدادی کام کرنے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ مسلم ہینڈز کی ایمرجنسی رسپانس اپنے ترقیاتی مرحلہ میں

ہے اور انفرا سٹرکچر کی تعمیر نو میں اپنی نوعیت کی بہترین تنظیم ہے جس کا خدمت خلق کی تنظیموں میں اپنا ایک مقام ہے۔ ISO اور Investor in People اس بات کی غمازی کرتے ہیں کہ اس کی بہترین انتظامی صلاحیت اور مخلص و تجربہ کار ملازمین اس تنظیم کا ایک اہم حصہ ہیں۔ اس بات کا ہمیشہ احساس کیا جاتا ہے کہ پہلا مرحلہ ہنگامی امداد کا جبکہ اس کے بعد کم مدتی اور مستقل نوعیت کے کام ہوتے ہیں۔ مستقل نوعیت کے کام ہمیشہ مقامی انتظامیہ کے ساتھ مشاورت کے بعد شروع کئے جاتے ہیں اور اس بات کا خیال رکھا جاتا ہے کہ اس میں کوئی تاخیر نہ کی جائے اور وسائل ضائع نہ ہوں۔

مسلم ہینڈز کی سری لنکا کے لئے ہنگامی ٹیم پراجیکٹ مینیجر طارق نصیر اور نئے شامل ہونے والے ڈاکٹر سہیل ناستی پر مشتمل ہے جو ایک تجربہ کار MBBS ڈاکٹر ہیں۔ یہ ٹیم 4 جنوری کو سری لنکا روانہ ہوئی اور اگلے دن وہاں پہنچ گئی۔ سری لنکا کے دارالحکومت کولمبو پہنچنے پر صحیح معلومات اور کام شروع کرنے کے لئے روابط کئے گئے۔ یہ مسلم ہینڈز کی پالیسی ہے کہ ایسی صورتحال میں حالات کا صحیح اندازہ لگانے کے لئے مکمل معلومات حاصل کی جائیں اور مقامی معاشرتی، سیاسی اور مذہبی روایات کو مدنظر رکھتے ہوئے اصل ضروریات کے مطابق کام کیا جائے۔ اسی روز تباہ حال علاقے کا دورہ کیا گیا اور مقامی انتظامیہ، رابطہ کمیٹیوں اور تنظیموں جیسا کہ مسجد انتظامیہ اور مجلس شوریٰ جو کہ اس امدادی پروگرام کا حصہ ہیں، سے رابطہ کیا گیا اور صحیح صورتحال کا ادراک کیا گیا۔ ان تنظیموں نے صحیح صورتحال کو جانچنے اور امدادی کام بلا تاخیر شروع کرنے کے لئے تعاون کیا۔ آمد و رفت کی سہولیات ایک مقامی امدادی تنظیم IRSC نے فراہم کیں اور انھوں نے اپنے آپ کو ایک انتہائی ذمہ دار اور شرکت کار تنظیم ثابت کیا کہ جن کے ساتھ کام کرنا ممکن ہوا ہے۔

ابتدائی تجزیہ سے یہ بات سامنے آئی کہ 6 ضلعوں میں 30000 افراد ہلاک ہوئے ہیں جن میں سے 70% افراد مسلمان جبکہ دوسرے افراد میں عیسائی اور بدھ مذہب کے لوگ شامل ہیں۔ اس علاقے میں 150 مساجد ہیں، خوراک اور مناسب طبی سہولیات کی کمی ہے جبکہ آبادی کے ایک جگہ پر اکٹھے ہونے سے صحت و صفائی ایک اہم مسئلہ بن چکا ہے۔ جس سے بیماریوں کے پھیلنے کا شدید اندیشہ ہے۔ ساری عارضی آبادیاں سکولوں میں اکٹھی کی گئی ہیں۔ سب سے زیادہ متاثرہ علاقوں کو کہ جن میں سب سے کم امداد تقسیم کی گئی ہے ان کا انتخاب کیا گیا اور ان پر ساری توجہ مرکوز کر دی گئی۔ امداد کی خرید اور ترسیل کیلئے مقامی مارکیٹ کو ترجیح دی گئی تاکہ ہمیں خرید میں آسانی رہے اور مقامی تجارت کو بھی فروغ ملے۔ ساتھ ہی ساتھ اس بات کا بھی خیال رکھا گیا ہے کہ مقامی مارکیٹ کو خالی نہ کیا جائے تاکہ قیمتوں

میں استحکام رہے۔ مقامی آبادی کا طویل مدتی استحکام ہمیشہ سے مسلم ہینڈز کی ترجیح رہی ہے۔

انتخاب کئے گئے علاقوں میں سے ایک ضلع ٹرنکومالی ہے جو کہ شمال مشرقی ساحلوں پر اپنے کم طول کے زمینی خطے کی وجہ سے ایک قدرتی پورٹ بن گئی ہے جو کہ سمندر کے اندر تک چلی گئی ہے اور سونامی کی بپھرتی موجوں کا سب سے زیادہ شکار ہوئی ہے۔ اس ضلع کے سب سے زیادہ متاثر ہونے والے علاقوں میں کنیا اور موتر کے قصبے شامل ہیں جن میں بے گھر ہونے والے خاندانوں کی تعداد 8241 اور 4993 ہے۔ یہاں پر ہلاک ہونے والوں کی تعداد 1049 جبکہ لاپتہ ہونے والے 337 ہیں۔ مرنے والوں میں 6 انڈین اور امریکی بھی شامل تھے۔ امدادی اشیاء کی فراہمی کو یقینی بنانا تھا۔ ایک کیمپ سے دوسرے کیمپ تک جانے اور امدادی اشیاء کی فراہمی صرف کشتیوں کے ذریعے ہی ممکن تھی۔ امدادی کام کو تیز اور زیادہ موثر بنانے کے لئے کارکنان کو ابتدائی طور پر دو اور بعد میں چار چار کی ٹیموں میں تقسیم کر دیا گیا۔ ایک اور متاثرہ علاقہ کی شناخت کی گئی جس کا نام کلمونائی کوڈی (Kalmunai-Kudi) ہے اور جو سری لنکا کے مشرقی صوبے امپارا (District Ampara) میں واقع ہے۔ یہاں 3000 افراد جان سے ہاتھ دھو چکے تھے جن میں سے اکثریت مسلمانوں کی تھی۔ کلمونائی کوڈی کے لوگوں نے شکایت کی کہ اگرچہ بہت سی NGOs کے لوگ وہاں آ چکے ہیں لیکن صرف ادویات ہی فراہم کی گئی ہیں۔ حکومت نے نہ ہونے کے برابر امداد دی ہے اور ان لوگوں کے لئے زندگی بہت مشکل ہوگئی ہے، "امدادی کارکنان یہاں آتے ہیں وعدے کرتے ہیں اور چلے جاتے ہیں، مڑ کر کبھی واپس نہیں آتے"۔ مسلم ہینڈز سے 1200 خاندانوں کے لئے خوراک کا انتظام کرنے کی درخواست کی گئی، مسلم ہینڈز نے بیوروکریسی کو درمیان میں لائے بغیر فوری امداد فراہم کی۔ بعض حالات میں بیوروکریسی بروقت امداد کی فراہمی میں رکاوٹ بن جاتی ہے۔

محکمہ تعلیم والے اسکولوں کے خالی ہو جانے پر پریشان تھے اور چاہتے تھے کہ 10 جنوری تک ان اسکولوں کو دوبارہ سے کھول دیا جائے لیکن اس مقصد کے لئے ان اسکولوں کی تعمیر نو اور ان میں فرنیچر فراہم کرنا ضروری تھا، اس لئے کہ ان میں سے اکثر ساحل کے کنارے واقع ہونے کے باعث سیلاب سے جزوی طور پر متاثر تھے۔ مسلم ہینڈز ہمیشہ تعلیم کی فراہمی کو ترجیحات میں سرفہرست رکھتا ہے چاہے وہ عارضی طور پر ہی ہو۔ پناہ گزین کیمپوں میں کام کے ہمارے تجربے نے سکھایا ہے کہ بعض حالات میں یہ آبادیاں 25 سال تک بھی قائم رہتی ہیں، اس کی مثال پاکستان میں پشاور اور کوئٹہ کے افغان مہاجرین کے کیمپ ہیں۔ مسلم ہینڈز کے عارضی اسکول ڈارفر (Darfur) سوڈان اور فلوجہ (عراق) میں مسلم

ہینڈز کی پالیسیوں کے مطابق قائم کئے گئے تھے۔ ہمارے مدنظر یہ بھی ہوتا ہے کہ بچوں کو بامقصد اور مفید کام میں مصروف رکھا جائے تاکہ ان کا قیمتی وقت ضائع نہ ہو۔

دونوں کے اندر مسلم ہینڈز نے کنیا (Kinniya) کے قصبے کے انتہائی مستحق 200 خاندانوں میں خوراک اور پکانے کے برتن تقسیم کئے گئے۔ ایک گرلز کالج اور ایک مدرسے میں دو کیمپ قائم کئے گئے۔ اندازاً 5000 پرائمری اور اسکینڈری اسکولز کے طلباء میں یونیفارمز تقسیم کئے گئے۔ ان طلباء کو اسکول کٹس جو کہ ایک اسکول بیگ، کتابوں اور پین پر مشتمل تھی، دی گئی تاکہ ان کی اسکول واپسی کے لئے حوصلہ افزائی کی جاسکے۔ پانچ بڑے اسکولز کے ہیڈ اساتذہ کو 40 کلاس روم کی الماریاں دی گئیں، کیوں کہ سیلاب نے ان کے فرنیچر کو تباہ کر دیا تھا۔ تین MBBS ڈاکٹرز پر مشتمل ایک میڈیکل ڈسپنسری قائم کی گئی۔ ان ڈاکٹرز میں مسلم ہینڈز کے ڈاکٹر سہیل ناستی بھی شامل ہیں۔ ڈاکٹر سہیل نے اس بات کی طرف توجہ دلائی کہ دوسری NGOs بیماروں کو مکمل علاج کی سہولیات فراہم نہیں کر رہیں۔ اس کے ردعمل میں مسلم ہینڈز نے بنیادی صحت کی ادویات کی فراہمی کا سلسلہ شروع کیا۔ مسلم ہینڈز کی طبی کوششوں میں خاص بات صدمے سے دوچار خواتین اور خاص طور پر ماؤں اور بچوں کی کاؤنسلنگ Counceling ہے۔ وہ تمام ادویات جو ان ہنگامی حالات میں نایاب ہوگئی تھیں مسلم ہینڈز ان کی فراہمی کو یقینی بنا رہی ہے۔ خاص طور پر بچوں کے لئے نیوٹریشنل سپلیمنٹس Nutritional Supplements ڈاکٹرز کی تجویز پر فراہم کرنے کے انتظامات کئے گئے۔ کلینک کھلنے کے پہلے تین گھنٹوں کے دوران 115 مریضوں کو چیک کیا گیا اور ان کو ادویات فراہم کی گئیں۔ ڈاکٹر سہیل نے جو کہ پہلی دفعہ اس قسم کے حالات سے دوچار ہوئے ہیں اس صورت حال کے بارے میں کہا، "میرا خیال ہے کہ ہمارے پاس زیادہ تر لوگ اس لئے آرہے ہیں کیوں کہ ہم مسلمان ڈاکٹر ہیں اور یہ لوگ ہم سے اپنائیت محسوس کرتے ہیں" کلینک کم از کم عید الضحیٰ تک کام کرتا رہے گا۔ ڈاکٹر سہیل جلد ہی انڈیا چلے جائیں گے اور اندرمان (Anderman) سونامی سے ذہنی طور پر متاثرہ سات سال سے کم عمر کے بچوں کا علاج کرنے کے لئے اسی نہج پر ایک کلینک قائم کریں گے۔

موتر (Muthur) جانے کے لئے کنیا سے بوٹ پر سوار ہونا پڑتا ہے اور 45 منٹ لگتے ہیں۔ اس مقام پر مسلم ہینڈز نے 1500 خاندانوں کے لئے خوراک تقسیم کی، علاقے کے ایک رضاکار کو ایک انجن اور پمپ فراہم کیا گیا تاکہ کنوؤں میں سے ریت اور مٹی صاف کروا کے ان کو قابل استعمال حالت میں لایا جائے۔

مسلم ہینڈز صلیب سرخ اور ہلال احمر (Red Cross and Red Crescent) اداروں کے ساتھ اس بات پر متفق ہے کہ تمام رنگ، نسل، جنس اور مذاہب کے لوگوں کو برابر عزت اور وقار کے مطابق سہولیات فراہم کی جائیں۔ مسلم ہینڈز کی ٹیم نے ایک مقامی چرچ کا دورہ کیا۔ یہ چرچ ریورنڈ ڈنسٹن فریڈرک کے زیرِ انتظام چل رہا ہے اور ان کے پاس 50 عیسائی خاندان پناہ لئے ہوئے تھے۔ ریورنڈ نے ان خاندانوں کے لئے کھانا پکانے کے برتن اور صفائی کی سہولیات کی درخواست کی تھی۔ مسلم ہینڈز نے ان خاندانوں کے لئے کھانے کے برتن فراہم کئے اور دو دن میں ان عیسائی خاندانوں کے لئے پکی لیٹرینوں کا انتظام کیا۔ ریورنڈ صاحب اس امداد پر بہت مشکور ہوئے اور کہا کہ مقامی مسجد کے اصحاب بوقت ضرورت ان کی امداد کرتے رہے ہیں۔

مستقبل کی منصوبہ بندی کے حوالے سے مسلم ہینڈز نے علاقے میں بیماریوں کے پھیلنے کے خطرے کو کم کرنے کے لئے مزید لیٹرینیں بنوائیں یہ پکی لیٹرینیں تھیں تا کہ ان اسکولوں اور کالجوں کے طالبعلم پناہ گزینوں کے واپس جانے کے بعد بھی ان کو استعمال کرتے رہیں۔ مزید یہ کی ضلع ٹرنکومالی اور امپارہ میں 1-2-1 یتیم بچوں کی کفالت کی اسکیم بھی شروع کر دی گئی ہے۔ مقامی مسجد کے امام صاحب کو خاص طور پر معاملات کی دیکھ بھال کا کہا گیا ہے۔

یہ غور طلب بات ہے کہ مسلم ہینڈز کی ٹیم نے اپنے فرائض مستعدی، ایمانداری اور کامیابی سے سرانجام دینے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی تا کہ مسلم ہینڈز، برطانیہ کے مسلمانوں کی نمائندہ ہونے کے ناطے اس مصیبت کی گھڑی میں اپنے بھائیوں کی امداد کے کام میں سرخرو ہو۔ ٹیم دن میں 18 گھنٹے کام کرتی رہی ہے۔ ایک کیمپ سے دوسرے کیمپ تک کا فاصلہ اندھیرا چھا جانے کے بعد یا صبح صادق کے وقت طے کیا گیا۔ اس کی وجہ ہماری یہ کوشش تھی کہ امداد اور ضرورت کی فراہمی تمام ضرورت مندوں تک بروقت اور کم سے کم وقت میں پہنچا دی جائے۔ بہت زیادہ دیر سے سفر کرنے میں ویسے علاقوں میں چھپے لٹیروں کا خطرہ تھا۔ اس کے علاوہ سری لنکا میں سیاسی محاذ آرائیوں کی وجہ سے بھی مسائل ہیں اور مختلف مقامات پر مختلف لوگوں کی چیک پوسٹیں ہیں۔ مسلم ہینڈز کی ٹیم کو بہت سے مقامات پر روک کر چھان بین کی جاتی رہی ہے اور سامان کی تلاشی لی گئی۔

تحریری کام کی اہمیت وافادیت...... چند توجہ طلب پہلو

مضمون نویسی کا رجحان کیسے پیدا کیا جائے؟

ماہنامہ "جامِ نور" دہلی نے انڈیا بھر کے سکالرز سے رابطہ کر کے انہیں ایک چار نکاتی سوال بھیج جس میں پوچھا گیا۔ (۱) دعوت و تبلیغ میں تحریر کس وجہ اہمیت رکھتی ہے؟ (۲) آج عوام مذہبی جلسوں کے انعقاد کی طرف ہی کیوں زیادہ مائل ہے؟ (۳) عوام کی لٹریچر اور مذہبی صحافت سے بیزاری کا ذمہ دار کون ہے، مذہبی قائدین، علماء مقررین یا پھر ہمارا طریقہ تبلیغ؟ (۴) ہمارے سرمایہ داران کا مزاج تحریر کو انفاق فی سبیل اللہ کے زمرے میں شامل کرنے پر کیوں تیار نہیں، اور ان کو ہمارے پیران عظام اور سربراہان اس طرف کیوں نہیں متوجہ کرتے؟

اس کے جواب میں محترم مولانا سید اطہر اشرف نے نہایت اہم تجاویز پیش کی ہیں۔ پاکستان میں ہماری معاشرتی ضرورت کے پیش نظر ان کا مضمون نظر قارئین ہے............(ادارہ)

انتشار اور وسعت پذیری کا وصف اسلام کی فطرت میں شامل ہے "یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک" اس تبلیغ کی ذمہ داری وارث انبیاء ہونے کی حیثیت سے علماء امت پر بھی آتی ہے۔ انہیں بھی اپنے زمانہ اور حالات کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہو کر اس ذمے داری کو پورا کرنے میں جو سب سے موثر ذریعہ ہے اسے اختیار کرنا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں الفاظ ہوا میں تحلیل ہو جاتے ہیں تقریر و خطابت آنی و فانی تاثیر کی حامل نظر آتی ہیں الیکٹرونک میڈیا بھی اپنے آپ میں ایک لمحاتی کم وکیف سے متصف ہے اگر ارسال و تبلیغ کے ذرائع کا تجزیہ کریں تو اپنی دیرپا تاثیر و افادیت کے اعتبار سے تحریر اور صحافت ہی مذہب کی ترویج و اشاعت میں ایک منفرد حیثیت کی حامل ہے۔ لیکن اس موثر و مفید ذریعہ تبلیغ سے ہٹ کر عوام اور علماء جلسوں کی طرف متوجہ ہو گئے ہیں۔ اور پھر کسی دوسری جہت میں پلٹ کر دیکھنا بھی گوارا نہیں۔ شب گزاری و شب بیداری اس طبقے کا مقدر ہو گئی ظاہری بات ہے اس میں جہاں دین و شریعت کا تقاضا پورا نہیں ہوتا وہیں فطرت سے بھی بغاوت ہے دن عمل کے لیے اور رات آرام کے لیے ہے۔

جلسوں کی اس روایت کو بنانے اور قائم رکھنے میں عوام سے زیادہ علماء ذمہ دار ہیں کیونکہ ان کی

زمانے اور حالات میں تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں تحقیق و تصنیف و ذرائع ابلاغ کی جانب دنیا کی توجہ مرکوز ہو چکی ہے۔ سائنس و ٹکنالوجی کے اس ترقی یافتہ دور میں قلم کی طاقت کو آج بھی دنیا کی سب سے بڑی طاقت تسلیم کیا جا رہا ہے۔ قلمی طاقت کی اتنی اہمیت کے باوجود مذہبی صحافت کی حالت آج بھی ناگفتہ بہ ہے۔ بلکہ حالات ایسے پیدا ہو گئے ہیں کہ صحافت کے موضوعات پر جب سیمینار اور سمپوزیم ہوتے ہیں تو اس وقت مذہبی صحافت کا ذکر کرنا صحافت کی توہین سمجھی جاتی ہے اور یہ بات نوے فیصد صحیح بھی ہے۔ اس لیے کہ آج کی مذہبی صحافت، صحافت کے قوانین و ضوابط سے بالکل عاری ہے بلکہ مذہبی رسائل کے ایڈیٹرز کی اکثریت ایسی ہے جنہیں صحافت کی تعریف اور غرض و غایت بھی معلوم نہیں ہے۔

اصل موضوع یہ ہے کہ عوام لٹریری اور مذہبی صحافت سے بیزار اور دور ہوتے جا رہے ہیں اس کی کئی وجوہات ہیں اور اس کی ذمہ داری سماج کے کئی طبقوں پر عائد ہوتی ہے لیکن مذہبی صحافت سے بیزاری کا سب سے بڑا سبب ہمارا طریقہ تبلیغ بھی ہے۔ اس لیے طریقہ تبلیغ کی اصل اور اہم بنیاد اعتدال پسندی اور وسعت مطالعہ ہے لیکن ہمارے اکثر مبلغین اعتدال پسندی سے عاری اور وسعت مطالعہ سے دور ہوتے ہیں جس وجہ سے عوام کی ضروریات اور وقت کی نزاکت کو سمجھنا ان کے لیے مشکل ہوتا ہے اور کن حالات میں کون سا طریقہ لوگوں کو راغب کرنے کیلئے استعمال کرنا چاہیے۔ آج کے مبلغین کو یہ چیزیں بالکل معلوم نہیں جب تک مرض کی تشخیص نہ ہو جائے اس وقت تک دوا کا استعمال کرنا بے سود ہوتا ہے۔

میرے نظریئے کے مطابق عوام کے لٹریری اور مذہبی صحافت سے بیزاری کا سبب اجتماعی طور پر پورا مذہبی گروپ ہے۔ جنہوں نے ابھی تک وقت اور حالت کے چیلنج کو نہیں سمجھا اور نہ ہی عوام کی ضروریات کو محسوس کر پاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان حضرات کی سرپرستی میں جو بھی رسائل و جرائد نکلتے ہیں وہ عوام کی ضروریات، وقت کے تقاضے اور صحافت کے معیار سے بالکل گرے ہوئے ہوتے ہیں جس کی وجہ سے عوام ایسی صحافت سے بیزار ہو چکے ہیں ورنہ کیا وجہ ہے کہ غیر مذہبی طبقہ کسی بھی زبان میں جرائد نکالتے ہیں تو بہت حد تک وہ کامیاب رہتے ہیں لیکن وہی صحافت جب مذہبی ہاتھوں میں آتی ہے تو علاؤ الدین کا چراغ اور نقش سلیمانی کا مجرب نسخہ بن جاتی ہے، ان علماء کی ادارت میں نکلنے والے رسائل کو پڑھ کر کبھی کبھی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید کسی شخصیت کی یہ مختصر

سوانح لکھی گئی ہو۔

آج کی لٹریری اور مذہبی صحافت کی ادارت علماء کے ہاتھوں میں ہے، اس کی نشاۃ ثانیہ کی ضرورت ہے اور نئے رنگ و آہنگ اور سائنس و ٹکنالوجی کی نئی دریافت سے استفادہ کرتے ہوئے عوام کے لیے اسے مفید بنانے کی ضرورت ہے۔ مال و دولت انسانوں کے لیے ایک بہت بڑی نعمت ہے بطور خاص اس زمانے میں مال و دولت کی بڑی اہمیت ہے اور دنیاوی زندگی کی آسائش کے لیے ایک بہت اہم بنیاد ہے اور اگر انسان چاہے تو آخرت کی زندگی کا عیش بھی اس کے ذریعے سے خرید سکتا ہے۔

حدیث کے مفہوم سے یہ ثابت ہے کہ ایسا مال و متاع جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا جاتا ہے اور وہ دنیا و آخرت کی بھلائی کا سبب بن جاتا ہے اور وہی مال و دولت نفس پرستی، جاہ طلبی اور بے جا شہرت کے لیے استعمال ہو تو دنیا و آخرت کے لیے وبال جان بن جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جن کو مال و دولت سے نوازا ہے وہ اگر چاہیں تو قوم کی فلاح و بہبود کا بہت بڑا کام کر سکتے ہیں اور سسکتی و کراہتی ہوئی انسانیت اور جہالت کے بھنور میں پھنسی ہوئی مسلمانوں کی کشتی کو پار لگا سکتے ہیں، لیکن بڑے ہی افسوس کا مقام ہے کہ آج اہل ثروت اور سرمایہ دار طبقہ اس قدر بے حس ہو گیا ہے کہ دولت کمانے اور مال جمع کرنے کے علاوہ ان کے سامنے کسی دوسری چیز کی اہمیت ہی نہیں ہے اور ہمارے کچھ سرمایہ دار جو اپنا مال دین اور مذہب کے نام پر خرچ بھی کرتے ہیں تو ایسے راستے میں جس سے کوئی فائدہ نہیں۔ وقت کا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ یہ سرمایہ دار جاہ طلبی، شہرت پسندی، سماجی رعب و دبدبہ اور سستی شہرت و عزت کے نام پر تو لاکھوں روپے پانی کی طرح بہانے سے دریغ نہیں کرتے لیکن جب انہیں تعمیری کام اور قوم کی فلاح و بہبود اور جہالت جیسے موذی مرض سے قوم کو نجات دلانے کے لیے تعاون کی اپیل کی جاتی ہے تو اپنے آپ کو وقت کا حاتم طائی ثابت کرنے والے یہی سرمایہ دار تنگدستی کا رونا رونے لگتے ہیں۔ ہمارے سرمایہ دار جلسے جلوس، عرس، فاتحہ خوانی، دعوت عام اور طرح طرح کی دوسری رسومات جو عوام کی توجہ کا مرکز رہتے ہیں اس پر دل کھول کر خرچ کرتے ہیں۔ صرف اس لیے کہ یہ چیزیں ان کی سستی شہرت اور جاہ طلبی کا ایک آسان نسخہ ہے لیکن جب ان سے قلمی تبلیغ، رسائل و جرائد اور اسلامی صحافت کے نام پر کچھ طلب کیا جائے تو اسے فضول خرچی اور بے سود تصور کرتے ہیں۔ صرف اس لیے کہ یہ چیزیں ان کی سستی

شہرت اور جاہ طلبی کا ذریعہ اتنی آسانی سے نہیں بن پائیں گی۔ مختصر طور پر یوں سمجھ لیجے کہ ہمارے سرمایہ دار کوئی بھی کام چاہے وہ دینی ہو یا دنیاوی اگر اس میں ان کا ذاتی فائدہ یا دنیاوی مفاد نظر نہ آتا ہو تو وہ اس کام کو کرنے کے لیے تیار نہ ہوں گے۔ قابل افسوس پہلو یہ بھی ہے کہ ہمارے اکثر سرمایہ دار مداہنت پسندی کے مرض میں مبتلا ہیں جب تک ان کی مداہنت اور چاپلوسی نہ کی جائے وہ کچھ کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے اور یہ چیزیں ان کو بعض ابن الوقت علماء کی شکل میں مل جاتی ہیں جو سرمایہ داروں کی چاپلوسی میں لگے رہتے ہیں، اس کے ساتھ ساتھ اپنے اور اپنے سرمایہ دار سرپرستوں کے لیے شہرت اور مفاد کا نیا نیا راستہ بھی تلاش کرتے رہتے ہیں۔ جس طرح فیضی اور اس کے ہم نشیں علماء شہنشاہ اکبر کی گمراہی کا بہت بڑا ذریعہ بنے تھے اسی طرح آج کے بعض ابن الوقت اور چاپلوس علماء سرمایہ داروں کو بگاڑنے کا بہت بڑا وسیلہ ہیں۔

اس بحث کا ماحصل یہی ہے کہ سرمایہ داروں کا مزاج تحریر کو انفاق فی سبیل اللہ کے زمرے میں شامل کرنے کے لیے صرف اس لیے تیار نہیں کہ اس میں اپنی ذاتی شہرت اور شخصی منفعت کے اسباب نظر نہیں آ رہے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ اکثر پیر صاحبان اور بعض سربراہان حضرات بھی ان کی اس طرف توجہ نہیں دلاتے ہیں صرف اس وجہ سے کہ جب سرمایہ دار حضرات تحریر کو انفاق فی سبیل اللہ کے زمرے میں شامل کر لیں گے اور مذہبی صحافت کی سرپرستی کرنا شروع کر دیں گے تو شاید پیران عظام اور سربراہان ملت کی جھولیاں کچھ خالی رہ جائیں گی۔ اکثر پیران عظام اور سربراہان قوم کو قوم کی اصلاح، انسانیت کی خدمت اور جہالت کے خلاف صف آرا ہونے کی کوئی فکر نہیں ہے اگر ان کو فکر ہے تو اپنے مفاد اور کرسیوں کی فکر ہے کہ کہیں اس پر کسی دوسرے کی نگاہ تو نہیں لگی ہوئی ہے ہمارے پیران عظام اور سربراہان ملت اگر چاہیں تو سرمایہ داروں کی توجہ تحریر کی اہمیت کی طرف دلا سکتے ہیں اور ان کو اس بات کے لیے راضی کر سکتے ہیں کہ انفاق فی سبیل اللہ کے زمرے میں تحریر کو بھی شامل کر لیں اور مذہبی صحافت کی بنیاد کو مضبوط کر کے ساری دنیا میں اسلام کا لٹریری اور قلمی انقلاب بپا کر دیں۔ لیکن ”ہائے رے ذاتی مفاد کی لعنت“ کہ اس ذاتی مفاد نے سب کو ایک ہی حمام میں لا کر ننگا کھڑا کر دیا ہے۔ چاہے وہ سرمایہ دار ہوں یا ابن الوقت پیران عظام ہوں۔

امام احمد رضا بڑیچ پٹھان تھے میں بھی بڑیچ ہوں

5 جون 1942ء کو سلطانپور (اٹک) میں پیدا ہوا۔ یوسف زئی خاندان ہے

300 سے زائد تاریخی قطعات موزوں کر چکا ہوں

علامہ اقبال کو اپنا فکری راہنما جبکہ پیر مہر علی شاہ اور امام احمد رضا کو پیشوا تسلیم کرتا ہوں

اعلیٰ حضرت کے سلام پر دو تضمینیں لکھنا اپنی خوش بختی سمجھتا ہوں

فن تاریخ گوئی کی عہد ساز شخصیت اور منفرد لہجے کے نامور نعت گو شاعر

طارق سلطانپوری

کی ایمان افروز، دلچسپ اور معلومات افزا باتیں

گفتگو۔ ملک محبوب الرسول قادری

محترم طارق سلطانپوری کی ذات گرامی اہل علم میں محتاج تعارف نہیں وہ ایک ”سیلف میڈ“ شخصیت ہیں۔ گذشتہ دنوں ہماری دعوت پر انہوں نے انٹرویو دیا۔ قبل ازاں یہ انٹرویو ماہنامہ سوئے حجاز لاہور بابت ماہ اپریل 2001ء کی زینت بھی بن چکا ہے۔ جوان کے شکریہ کے ساتھ نذر قارئین ہے۔ سادگی، سچائی، اخلاص، ایثار، محبت، شفقت، اور پیار ان کی شخصیت کے مختلف پرتو ہیں۔ یہ انٹرویو ان کے تعارف کے حوالے سے بہت کافی ہے۔ ان کے تعارف کے لئے میں فقط اسی پر اکتفا کروں گا کہ۔

آپ اپنا تعارف، ہوا بہار کی ہے

(محبوب قادری)

س: اپنا پورا اسم گرامی، ولدیت، خاندانی پس منظر اور تعلیمی مراحل کے متعلق کچھ ارشاد فرمائیے؟

ج: میرا پورا نام محمد عبدالقیوم خان ہے طارق تخلص ہے رضا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری

رحمۃ اللہ علیہ سے حصول نسبت کے لئے میں نے شامل کرلیا اور سلطانپور ضلع اٹک میرا آبائی گاؤں ہے۔ یوں میرا پورا نام اس طرح ہے۔ محمد عبدالقیوم خان طارق رضا سلطانپوری۔ لیکن مجھے عوام میں طارق سلطانپوری ہی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اصل نام سے کم کم لوگ ہی واقف ہیں میرے والد گرامی کا نام محمد عبدالعزیز خان رحمۃ اللہ علیہ ہے میری تاریخ پیدائش 5 جون 1942ء ہے ہمارا خاندان افغان پٹھانوں کے مشہور قبیلہ بڑیچ ہے اور میں اس کی مشہور شاخ یوسف زئی کا فرد ہوں جبکہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ بھی افغانوں کے اسی قبیلہ کے عظیم فرد تھے ان کے ساتھ یہ نسبت مجھے بہت پیاری لگتی ہے میرے والد گرامی محمد عبدالعزیز خان رحمۃ اللہ علیہ نے کسی مکتب سے باقاعدہ تعلیم تو حاصل نہیں کی تھی لیکن کمال یہ ہے کہ وہ ایک درجن زبانوں کے ماہر تھے اور واقعی ماہر تھے ہمارے اجداد دراصل افغانستان سے آئے تھے سوات کے ساتھ سرحدی علاقے سے تعلق تھا میرے والد صاحب کو سنسکرت جیسی مشکل زبان بھی بلاتکلف آتی تھی وہ نہایت وجیہہ اور بارعب شخصیت کے مالک تھے جب وہ کسی سے انگریزی میں گفتگو کرتے تو ایسے لگتا تھا کہ جیسے سی آئی ڈی کا کوئی بڑا آفیسر ان سے مخاطب ہے۔ انہوں نے سارے برصغیر کا سفر کیا تھا فارسی ہمارے گھر کی زبان تھی۔ میرے والد گرامی تھانہ بھون گئے وہ مولانا اشرف علی تھانوی سے بیعت ہونا چاہتے تھے ایک ہفتہ ان کے ہاں قیام کیا ذرا متاثر نہ ہوئے اور مایوس واپس لوٹے وہ فرماتے تھے کہ مجھے مرشد کامل کی تلاش تھی اسی آرزو میں تھانوی صاحب کے پاس گیا مجھے تو ان کے کسی عمل نے متاثر نہ کیا بعدازاں حضرت مولانا فضل الرحمان گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے حضرت مولانا رحمت اللہ کے دست مبارک پر بیعت کی انہوں نے 1979 میں تقریباً 92 برس کی عمر میں رحلت فرمائی۔

میں نے 1959ء میں حسن ابدال ضلع اٹک سے میٹرک کیا اور پھر کراچی چلا گیا اور نیشنل بنک آف پاکستان میں بطور کلرک بھرتی ہوگیا بنک میں میرے تمام ساتھی مجھ سے زیادہ پڑھے لکھے تھے مجھے بھی پڑھنے کا احساس اور شوق ہوا اور میں نے پرائیویٹ تعلیم شروع کردی حتیٰ کہ 1971ء میں، میں نے کراچی یونیورسٹی سے ایم اے فارسی کا امتحان نہ صرف پاس کیا بلکہ یونیورسٹی کو ٹاپ کیا اور منفرد اعزاز کے ساتھ کامیاب ہوا وہاں ڈاکٹر محمود حسن اور ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی ('' صاحب برصغیر کی ملت اسلامیہ '') جیسی عظیم علمی شخصیات میری استاد تھیں اور یہ میرے لئے بڑا اعزاز ہے ڈاکٹر غلام سرور (چکوال) بھی

میرے استاد ہیں جو علی گڑھ یونیورسٹی میں شعبہ فارسی کے صدر تھے اور پھر کراچی یونیورسٹی میں اس شعبہ کے تاحیات صدر رہے وہ بھی میرے استاد ہیں۔

س: آپ کو شرح سلام رضا پر تضمین لکھنے کا خیال کیسے آیا؟

ج: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری علیہ الرحمۃ سے محبت تو خیر پہلے سے تھی اور پھر ہمارے محترم دوست مولانا سید صابر حسین شاہ بخاری کا اصرار تھا کہ میں سلام رضا پر تضمین لکھوں کئی مرتبہ انہیں ٹالا مگر وہ مستقل مزاج واقع ہوئے اور بالآخر تضمین مجھ سے لکھوانے میں کامیاب ہوگئے جبکہ دوسری تضمین میں نے حضرت مولانا مفتی محمد خان قادری کی شرح سلام رضا کے مطالعہ کے بعد لکھی وہ بھی اس طرح کہ مجھے کسی نے وہ کتاب دی میں نے پڑھی اور پھر طبیعت خود بخود اس کی طرف مائل ہوگی اسی لئے اس دوسری تضمین ''برہان رحمت'' میں شرح سلام رضا کا رنگ غالب ہے بلکہ میں اس کو حضرت مفتی صاحب کی اس شرح کا ہی فیض سمجھتا ہوں۔

س: پرانے بڑے لوگوں میں سے کن کن شخصیات کو آپ بھلا نہیں سکے جن سے آپ کی میل ملاقاتیں رہیں؟

ج: نوائے وقت کے بانی حمید نظامی واقعی نہایت اہم شخصیت کے مالک تھے وہ اصولوں کے بندے تھے محب وطن تھے دلیر تھے ذہین تھے صاحب علم بھی تھے اور صاحب قلم بھی تھے بلکہ ان کے حوالے سے تو ایک تاثر یہ تھا کہ ان کے قلم سے حکومتیں ٹوٹ جاتی ہیں دوسرے آغا شورش کاشمیری مجھے بہت یاد آتے ہیں اگرچہ وہ مجموعہ اضداد تھے وہ مولانا ظفر علی خان کے شاگرد تھے اور بیک وقت ابوالکلام آزاد، عطاء اللہ شاہ بخاری اور اقبال کے عقیدت مند تھے، ہمارے لوگوں نے صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ کو ''ابوالکلام'' کہا تو اس نے مذاق اڑایا کہ دو ابوالکلام کیسے؟ بعدازاں گولڑہ شریف میں بیعت ہوئے قبلہ بابو جی گولڑوی کے عاشق صادق اور مرید خاص ہوئے ان کی آخرت الحمدللہ سنور گئی وہ کہتے تھے کہ میں نے ساری زندگی متعصب اور تنگ دل لوگوں میں گزاری ہے کوئی ''اللہ والا'' ساری زندگی میں نہیں ملا جب ''اللہ والا'' مل گیا تو گولڑے میں اسی کا غلام ہوگیا ہوں۔ ان کی آخری کتاب ''تحریک ختم نبوت'' ان کی وفات کے بعد چھپی تھی۔

تیسرے مولانا شمس بریلوی نہایت فصیح و بلیغ انسان تھے اس حوالے سے ان کی کتاب مطالعہ کے قابل ہے وہ سخن شناس اور سخن فہم تھے مجھے انہوں نے لکھا کہ سارا زمانہ مجھے بھلا دے تو غم نہیں لیکن اللہ

کرے کہ تم ایسا نہ کرسکو پھر بابائے اُردو مولوی عبدالحق، حضرت مولانا مفتی محمد اختر رضا خاں ازہری، حضرت مولانا مفتی تقدس علی خان رضوی، حضرت مولانا عبدالحامد بدایونی، حسین شہید سہروردی، سیدنا پیر طاہر علاؤ الدین القادری گیلانی، محترمہ فاطمہ جناح، چوہدری محمد علی سابق وزیر اعظم، ان کی شخصیات کے گہرے نقوش میرے قلب وذہن پر ثبت ہیں۔

س: آپ کے منظوم کام کا سرسری سا جائزہ؟

ج: جائزہ اس طرح تو مشکل ہے کیونکہ میرے کام ابھی تک تشنۂ تکمیل ہیں یعنی باضابطہ طور پر کتابی شکل میں نہیں چھپے ویسے میں نے اپنا سفر نامہ حجاز منظوم کیا اس کا نام ''تجلیات حرمین'' رکھا ہے اس کے تاریخی ناموں میں سے ایک نام'' بارش فیض طیبہ'' سال حج اکبر ۱۴۱۹ھ ہے اعلیٰ حضرت کے سلام پر دو تضمینیں لکھیں ان کے نام ''باران رحمت'' اور'' برہان رحمت'' ہیں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے شاندار دینی وتجدیدی کارناموں کے مظہر ۳۰۰ سے زائد تاریخی مادے موزوں کئے ہیں اس طرح سیدنا پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ، قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ، حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی زندگیوں اوران کے تاریخی کارناموں کے عکاس بیسیوں تاریخی مادے اخذ کئے ہیں ان تمام شخصیات کے قطعہ ہائے سال ولادت وسال وصال بھی موزوں کئے ہیں اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے جو قطعات سال وصال موزوں کئے ہیں وہ رضویات میں ریکارڈ ہے۔

۳۰۰ سے زائد تاریخی قطعات موزوں ہو چکے ہیں جن میں رسول مقبول ﷺ کے قطعات وصال بھی شامل ہیں جو اُردو زبان میں منفرد حیثیت رکھتے ہیں صحابہ کرام، اولیائے امت، صلحا وعلمائے ملت، خدام قوم کے قطعات وصال ومناقب تحریر کئے ہیں۔ دینی کتابوں، نعتیہ مجموعوں، دینی رسالوں کے خاص نمبروں کے قطعات تاریخ بھی موزوں ہوئے ہیں۔

پاکستان کی گولڈن جوبلی، نیا غلاف کعبہ، حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مزار پاک کی پامالی کے سانحہ، قیام پاکستان کا قطعہ، تحریک ہجرت وترک موالات نمبر (ماہنامہ کنزالایمان لاہور) قائد اعظم نمبر (ماہنامہ کنزالایمان لاہور) تحریک ختم نبوت کی کامیابی کا قطعہ، ایٹمی دھماکے کا قطعہ، اُردو زبان میں یہ قطعات بے مثال ہیں، حکیم اہل سنت حضرت حکیم محمد موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے وصال پر سب سے زیادہ تاریخی مادے اور قطعات تاریخ مشمولہ ماہنامہ کنزالایمان خاص نمبر جنوری ۲۰۰۱ء لکھنے کا شرف حاصل ہوا

س: آیات قرآنی سے بھی تاریخی مادے اخذ کئے جاسکتے ہیں؟ آپ نے اس سلسلہ میں کوئی طبع آزمائی فرمائی؟

ج: جی ہاں! میں نے اکابرین ومشاہیر ملت کے سال ہائے ولادت وصال کا قرآن کریم سے بھی استخراج کیا ہے کچھ نمونے پیش کرتا ہوں۔

والذین آمنو اشد حبا لله (البقرہ:۱۶۵) سال ولادت اعلیٰ حضرت گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ ۵ ۷ ۲ ۱ ھ..... **وتعز من تشاء** (سورہ آل عمران:۲۶) سال ولادت اعلیٰ حضرت گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ..... ۵ ۷ ۲ ۱ ھ ..... **ذالک هوالفوز العظيم** (التوبہ:۷۲) سال وصال اعلیٰ حضرت گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ..... ۷ ۳ ۹ ۱ ء..... **الله يحب التوابين و يحب المتطهرين** (سورہ البقرہ:۲۲۲) سال وصال حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ ۷ ۵ ۳ ۱ ھ.....

اولئک سنو تيهم اجرا عظيما (سورہ النساء:۱۶۲) سال ولادت اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ.....۱۷۵۶ء..... **فليعلمن الله الذين صدقو** (العنکبوت:۳) سال وصال قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ)۱۳۶۷ھ..... **انهم كانو يسرعون فی الخيرات** (الانبیاء:۹۰) ..... ۱۹۰۰ء ..... (قادیانیت کے خلاف اعلیٰ حضرت گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے فیصلہ کن معرکہ لاہور کی تاریخ) .....

فاستبقو الخيرات (المائدہ:۴۸) (سال ولادت حضرت قبلہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ گولڑہ شریف)۱ ۹ ۸ ۱ ء..... **الذين صبر و على ربهم يتو كلون** (النحل:۴۲) (سال وصال حضرت بابو جی رحمۃ اللہ علیہ)..... ۴ ۷ ۹ ۱ ء..... **لا يخافون لو مة لائم** (المائدہ:۵۴) (سال وصال حضرت حسن رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ)۶ ۲ ۳ ۱ ھ..... ''یاایھاالذین آمنوصلواعلیہ وسلمو'' (الاحزاب:۵۶) (سال وصال حضرت خواجہ محمد شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ) ۰ ۰ ۳ ۱ ھ

س: پاکستان کے حوالے سے کوئی تاریخی مادہ؟

ج: سال قیام پاکستان کا تاریخی مادہ بھی میں نے قران حکیم سے اخذ کیا ہے۔ (۱۹۴۷ء بمطابق ۱۳۶۶ھ) **محمد رسول الله والذين معه** (الفتح:۲۹) ۶ ۶ ۳ ۱ ھ

یہ ارض پاک حضور پرنور ﷺ اوران کے صحابہ کرام کی جلوہ گاہ ہے اس لئے چند مزید تاریخی مادے (قیام پاکستان) پیش کرتا ہوں۔ ''خوشخبری مصطفیٰ'' ۱۹۴۷ء ..... ''حضرت محمد ﷺ

۱۹۴۷ء .... ''تراوش شبنم رحمت'' ۱۹۴۷ء .... ''منظر رحمت مدینہ'' ۱۹۴۷ء .... ''نشان عنایات حضور'' ۱۹۴۷ء .... ''مرکز اوج و احترام حضور'' ۱۹۴۷ء .... ''باب روضہ فردوس'' ۱۳۶۶ھ .... ''نورارض مدینہ'' ۱۳۶۶ھ .... ''گل باغ کرم احمد'' ۱۳۶۶ھ .... ''عطائے حب ذات اقدس'' ۱۳۶۶ھ .... ''بزم فیض عرفان مدینہ'' ۱۳۶۶ھ اور یہ دو مادہ ہائے تاریخ، قیام پاکستان کے لئے دونوں عظیم المرتبت شخصیتوں کے تلامذہ و مریدین کی بے مثال جدوجہد کے عکاس ہیں۔ ''جہان شاہ رضا'' ۱۳۶۶ھ .... ''ضیائے مہر منیر'' ۱۳۶۶ھ ....

قطعہ تاریخ (سال قیام پاکستان) ۱۹۴۷ء ۱۳۶۶ھ

''خورشید طریقت حق'' ۱۹۴۷ء

بخشش کبریا ہے میرا وطن　　مصطفیٰ کی عطا و رحمت ہے
عام انداز کا نہیں یہ ملک　　خاص اس کی اساس و ہیبت ہے
ہے کوئی حکمت خداوندی　　اس کی تقویم راز قدرت ہے
اس کا قرآن سے ہے رشتہ خاص　　اس کی قرآن اک ضرورت ہے
اس کا سال قیام اے طارق　　''لیلۃ القدر کی عنایت'' ہے
۱۳۶۶ھ

حضور پرنور، شافع یوم نشور، احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات گرامی کے حوالے سے چند چیزیں ملاحظہ ہوں مثلاً ۵۷۱ء سن ولادت ہے اور سن رحلت ۶۳۲ء (11ھ) حیات مبارکہ ۶۳ برس ہے اس تناظر میں دیکھیے۔

سال ولادت: ۵۷۱ء .... بہ الفاظ .... ''باب روشنی'' ۵۷۱ .... ''شارع'' ۵۷۱ .... ''زیبائی وسعادت'' ۵۷۱ .... ''زیب وکمال آدمیت'' ۵۷۱ .... ''شمس آسمان وجود'' ۵۷۱

سال وصال: ۶۳۲ء .... بہ الفاظ .... ''تکبیر'' ۶۳۲ء .... ''یکتائی کا واحد نمونہ'' ۶۳۲ .... ''محمد النبی ﷺ'' ۶۳۲ .... ''تکمیل اسلام'' ۶۳۲ .... ''شان جاہ وجلال رب'' ۶۳۲ ....

عمر شریف: ۶۳ سال .... بہ الفاظ .... ''حج'' ۶۳ .... ''چمک'' ۶۳

.... ''پاکی، زیبائی'' ۶۳ .... ''اوج وجد'' ۶۳

قطعات سال وصال 11ھ (۱)

کبریا کے آخری پیغام بر　　کوئی آئے گا نہ بعد ان کے نبی
محفل کن کے ہیں وہ روح و رواں　　ہے ''وفات'' حضرت کی آنی، ظاہری
آ گیا سرکار کا وقتِ وداع　　ہوگئی تکمیل جب اسلام کی
انتہائی دل گرفتہ تھے غلام　　غیر تھی حالت عمر فاروق کی
میں نے محبوب خدا کا سال وصل　　یوں کہا ہے ''جان'' - ''دنیا'' سے گئی
۶۵　۵۴

۶۵-۵۴ = ۱۱ھ

(۲) ۱۱ھ

از وداع شاہ خوبان جہاں　　گشت عنقا از ''زمانہ'' ''زیب و زین''
۱۰۳　۹۲
ہاتف فرمود اے طارق ہمیں ست　　سال وصل مصطفیٰ، جدا تحسین

۱۰۳-۹۲ = ۱۱ھ

(۳) (۶۳۲ء)

انہیں سونپا تھا جو ان کے خدا نے　　وہ پورا کر لیا حضرت نے جب کام
خداوند محمد کی طرف سے　　کمال دین کا آپہنچا پیغام
نبی پر اور محبان نبی پر　　خدا نے کردیا نعمت کا اتمام
اشارہ تھا کہ محبوب خدا کی　　حیات ظاہری کا اب ہے انجام
وصال سرور کون و مکان کا　　کہا طارق نے سن، ''تکمیل اسلام''
۶۳۲ء

قطعہ تاریخ نیا غلاف کعبہ ۱۹۹۹ء ۱۴۱۹ھ

۱۴۱۹ھ (حج اکبر کی سعادت اس پر تقصیر کو بھی حاصل ہوئی غلاف کعبہ کی تبدیلی کے بعد نئے غلاف کی زیارت سے جو کیفیات حاصل ہوئیں ان کی عکاسی اس قطعہ سے عیاں ہے اردو زبان میں غالباً

یہ پہلا قطعہ تاریخ ہے۔

عطا ہوتی ہے کعبہ کو خدا سے ... یہ ہر لحظہ یہ ہر دم عظمت نو
غلاف تازہ کعبہ نے ہے پہنا ... عجب دل کش ہے اس کی صورت نو
نظر ڈالی جب اس پر والہانہ ... مجھے حاصل ہوئی کیفیت نو
طواف اس کا کیا الحمدللہ ... خدا نے مجھے بخشی ہمت نو
نہ تھا پہلے بھی یہ کچھ کم دل آویز ... تعالیٰ اللہ اس کی حالت نو
رقم تاریخ کی اس واقع کی ... یہ میری فکر کی ہے رفعت نو
مرے دلبر ہو تیرے حسن کی خیر ... مرے جانی ''مبارک خلعت نو''

۱۴۱۹ھ

س: تحریک ختم نبوت کے حوالے سے کچھ؟

ج: جی ہاں! ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو پاکستان کی قومی اسمبلی نے آئین میں ترمیم کر کے قادیانیوں کے تمام گروپوں کو غیر مسلم قرار دے دیا اس تاریخ ساز واقعہ کا تاریخی قطعہ موزوں کرنے کا لازوال شرف بھی اس ناچیز کو حاصل ہوا۔ الحمدللہ...... ''آواز انہدام قصر کذب قادیاں'' ۱۳۹۴ھ ...... ''اعلان ختم نبوت شہ حجاز'' ۱۹۷۴ء ...... ''شکست تار دام عنکبوت'' ۱۹۷۴ء ......

مقبول مدام ہے شہادت حق کی ... مردود تمام دعوی ہائے باطل
کافر ہے جو کہتا ہے نبی مرزا کو ... وہ شخص تھا اک ہرزہ سرائے باطل
مرزائی کافر ہیں زروئے آئین ... انجام ہے رسوائی برائے باطل
اک مصرع میں طارق نے کہی ہے تاریخ ... ''بروقت تدارک و بائے باطل''

۱۳۹۴ھ

اسی طرح کشتہ عشق رسول حضرت غازی علم الدین شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا سال شہادت ۱۹۲۹ء...... ۱۳۴۸ھ...... ہے ...... میں نے ......''فروغ نبی'' ۱۳۴۸ھ...... اور ''پیکر شوق شہادت'' ۱۳۴۸ھ...... سے ان کا سن شہادت اخذ کیا ہے۔ اور قطعہ شہادت یہ ہے

وہ ماہ آسمان عشق حضرت ... وہ خورشید جہان عشق حضرت
دلیل منزل حب محمد ... نشان عزوشان عشق حضرت

حدی خواں اوج حق کے قافلے کا ... نقیب کاروان عشق حضرت
عطا کی اس کو حق نے کامیابی ... کڑا تھا امتحان عشق حضرت
انہیں دیتا ہے تازہ ولولہ وہ ... جو ہیں شوریدگان عشق حضرت
معطر کر گیا باغ زمانہ ... گل نکہت فشان عشق حضرت
محبان حبیب حق کا ممدوح ... عزیز صاحبان عشق حضرت
بطور خاص ہیں مداح اس کے ... جہاں کے داعیان عشق حضرت
اتارا قبر میں اس مرد حق نے ... جسے کہیے ''زبان عشق حضرت''
سن وصل عاشق خیرالوریٰ کا ... کہا طارق نے ''آن عشق حضرت''

۱۹۲۹ء

''زبان عشق حضرت'' سے مراد علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ یہ قطعہ بھی منفرد ہے آج تک میری نظر سے اردو زبان میں (حضرت شہید رحمۃ اللہ علیہ) کا قطعہ تاریخ وصال نہیں گذرا حالانکہ اس زمانے میں نامور ماہرین فن تاریخ گوئی موجود تھے آپ کھوج لگائیں ممکن ہے کسی صاحب ذوق نے غازی کا قطعہ تاریخ شہادت لکھا بھی ہو۔

قطعہ تاریخ (سال وصال) اعلیٰحضرت مجدد دین وملت مولانا شاہ احمد رضا خان القادری

سال ولادت: ۱۲۷۲ھ ...... بالفاظ ''فردوس معرفت اسلام'' (۱۲۷۲ھ) ......
سال ولادت: ۱۸۵۶ء ...... بالفاظ ''رودبار فیوض علم وعرفان'' (۱۸۵۶ء)
سال وصال: ۱۹۲۱ء ...... بالفاظ ''فیضان شریعت'' ۱۹۲۱ء ......

وہ کمالات و محاسن کی شبیہ بے مثال ... وقت کے اہل نظر حیران ہیں کیا ہے وہ شخص
شرح و تبیان غواض میں وحید روزگار ... کشف و اظہار دقائق میں بھی یکتا ہے وہ شخص
دور کر دیں اس نے قلب و ذہن کی تاریکیاں ... بزم عشق کا سراج نور افزا ہے وہ شخص
جان رحمت سے محبت کا پڑھاتا ہے سبق ... مصطفیٰ سے پیار کی تلقین کرتا ہے وہ شخص
تذکرہ احمد رضا خاں کا ہے لوح وقت پر ... علم و عشق و معرفت کا نقش زیبا ہے وہ شخص
شہ دماغی، زیرکی، دیدہ وردی کا بو قبیس ... قلزم سوز فہم و آگہی کا ہے وہ شخص

حال و مستقبل کا شاہ کشور فکر و نظر — صاحب امروز ہے، سلطان فردا ہے وہ شخص
شرق میں بھی اس کی شہرت، غرب میں بھی اس کی دھوم — ہے جہاں بزم معارف، جلوہ آرا ہے وہ شخص
آشکارا اہل دل پر اب ہوا ہے اس کا حسن — آنکھ والوں کی نظر میں اب سمایا ہے وہ شخص
شخصیت اس پیکر افضال کی ہے یادگار — کب زمانے سے فراموش ہونے والا ہے وہ شخص
اس کے سال وصل کا طالب تھا میں بولا سروش — "پیکر حسن و جمال فیض بطحا" ہے وہ شخص

۱۳۴۰ھ

حسان العصر حضرت الحاج محمد علی ظہوری رحمۃ اللہ علیہ کا سن وصال اخذ کیا ہے۔..........."صحیفہ فروغ نعت"

۱۹۹۹ء......"ماہ بزم ثنائے خیر البشر" ۱۹۹۹ء......."آواز فضیلت بزم خواجہ" ۱۹۹۹ء.......

"جہان عظمت سرور دیں" ۱۹۹۹ء......."اوج فیض نعت" ۱۴۲۰ھ......."آسمان حشمت نعت"

۱۴۲۰ھ......."بے بدل چراغ بزم حسان" ۱۴۲۰ھ......."ذوق ثنائے احمد" ۱۴۲۰ھ.......

قطعہ تاریخ وصال بلبل چمنستان نعت حضرت محمد علی ظہوری رحمۃ اللہ علیہ..........

ازل میں نعتیں بانٹیں گئیں جب — ملا اس کو زر نعت محمد ﷺ
ثنائے خواجہ کی تصویر رعنا — مجلی پیکر نعت محمد ﷺ
ظہوری دور حاضر کا تھا بے شک — بڑا دانش ور نعت محمد ﷺ
رہا وہ خود مقدر زندگی بھر — قسیم کوثر نعت محمد ﷺ
ہوا اس کے کمال فن سے طارق — حسین تر منظر نعت محمد ﷺ
کہا ہے "آہ" سے اس کا سن وصل — "ظہوری نیّر نعت محمد ﷺ"

۶ + ۱۹۹۳ = ۱۹۹۹ء

قطعہ تاریخ (سال وصال) حضرت قبلہ عالم سیدنا پیر مہر علی شاہ گیلانی قادری چشتی نظامی نور اللہ مرقدہ

سال وصال ۱۹۳۷ء...........۱۳۵۶ھ..........."پیکر شریعت و طریقت" ۱۹۳۷ء.......

نور نگاہ غوث وہ دلبند مرتضیٰ — مخدوم اہل حق، شہ مردان معرفت
جس کے کمال فقر کو دنیا نے دیکھ کر — تسلیم کی ہے تمکنت و شان معرفت
وہ تاجدار کشور تحقیق و آگہی — فرماں روائے علم و جہانباں معرفت
سیل رواں دانش و دریائے ذوق فقر — وہ قلزم حقیقت و عمان معرفت
ہے "آہ فخر و شان عجم" اس کا سال وصل — وہ ایک آفتاب درخشان معرفت

۱۳۵۶ھ

قطعہ تاریخ وصال حضرت قائد اعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، بانی مملکت خداداد پاکستان۔

۱۳۶۷ھ.......۱۹۴۸ء......"کمال ذوق عشق" ۱۳۶۷ھ......."مظہر حیدر" ۱۳۶۷ھ

تدبر میں وہ یکتائے زمانہ — ہے مشہور جہاں اس کی بصیرت
اسے معلوم تھیں دشمن کی چالیں — سمجھتا تھا وہ اسرار سیاست
نہ خائف کر سکا اس کو فرنگی — تمام عالم میں تھی جس کی حکومت
نہ ہندو کر سکا اس کو مسخر — جو رکھتا تھا ذہانت اور دولت
کئی اپنے بھی تھے اس کے مخالف — جنہیں حاصل تھی غیروں کی حمایت
نہ گھبرایا نہ وہ جھجکا کسی سے — وہ تھا لاریب کوہ استقامت
بظاہر وہ نحیف و ناتواں تھا — مگر ایمان کی رکھتا تھا طاقت
اسے اس بات کا کامل یقیں تھا — کہ ہے اس کا مقدر فتح و نصرت
وہ محبوب خدا کا شیفتہ تھا — انہی کی اس پہ تھی چشم عنایت
غلام خواجہ کون و مکاں تھا — اسے بخشی خدا نے یہ سعادت
رکھی بنیاد پاکستان اس نے — دلائی ہم کو آزادی کی نعمت
ہمیں دام غلامی سے چھڑایا — بہ تائید خدا و جان رحمت
جبیں وقت خم ہے اس کے آگے — بہت اونچا ہے اس کا تخت عظمت
منور اس کا ہو خاکی شبستاں — بنے فردوس منظر اس کی تربت
کہا ہاتف نے طارق مجھ سے اس کا — "وقار ارض مشرق" سال رحلت

۱۹۴۸ء

قطعہ تاریخ سال قیام مملکت خداداد پاکستان کے حوالے سے چند تاریخی مادے ملاحظہ فرمائیں۔

پاکستان.......۱۹۴۷ء.......۱۳۶۶ھ......."چراغ بام مسرت" ۱۹۴۷ء......."تذکرہ روح پرور" ۱۹۴۷ء.......

"عظمت الوقت" ۱۹۴۷ء.......محمد رسول الله والذين معه (الفتح: ۲۹) ۱۳۶۶ھ

گولڈن جوبلی کے موقع ۱۹۹۷ء کی مناسبت سے پچاس اشعار پر مشتمل نظم لکھی جس کا مقطع یہ ہے۔

اس ارض خوشنما و دلکشا کا....... ہے پیدائش کا سن "ماہ فضیلت" ۱۳۶۶ھ

علامہ اقبال میرے راہنما اور پیشوا ہیں مجھے ان کے ساتھ بے حد محبت ہے اور میں ان کو پڑھ کر ان سے بہت مانوس ہوا ہوں ان کے قطعہ سال وصال کو میں نے قرآن کی اس آیت ...... "الـذیـن یرثون الفردوس" (سورہ المومنون: ۱۱) ۱۹۳۸ء ...... سے اخذ کیا ہے۔

قطعہ تاریخ سال وصال: حضرت حکیم الامت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ ...... ۱۹۳۸ء ...... ۱۳۵۷ھ ......

مادہ ہائے سال وصال (۱۹۳۸عیسوی) "معروف اسلامی شخصیت" ...... "کوکب کمال فیض رحمۃ للعالمین" ...... گلزار فیض معرفت" ...... "شمع ادب و طریقت و معرفت" ...... "باعزت غلام رسول امین" "مظہر احتشام اہل ادب" ...... "اوج نعت حضرت" ...... "چراغ شاہراہ حیدر" ......

مادہ ہائے سال وصال (۱۳۵۷ ہجری) ...... "سلک تعلیمات رسول" ...... "صاحب ذوق محبت" ...... "وسیع الظرف" ...... "خیر و سلامتی" ...... "سراپا صدق و بافیض" ...... "چراغ بزم جناں" ...... "فروغ بزم حبیب" ...... "چراغ منزل طیبہ" ...... اور علامہ اقبال کا قطعہ وصال یہ ہے۔

ثنا خوان و محب شاہ لولاک — وہ دیدہ ور تجلی یاب حق ہے
فروغ شمع بزم علم و عرفاں — وہ زیب محفل ارباب حق ہے
وہ طالب سطوت دین نبی کا — حریص احتشام و داب حق ہے
حکیم الامت مرحوم ہے وہ — سپہر صدق ہے، مہتاب حق ہے
وصال شاعر مشرق کی تاریخ — "نشان عظمت احزاب حق" ہے
۱۹۳۸ء

جامعہ منظر اسلام ہمارا "مرکز علم و عرفان" ہے اس کے حوالے سے بھی تھوڑی سی کاوش کا شرف حاصل کیا۔ مثلاً سال تاسیس "منظر اسلام" ۱۹۰۴ء ...... بہ الفاظ ...... "فیض حضور" ...... "باب ذکر رفعت مصطفیٰ" ...... "راہ احترام خیر الوریٰ" ...... "درس عظمت مصطفائی" ...... "اقبال طریقت و اجلال شریعت" ...... اب صد سالہ جشن منظر اسلام کے حوالے سے چند مادہ ہائے تاریخ یوں مرتب کی ہیں۔ (۱۴۲۲ھ ...... ۲۰۰۱ء) سن ہجری ۱۴۲۲ ...... "حسن چمن تاریخ" ...... "منظر یمن اسلام" ...... "خوبی گلشن ابرار" ...... "جہاں علوم و خیرات" ...... جبکہ سن عیسوی ۲۰۰۱ء ...... "نشان شرف عظیم" ...... "جمیل و ارفع نظریات" ...... "حسین اقدار و نظریات" ...... "بہار باغ معرفت" ......

اعلیٰ حضرت کے شہرہ آفاق مجموعہ نعت "حدائق بخشش" ۱۳۲۵ھ کا "سال طباعت":

۱۳۲۵ء مندرجہ ذیل الفاظ میں اخذ کیا ہے ...... "خوشبوئے عرفان" ...... "باب فضیلت" ...... "شیفتگی و وابستگی" ...... "تحفہ عرش بریں" ...... "چراغ بزم یزداں" ...... "جلوہ رخ سرکار" ...... "انوار توصیف سرکار" ...... "فکر، جوش، جذبہ" ......

اعلیٰ حضرت کا سال ولادت ۱۲۷۲ ہجری ...... بہ الفاظ دیگر ...... "نبراس بزم فضل" ...... "چراغ بزم حجاز" ...... "نگینہ تقویٰ و طہارت" ...... "پیکر لطافت نعت" ...... "نیر اوج استقامت" ...... جبکہ سن عیسوی ۱۸۵۶ھ کا مادہ ان الفاظ میں اخذ کیا ہے ...... "خورشید ادب مصطفیٰ" ...... "افتخار محفل اہل فقر" ...... "نیر ذوق معرفت" ...... "اوج خورشید تابان عرب" ...... "نور و نگہت ریاض حق" ...... اور آپ کا سال وصال ۱۳۴۰ھ "نفیس محفل ذکر نبی" ...... "تجلیات فیوض" ...... "زیب جہان ذوق و محبت" ...... "زیب چراغ جاہ حق" "چراغ جمال نبی" ...... اور باعتبار سن عیسوی ۱۹۲۱ء ملاحظہ ہوں۔ ...... "ہمہ تن ادب شاہ ارض و سما" ...... "چراغ اوج بہشت" ...... "شیخ الشیوخ دین" ...... "عاشق مرتضیٰ" ...... "گلشن غوثیہ" ......

ہدیہ تبریک

کنز الایمان سوسائٹی لاہور کے زیر اہتمام 16ویں سالانہ قومی امام احمد رضا کانفرنس (11اپریل 2005ء) کے کامیاب انعقاد پر ہم کنز الایمان سوسائٹی کے بانی صدر برادرم محمد نعیم طاہر رضوی اور ان کے جملہ رفقاء اراکین اور معاونین کو

ہدیہ تبریک

پیش کرتے ہیں۔ اے اللہ تعالیٰ! ان کو اس کی بہتر جزا عطا فرما۔ آمین

ملک محبوب الرسول قادری
انٹرنیشنل غوثیہ فورم

وفیات

خاموش ہو گیا ہے چمن بولتا ہوا

وادیٔ مہران کے مقبول خطیب شیخ طریقت اور عالم دین

سائیں نالے مٹھو کا سانحہ ارتحال

از قلم .... ملک محبوب الرسول قادری

صوبہ سندھ میں مرکزی جماعت اہل سنت پاکستان کے ناظم اعلیٰ اور وادیٔ مہران کے مقبول خطیب حضرت شیخ طریقت مولانا سائیں نالے مٹھو ۱۳ مارچ ۲۰۰۵ء بروز اتوار ۵۵ برس کی عمر میں اچانک دل کا دورہ پڑنے سے انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون .... مرحوم گھوٹکی شہر (سندھ) میں ایک دینی جلسہ سے خطاب کے بعد رحیم یار خان کے علاقے میں جا رہے تھے کہ دل کی تکلیف ہوگئی اور وہ ہسپتال پہنچنے سے قبل ہی اپنے رب کے حضور حاضر ہو گئے۔

آپ کا نام .... محمد .... تھا اور سندھ میں اہل محبت اس تقدس مآب نام والے شخص کو ادب کے پیش نظر نام سے نہیں پکارتے بلکہ "سائیں نالے مٹھو" کے الفاظ سے یاد کرتے ہیں سندھی زبان میں سائیں نالے مٹھو کا معنیٰ ہے "میٹھے نام والا" ....

آپ کے والد گرامی کا نام داود خان تھا۔ مورو (سندھ) کے نواح میں واقع ۱۲ کلومیٹر شرقی جانب داود گوٹھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ایک بڑے زمیندار اور دینی شخصیت تھے۔ آپ طویل عرصہ سے تاج مسجد مورو میں خطابت کے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ سائیں نالے مٹھو کا انداز خطابت منفرد اور ہر دلعزیز تھا۔ ان کی مقبولیت کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے۔ ضلع مورو کا سب سے بڑا اجتماع جمعہ ان کی مسجد میں ہوتا تھا اور بارہ

پندرہ ہزار افراد شریک ہوتے تھے۔ آپ درگاہ عالیہ خیاری شریف (لاڑکانہ) سے طریقت کے سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت تھے آپ کی نماز جنازہ میں ڈیڑھ لاکھ افراد شریک ہوئے آپ کو داود گوٹھ (مورو) میں اپنے والد گرامی کے پہلو میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ حضرت سائیں نالے مٹھو قائد اہل سنت شیخ الاسلام مولانا شاہ احمد نورانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نہایت معتمد ساتھیوں میں سے تھے اور نہایت وفا شعار انسان تھے آپ ۱۹ جون ۱۹۹۹ء سے مرکزی جماعت اہل سنت پاکستان کے صوبائی ناظم اعلیٰ کی ذمہ داریاں نبھا رہے تھے آپ کے انتقال پر مرکزی جماعت اہل سنت پاکستان کے سربراہ اور سجادہ نشین درگاہ قادریہ بھرچونڈی شریف (سندھ) حضرت امیر اہل سنت پیر میاں عبدالخالق قادری، ورلڈ اسلامک مشن کے چیئرمین صاحب زادہ شاہ محمد انس نورانی، جمعیت علماء پاکستان کے سربراہ پروفیسر شاہ فرید الحق، کاروانِ اسلام کے سربراہ مفتی محمد خان قادری، امیر سندھ مفتی محمد جان نعیمی، آزاد کشمیر میں قانون ساز اسمبلی کے رکن اور درگاہ عالیہ ڈھانگری شریف کے سجادہ نشین علامہ پیر محمد عتیق الرحمٰن، تحریک فدایان ختم نبوت پاکستان کے مرکزی راہنما مفتی عبدالحلیم ہزاروی، پیر سید مرید کاظم شاہ بخاری، مولانا حافظ امیر بخش مصطفائی (میر پور ماتھیلو) اور مولانا سردار احمد خان لغاری سمیت متعدد اہم ومقتدر شخصیات نے گہرے صدمے کا اظہار کرتے ہوئے ان کی گراں قدر خدمات کو زبردست خراج تحسین پیش کیا۔ مرحوم کا ختم چہلم ۲۴ اپریل ۲۰۰۵ء بروز اتوار ان کے آبائی گاؤں میں ہوگا۔ اس موقع پر ملک بھر سے علمی، دینی، روحانی، سیاسی اور سماجی شخصیات مرحوم کو خراجِ عقیدت پیش کریں گی۔

ہماری دُعا ہے کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ مرحوم کو فردوس بریں میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے ان کے درجات بلند کر کے ان کی قبر کو روشن، ٹھنڈا، کشادہ اور منور فرمائے اور ہمیں توفیق بخشے کہ ہم پاکستان کو انقلاب نظام مصطفےٰ ﷺ اور معاشرتی اصلاح کے لئے اسی جذبے سے جدوجہد جاری رکھیں۔ آمین

ضلع لاہور کے لئے

مرکزی جماعت اہلسنت پاکستان کے انتخابات

مولانا قاری فیض احمد نقشبندی امیر اور قاری محمد خان قادری ناظم اعلیٰ منتخب ہو گئے

انوار رضا رپورٹ

مرکزی جماعت اہل سنت پاکستان ضلع لاہور کا انتخابی اجلاس مورخہ ۱۴ اپریل ۲۰۰۵ء بروز جمعرات مرکزی دفتر، مرکزی جماعت اہل سنت پاکستان دربار مارکیٹ لاہور میں زیر صدارت سردار محمد خان لغاری (صدر صوبہ پنجاب) منعقد ہوا جس میں مہمانان خصوصی پیر مولانا خادم حسین شرقپوری بغدادہ (نائب امیر پنجاب)، مفتی سید مزمل حسین شاہ (نائب ناظم صوبہ پنجاب)، مولانا پیر سید طالب حسین شاہ گردیزی (مرکزی فنانس سکریٹری) تھے۔ نوجوان خطیب مولانا حافظ محمد نواز بشیر جلالی (مرکزی آفس سیکرٹری) نے تلاوت قرآن کا شرف حاصل کیا اور نعت شریف پڑھی۔ اجلاس میں ضلع لاہور کے لئے مرکزی جماعت اہلسنت پاکستان کا امیر متفقہ طور پر مولانا قاری فیض احمد نقشبندی کو مقرر کیا گیا اور فاروق کالونی والٹن مولانا قاری محمد خان قادری کو ضلع لاہور کا ناظم اعلیٰ مقرر کیا گیا اس موقعہ پر سابق عہدیدران ضلع لاہور بھی موجود تھے۔ اجلاس میں اس بات کا فیصلہ کیا گیا کہ جشن عید میلاد النبی ﷺ کے حوالے سے ضلع بھر میں ہر ٹاؤن میں مرکزی جماعت اہلسنت کے پلیٹ فارم سے پروگرام کریں گے۔ نومنتخب ضلعی ناظم اعلیٰ قاری محمد خان قادری نے کہا کہ ہم ضلع کے لیول پر اچھا پروگرام ضرور کریں گے اور تنظیم سازی بھی جلد شروع کردیں گے۔ انہوں نے کہا کہ ہم ماہ ربیع الثانی میں بڑی گیارہویں شریف اور اگست میں یوم پاکستان کے مواقع پر خصوصی اجتماعات کا انعقاد کریں گے کیونکہ پاکستان اولیاء کا فیضان ہے اور قوم میں جذبۂ پاکستانیت اجاگر کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے۔ انہوں نے کہا کہ مرکزی جماعت اہل سنت پاکستان ہماری مادر فکری ہے اس لیئے قوم کی نظریاتی پختگی اور فکری استحکام کے لئے اس پلیٹ فارم سے جدوجہد جاری رہنی چاہیئے۔ اس موقع پر خطاب کرتے ہوئے صوبائی نائب

امیر صاحبزادہ پیر خادم حسین شرقپوری بغدادی نے کہا کہ میڈیا میں مرکزی جماعت کی خبریں اور پھر ضلعی سطح کے پروگراموں کی پریس کوریج ضرور آنی چاہیئے۔ علامہ پیر سید مزمل حسین شاہ نے کہا کہ میں نے بخوشی اپنے اکابرین سے گزارش کی کوئی فعال آدمی میری جگہ پر ضلع لاہور کا امیر مقرر فرما دیں میں محترم قاری فیض احمد نقشبندی اور قاری محمد خان قادری کو دلی مبارک باد پیش کرتا ہوں مجھے توقع ہے کہ وہ بڑھ چڑھ کر تنظیمی تحریکی کام کو آگے بڑھائیں گے۔ مولانا قاری محمد اشرف سعیدی (ناظم اعلیٰ حلقہ نمبر ۱۵۰ پی پی) نے کہا کہ قائدین کا جو حکم ہمارے حلقہ کے لیے ہوگا ہم بجا لائیں گے اور تحریکی و تنظیمی کام کے لئے قربانی دیں گے۔ محمد ارشاد یوسفی والٹن نے کہا جو بھی جماعت کی طرف سے حکم ہوگا ہم ضرور اس پر عمل کریں گے۔ مبلغ یورپ مولانا پیر سید طالب حسین شاہ گردیزی نے کہا کہ مولانا قاری فیض احمد نقشبندی کا انتخاب ضلع لاہور میں امیر کے طور پر بہت مفید ہے۔ اور مولانا قاری محمد خان قادری کا انتخاب سونے پر سہاگہ ہے میری تجویز ہے کہ اخبار میں خبروں کے لئے ایک تین رکنی کمیٹی بنا دی جائے جو اخباری رپورٹروں سے رابطہ کریں اور پھر خبریں لگیں گی۔ نومنتخب امیر مولانا قاری فیض احمد نقشبندی نے اپنے پہلے خطاب میں کہا ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمات کو خراج تحسین پیش کرنے کے لئے مبلغ لاہور کے پلیٹ فارم پر بہت بڑی کانفرنس کریں گے انہوں نے اپنے آئندہ تنظیمی سیشن کے حوالے سے چند منصوبوں پر روشنی ڈالی۔ اس نشست کے اختتام پر سابق ضلعی عہدیدران کی الوداعی اور نومنتخب عہدیداروں کے لیے استقبالیہ ضیافت کا اہتمام کیا گیا۔

ہدیہ تحریک

مرکزی جماعت اہل سنت پاکستان ضلع لاہور کے انتخابات میں مولانا قاری فیض احمد نقشبندی اور مولانا قاری محمد خان قادری کو بالترتیب امیر اور ناظم اعلیٰ منتخب ہونے پر ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ وہ مسلک و مذہب اور ملک و ملت کی خدمت میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھیں گے۔

مجلّہ انوار رضا جوہر آباد

مرکزی جماعت اہل سنت پاکستان کے ناظم اعلیٰ

پیر سید محمد عرفان شاہ مشہدی مدظلہ

کے لاہور میں تین روز

انوار رضا رپورٹ

آبروئے اہلسنت خطیب ملت پیر سید محمد عرفان مشہدی ابوسوی مدظلہ کی ذات گرامی محتاج تعارف نہیں گذشتہ دنوں حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمہ اللہ تعالیٰ کے عرس مبارک کے موقع پر انہوں نے لاہور میں دن روز نہایت مصروف گزارے اس کی مختصر رپورٹنگ کا ایک خاکہ نظر نواز کر رہا ہوں۔

سُنی جمعیت عوام لاہور کے زیر اہتمام ہمدرد ہال لٹین روڈ میں منعقدہ ......سید ہجویر کانفرنس...... کے بڑے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے مرکزی جماعت اہل سنت پاکستان کے ناظم اعلیٰ شیخ الحدیث پیر سید محمد عرفان شاہ مشہدی نے کہا ہے کہ کچھ عاقبت نااندیش لوگوں کی نادانیوں کے سبب ملت اسلامیہ میں مایوسی پھیل رہی ہے حالانکہ اہل اسلام کو مایوس ہونے کی ضرورت نہیں۔ اسلامی فکر میں اللہ تعالیٰ نے ایسی لچک اور تاثیر رکھی ہے کہ ہر قسم کے حالات میں خود کو زندہ رکھنے کی صلاحیت اسلام کے افکار میں موجود ہے۔ حضرت داتا گنج بخش رحمہ اللہ تعالیٰ جیسی ہستیوں کا طرز عمل ملت اسلامیہ کے لئے مشعل راہ ہے جنہوں نے کفار کے غلبہ کے ماحول میں اسلام کی شمع فروزاں کی۔ جبر و تشدد، طبقاتی اونچ نیچ، بہیمانہ رسم و رواج میں بُری طرح جکڑی ہوئی ہندو اکثریت کے سامنے حسن کردار اور حکمت و موعظت سے بھری ہوئی تبلیغ سے دلوں کی دنیا بدل ڈالی انہوں نے کہا کہ معروضی حالات میں دین کی دعوت پیش کرنے والوں کو اولیاء کاملین کی سی تبلیغ اور حکمت کو اپنانے کی ضرورت ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ نئی نسل کو مغرب کے پراپیگنڈہ اور بود و باش سے مرعوب نہ ہونا چاہیئے ان کے لیے خلفائے راشدین کا قائم کردہ مثالی معاشرتی نظام عملی شکل میں موجود ہے جو آج بھی ہمیں پیش آئندہ تمام مشکلات کا حل پیش کرتا ہے انہوں نے کہا کہ ہمیں افکار و اعتقاد کے زوال و انحطاط کے اس دور میں اولیائے کرام کے مشن

مشن سے قوت حاصل کرنی چاہیئے۔ چوہدری کرامت علی لارڈ میئر سٹوک آن ٹرینٹ انگلینڈ نے خصوصی خطاب میں ملت اسلامیہ کو اسلامی نظریات سے پوری طرح آگہی کی ضرورت پر زور دیا۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں مستشرقین سے اسلام کی تشریحات سمجھنے کی بجائے اسلام کے حقیقی وارثوں اولیائے کاملین سے راہنمائی حاصل کرنے کی ضرورت ہے انہوں نے کہا کہ برطانیہ میں بسنے والے مسلمانوں کا مستقبل تابناک ہے اور حضرت داتا گنج بخش رحمہ اللہ تعالیٰ کے نظریات اور افکار کو پھیلانے کے لئے یورپ میں بہت زیادہ جدوجہد کی ضرورت ہے۔ ”سید ہجویر کانفرنس“ سے پروفیسر صدیق اکبر، علامہ محمد منشاء تابش قصوری، مولانا لیاقت علی صدیقی، مولانا محمد نواز بشیر، پیر زادہ محمد عثمان نوری، مولانا قاری محمد عباس نقشبندی، مولانا اللہ دین شاہ اور صاحبزادہ یاسر شمس نے بھی خطاب کیا۔ کانفرنس میں ایک قرارداد کے ذریعے حکومت سے مطالبہ کی گیا کہ لاہور میں حضرت داتا گنج بخش رحمہ اللہ تعالیٰ اسلامک یونیورسٹی جس کے بارے میں جنرل پرویز مشرف اور گورنر پنجاب خالد مقبول نے بارہا یقین دلایا ہے کہ یہ منصوبہ اصولاً مکمل ہو چکا ہے اس منصوبہ کو عملی شکل دینے میں مزید تاخیر نہ کی جائے اور حکومت اس عظیم منصوبہ کو اولیت دے کر اپنے پورے دور اقتدار میں نیک نامی حاصل کرنے کا ذریعہ بنائے ایک اور قرارداد میں مطالبہ کیا گیا ہے کہ حضرت داتا گنج بخش رحمہ اللہ تعالیٰ کی تعلیمات اور حیات پر ذرائع ابلاغ بالخصوص پاکستان ٹیلی ویژن کو خصوصی پروگرام ٹیلی کاسٹ کرنے کا حکم دیا جائے۔ مطالبہ کیا گیا ہے کہ ٹیلی ویژن کی اس موقع پر خاموشی ٹی وی حکام کی بے حسی اور عاقبت نااندیشی کا بین ثبوت ہے۔

مرکزی جماعت اہل سنت پاکستان کے ناظم اعلیٰ اور نامور عالم دین مولانا پیر سید محمد عرفان مشہدی نے دارالعلوم نعمانیہ میں منعقدہ دوسری سالانہ ”مجدد الف الثانی کانفرنس“ سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ تجدید و احیائے دین کی عظیم تحریک کے سرخیل تھے ان کا مشن جاری ہے اور صبح قیامت تک جاری رہے گا۔ کانفرنس کی صدارت سجادہ نشین شرقپور شریف حضرت صاحبزادہ پیر محمد ابوبکر شرقپوری نے کی۔ جبکہ پیر سید عظمت علی شاہ سجادہ نشین حضرت کیلیانوالہ شریف، پیر سید محمد مظہر قیوم مشہدی، پیر سید محمد محفوظ مشہدی، پیر سید ضیاء الاسلام گیلانی، شیخ الحدیث مولانا عبدالطیف جلالی، مولانا قاضی عبدالرحمٰن، علامہ محمد منشاء تابش قصوری، ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی، قاری فیض احمد نقشبندی، مولانا محمد نواز بشر جلالی، مفتی سید مزمل حسین شرقپوری، سردار

محمد خان لغاری، مولانا خادم حسین شرقپوری، مولانا مختار علی رضوی، مولانا سید اللہ دین شاہ، مولانا فاروق احمد نقشبندی، صاحبزادہ سید سجاد علی بخاری اور دیگر علماء مشائخ کے علاوہ چوہدری کرامت علی لارڈ میئر سٹوک آن ٹرینٹ نے خصوصی شرکت کی۔ پنڈال میں موجود سینکڑوں حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے مقررین نے مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے افکار اور نظریات کو ان کی مکتوبات کی روشنی میں بیان کیا۔ مرکزی جماعت کے مرکزی ناظم اعلیٰ شیخ الحدیث پیر سید محمد عرفان مشہدی نے کہا کہ مجدد الف الثانی صرف عوام کے ہی نہیں بلکہ علماء و مشائخ کے بھی راہنما ہیں لہٰذا موجودہ وقت میں علماء و مشائخ کو اپنی اپنی بولیاں بول کر ملت کو منتشر کرنے کی بجائے مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نظریات و افکار اپنا کر ملتِ اسلامیہ کی شیرازہ بندی کی فکر کرنی چاہیئے۔ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی نے کہا کہ مجدد الف ثانی عظیم صوفی اور ایک باتدبیر مصلح تھے جنہوں نے اپنے افکار و اعمال سے ایک عام مسلمان سے لے کر اربابِ اقتدار تک کو دینِ اسلام کا گرویدہ بنا دیا۔ علامہ محمد منشاء تابش قصوری نے کہا کہ حکومت کو ملت کے نونہالوں کو آغا خان بورڈ کے حوالے کرنے کی بجائے حضرت داتا گنج بخش رحمہ اللہ تعالیٰ اور مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ جیسی ہستیوں کے زریں افکار سے متعارف کرانا چاہیئے اور مسلم معاشرے کو مغرب کے مسموم اور مادیت و عریانی سے لتھڑے ہوئے نظریات کے بجائے اعطیائے کاملین سے اپنے افکار کو اجلا کرنے کی سعی کرنی چاہیئے کانفرنس سے پیر سید عظمت علی شاہ بخاری، قاری فیض احمد نقشبندی اور سردار محمد خان لغاری نے بھی خطاب کیا۔ تیسرے روز جامعہ مسجد حضرت صوفی صاحب شادباغ میں حضرت امیر اہل سنت پیر میاں عبدالخالق قادری سجادہ نشین درگاہ قادریہ بھرچونڈی شریف (سندھ) و مرکزی امیر مرکزی جماعت اہل سنت پاکستان کی زیر صدارت عظیم الشان ”فکر رضا“ کانفرنس منعقد ہوئی۔ جس سے خطاب کرتے ہوئے شیخ الحدیث پیر سید محمد عرفان شاہ مشہدی نے کہا کہ میری جماعت سنی جمعیت عوام اور مرکزی جماعت اہل سنت پاکستان اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے افکار و نظریات کو دنیا بھر کے کونے کونے میں پہنچانے کے عزم کے ساتھ مصروف عمل ہے اس موقع پر سینکڑوں علماء و مشائخ، دانشور، قلمکار، صحافی اور تاجر برادری کے فاضل ارکان نے شرکت کی۔ کانفرنس میں ”افکار رضا“ کے فروغ کے لئے لٹریچر بھی تقسیم کیا گیا۔

ہوتا ہے جادہ پیما پھر کارواں ہمارا

انجمن محبان محمد ﷺ کے زیر اہتمام آزاد کشمیر میں

جشنِ میلاد مصطفیٰ ﷺ

کے شیڈول پروگرام کا ایک جائزہ

مبصر............چوہدری محمد حنیف۔ ڈائریکٹر۔ الغازی بلاک فیکٹری ڈڈیال

ولادتِ مصطفیٰ ﷺ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا وہ عظیم انعام ہے کہ اس پر کائنات کا ذرہ ذرہ خوشی و مسرت اور شادمانی کا اظہار کرتا ہے اور واقعی بعض مناظر تو اس قدر روح پرور اور ایمان افروز ہوتے ہیں کہ انہیں بنظر محسوس کیا جاسکتا ہے۔ بیان نہیں کیا جاسکتا۔ ماہ ربیع الاوّل میں خوشی اور جشن کی بڑھتی ہوئی رونقوں پر واقعی بڑی بڑی خوشیاں نثار کر دینے کو جی چاہتا ہے کیونکہ اس سے بڑھ کر کوئی اور خوشی نہیں ہے۔

نثار تیری چہل پہل پہ ہزار عیدیں اے ربیع الاوّل
سوائے ابلیس کے جہاں میں سبھی تو خوشیاں منا رہے ہیں

انجمن محبان محمد ﷺ ہمارا ایک خالص دینی پلیٹ فارم ہے جو خانقاہ عالیہ بہاری شریف کے سجادہ نشین حضرت پیر طریقت صاحبزادہ پیر سید فیض الحسن شاہ بخاری کی زیر نگرانی محبت رسول ﷺ کی خوشبو کو عام کرنے کے لئے مصروف عمل ہے یہ مسلک اولیاء کا ترجمان پلیٹ فارم ہے جو سماجی خدمت کے جذبے سے سرشار نوجوان تیار کرنے کا مصمم عزم رکھتا ہے۔ اس کی اب تک کی پراگرس قابل رشک ہے یوں تو ہر سال موسم میلاد میں ہر سو ذکر مصطفیٰ کریم ﷺ کا چرچا عام ہوتا ہے مگر انجمن محبان محمد ﷺ اپنے انتہائی مختصر اور بہت ہی محدود دائرہ میں رہتے ہوئے جشن میلاد منانے کے لئے بھرپور جدوجہد کرتی ہے۔

با قاعدہ طور پر میلاد شیڈول ترتیب پاتا ہے اور پھر اس کے مطابق عمل درآمد کرایا جاتا ہے اب کی مرتبہ بھی انجمن محبان محمد ﷺ نے ربیع الاوّل شریف کا پورا مہینہ ''ذکر رسول ﷺ'' کے لیے وقف کیا ہے اور ایمانی جوش و جذبے سے پروگرام ترتیب دیئے ہیں۔

اسے حسن اتفاق کہیے کہ امسال صفر المظفر کے بالکل آخری دنوں میں بزرگان بہاری شریف بالخصوص یادگار اسلاف' بقیۃ السلف حجۃ الخلف برہان الواصلین حضرت پیر سید محمد شاہ بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کا سالانہ عرس مبارک اور انجمن محبان محمد ﷺ کا سالانہ تنظیمی و تحریکی کنونشن تھا۔ عرس مبارک کے اگلے روز سے جشنِ میلاد کا آغاز ہوگیا۔

اب آپ یکم ربیع الاوّل سے 30 ربیع الاوّل شریف تک کے لیے ترتیب دیا گیا۔ ہمارا ''میلادِ شیڈول'' ملاحظہ فرمائیں۔ اس شیڈول کی اشاعت کا مقصد جہاں اہل محبت کو دعوت پیش کرنا ہے وہاں دیگر علاقوں میں موجود اہل محبت کو ترغیب دینا مقصود ہے کہ وہ بھی اپنے اپنے علاقوں میں اس نہج پر ''میلاد شیڈول'' ترتیب دیں اور ذکر رسول ﷺ کی محافل کو عام کریں۔

یہ پروگرام صبح شام ترتیب دیئے گئے ہیں۔ پہلا پروگرام صبح 8 ساڑھے آٹھ بجے اور دوسرا عموماً بعد نماز ظہر رکھا گیا ہے کہیں کہیں عصر اور بعد عشاء کا پروگرام ہے۔ یکم ربیع الاوّل سوموار مسجد الکرم (دربار بڑی خانقاہ شریف) بہاری اور مسجد بلال گوڑھا نواب آباد۔ 2 ربیع الاوّل منگل 12 اپریل مسجد غوثیہ دین پور اور مسجد بلال محلّہ پلائی بہاری شریف۔ 3 ربیع الاوّل بدھ 13 اپریل مسجد امام حسین ناون گوڑھا اور مسجد ریاض الجنۃ چھہار۔ 4 ربیع الاوّل جمعرات 14 اپریل مسجد حیدر کرار جنڈالہ چلایار اور مسجد محمدیہ رضویہ بسار۔ 5 ربیع الاوّل جمعہ 15 اپریل جامع مسجد پنجتن پاک نیلی سیداں اور مسجد غوثیہ محلّہ مستریاں بہاری شریف۔ 6 ربیع الاوّل ہفتہ 16 اپریل مسجد اندر لال اور مسجد ثوبان (چلایار) امام مسجد قاجی جمیل صاحب۔ 7 ربیع الاوّل اتوار 17 اپریل مسجد غوث الاعظم بسار زیر نگرانی: مستری رشید صاحب و چوہدری اللہ دتہ صاحب اور مسجد نوری پنور۔ 8 ربیع الاوّل پیر 18 اپریل مسجد حسینیہ اکبریہ پرانی بہاری سیداں شریف (شوکت شاہ صاحب'

اخزن شاہ صاحب) اور مسجد اویسیہ غوثیہ محلّہ سیالاں چلایار (مولوی جہانگیر صاحب) 10 ربیع الاوّل بدھ 19 اپریل خصوصی محفل میلاد پاک و محفل گیارہویں شریف دربار بڑی خانقاہ شریف مسجد الکرم مینار بہاری اور مسجد محمدیہ رضویہ محلّہ بھٹیاں بہاری شریف (حاجی زمان بھٹی' مولوی یوسف)۔ 11 ربیع الاوّل جمعرات 20 اپریل آستانہ سید قیوم شاہ صاحب بہاری شریف اور آستانہ پیر طفیل شاہ صاحب اور مسجد عثمان ہل بہاری (حاجی محمد بوٹا صاحب)۔ 12 ربیع الاوّل جمعہ 21 اپریل جلوس عید میلاد النبی ﷺ پیاریاں' کھتراس' چوچھ' جنڈالہ' نیلی سیداں' بلوح' بہاری شریف' چنار' تھب' سروع' ناون گوڑہ' بہاری شہر سے ڈڈیال روانگی 8 بجے صبح اور جامع مسجد بہاری بازار۔ 13 ربیع الاوّل ہفتہ 22 اپریل مسجد پڑوٹ صاحباں اور مسجد امام حسنؓ موہن ڈھیری سیداں۔ 14 ربیع الاوّل اتوار 23 اپریل جامع مسجد ڈگار حضرت علامہ افراہیم صاحب تتہ پانوی اور مسجد صدیق اکبر محلّہ راجگان بہاری شریف۔ 15 ربیع الاوّل پیر 24 اپریل جامع غوثیہ صدیقیہ محلّہ راجگان چلایار (زیر نگرانی: راجہ بشیر صاحب' راجہ گلستان صاحب' حاجی میرزمان) اور مسجد فاروق اعظم محلّہ مقدماں بہاری شریف (امام مسجد حاجی غلام رسول)۔ 16 ربیع الاوّل منگل 25 اپریل۔ ڈھوک میرا بہاری شریف (حاجی عبدالستار صاحب کے گھر) اور مسجد گلزار مدینہ جاوا (امام مسجد مولوی فضل کریم)۔ 17 ربیع الاوّل بدھ 26 اپریل مسجد سفینہ نوح پرلہ پنور۔ 18 ربیع الاوّل جمعرات 27 اپریل مسجد اویس قرنی سروع۔ 19 ربیع الاوّل جمعہ 28 اپریل مسجد کوہسار مدینہ برلب دریا گوڑھا اور خضری مسجد تھب جنڈالہ۔ 20 ربیع الاوّل ہفتہ 29 اپریل مسجد صدیق اکبر تھب (زیر نگرانی: حاجی خلیل' حافظ ادریس)۔ 21 ربیع الاوّل اتوار 30 اپریل گورنمنٹ ہائی سکول بہاری شریف اور بابری مسجد تھب راجگان۔ 22 ربیع الاوّل پیر 31 اپریل دربار عالیہ بہاری شریف خواتین کے لئے شاندار محفل میلاد پاک)۔ 23 ربیع الاوّل منگل 1 مئی مسجد سلیمان فارسی بانڈی جنڈالہ (اعوان۔ زیر نگرانی حافظ شبیر صاحب' حافظ آصف صاحب)۔ 24 ربیع الاوّل بدھ 2 مئی مسجد علامہ اقبال پڑاٹ (زیر

نگرانی حاجی اقبال صاحب)۔ 25 ربیع الاوّل جمعرات 3 مئی مسجد حسان بن ثابت کھتراس (زیر نگرانی آفتاب قریشی صاحب) اور مسجد نوری جنڈالہ راجگان موڑ (زیر نگرانی: حافظ آصف، حافظ شبیر)۔ 26 ربیع الاوّل جمعہ 4 مئی دربار شریف سادہ پڑاٹی چلایا رپڑوٹ (زیر نگرانی صفدر حسین شاہ چودھری نجیب) اور مسجد علی ہجویری پڑوٹ۔ 27 ربیع الاوّل ہفتہ 5 مئی مسجد علی شیر خدا اللہ (زیر نگرانی محمد الطاف صاحب)۔ 28 ربیع الاوّل اتوار 6 مئی آستانہ عالیہ میٹھے شاہ صاحب بلوچ (زیر نگرانی شرافت حسین شاہ، خضر حسین شاہ)۔ 29 ربیع الاوّل پیر 7 مئی مسجد بلال محلہ یعقوب آباد ڈڈیال۔ 30 ربیع الاوّل منگل 8 مئی جشن میلاد مصطفیٰ ﷺ بہاری بازار اس پروگرام میں لاہور سے نعت کوان حضرات خصوصی شرکت کریں گے زیر نگرانی انجمن محبان محمد ﷺ بہاری یونٹ۔

ان محافل میلاد پاک میں خصوصی آمد جن علماء کرام و ثنا خوان مصطفیٰ ﷺ ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔حضرت علامہ محمود حسین شائق (خطیب اعظم منگلا کالونی)۔ علامہ غلام عباس سیالوی صاحب (کھاریاں)۔ علامہ محمد حسین بلوچ صاحب (خوشاب)۔ حضرت علامہ ابوالکرم احمد حسین قاسم (الحیدری) ناظم احباب اہلسنت (سہنہ)۔ علامہ سید شفیق الرحمٰن نعیمی صاحب (راولپنڈی)۔ ثناء خوان مصطفیٰ فاضل نوجوان علامہ محمد عرفان ہاشمی (خطیب اعظم بھمبر) اور جناب بابا فتح محمد خوشابی صاحب (خوشاب)۔محبان محمد ﷺ نعت کونسل جہلم کے راہنماؤں محمد کامران، محمد سعید احمد، محمد الیاس سرداری (تیاگ شریف)، غصیر حسین شاہ۔

جہالت اور بدعقیدگی کی یلغار میں امت مسلمہ کو شعوری سطح پر علم اور اسلام کی طرف متوجہ ہونا ضروری ہے ورنہ مغرب کا مقابلہ بہت مشکل ہو جائے گا پڑھا لکھا طبقہ فروغ علم اور اصلاح عقائد و اعمال کو ترجیح دے تاکہ ہمارا مستقبل محفوظ ہو سکے۔

اپنے اکابر کے کارناموں اور خدمات کو محفوظ کرنا بہت بڑی تاریخی خدمت ہے۔ ''انوارِ رضا'' نے اس موضوع کی طرف متوجہ ہو کر اہم قومی ذمہ داری نبھائی ہے اللہ تعالیٰ عزیز محترم ملک محبوب الرسول قادری صاحب اور ان کے رفقاء کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

آمین

شفاعت نبوی ﷺ کا امیدوار

ڈاکٹر خالد سعید شیخ

مولانا قاری طاہر شریف کو مبارکباد

جمعیت علماء پاکستان کے ایثار پیشہ مخلص و بے لوث نظریاتی وفکری ترجمان اور شیخ الاسلام قائد اہل سنت مولانا شاہ احمد نورانی قدس سرہٗ سے محبت رکھنے والے نوجوان عالم دین مولانا قاری طاہر شریف 4 اپریل 2005ء کو رشتہ ازدواج سے منسلک ہوگئے ان کی شادی خانہ آبادی کی تقریب سعید موضع ملہاڑ تحصیل، ضلع کوٹلی (آزاد کشمیر) میں اعلیٰ انتظامات کے ساتھ منعقد ہوئی جس میں زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے سرکردہ افراد نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ادارہ......انوار رضا......مولانا موصوف کو اس خوشی کے موقع پر مبارکباد پیش کرتا ہے اور ان کی کامیاب ازدواجی زندگی کے لئے دُعاگو ہے۔

مرکزی جماعت اہل سنت پاکستان ضلع لاہور کے انتخابات میں آئندہ سیشن کے لیے محترم علامہ قاری **فیض احمد نقشبندی** کو امیر اور مصطفےٰ فاؤنڈیشن کے موسس مولانا قاری **محمد خان قادری** قادری کو ناظم اعلیٰ منتخب ہونے پر مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

اراکین وعہدیداران

مرکزی جماعت اہل سنت پاکستان حلقہ والٹن لاہور

حضور اقدس، نبی رحمت، شفیع امت، نور مجسم علیہ الصلوٰۃ والسلام

کے

جشنِ ولادت باسعادت

کے

موقع پر ہم جملہ اہل اسلام کو

مبارکباد

پیش کرتے ہیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمیں کائنات کی نعمتِ عظمیٰ کی قدردانی کی توفیق ارزانی عطا فرمائے۔ آمین

امت مسلمہ کو حضور ﷺ کی اتباع واطاعت کے ساتھ قلبی روحانی اور حقیقی محبت عطا فرمائے۔

کرم الٰہی اللہ سنز

سُپر سٹور ڈڈیال مین بازار نزد سول ہسپتال ڈڈیال آزاد کشمیر

058630 - 42813

عالم اسلام کو ورلڈ اسلامک مشن کی طرف سے

جشن میلاد النبی ﷺ مبارک ہو

شاہ محمد انس نورانی (چیئرمین)

مفتی اعظم دمشق الشیخ عبدالفتاح البزم، نامور عرب سکالر الشیخ عدنان درویش
مفتی محمد خان قادری اور ملک محبوب الرسول قادری جامعہ اسلامیہ لاہور میں تبادلۂ خیالات کر رہے ہیں

خلیفۂ مجاز بریلی شریف
حضرت صوفی گلزار حسین قادری
مرکزی جماعت اہل سنت پاکستان
ضلع لاہور کے نومنتخب ناظم اعلیٰ
علامہ قاری محمد خان قادری
حضرت امیر اہل سنت
پیر میاں عبدالخالق قادری
سے ملاقات کر رہے ہیں

خطیب یورپ علامہ پیر سید عبدلقادر جیلانی، مولانا پیر خادم حسین شرقپوری کے فرزندار جمند مولانا صاحبزادہ الشاہ احمد رضا جیلانی میاں
کے نکاح کی تقریب میں شریک ہیں ان کے ہمراہ پیر آف کوٹلہ شریف، پیر سید مزمل حسین شاہ اور ملک محبوب الرسول قادری بھی بیٹھے ہیں